عمران سیریز
بلائنڈ آپریشن
صفدر شاہین

محترم قارئین

السلام علیکم!

علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جانباز ممبرز کا نیا کارنامہ ''بلائنڈ آپریشن'' پیش خدمت ہے۔ عام ڈگر سے ہٹ کر لکھا ہوا یہ ناول یقیناً آپ کو پسند آئے گا کیونکہ اس میں عمران اور اس کی ٹیم نے ایکریمیا جیسی سپر پاور کو پتا ہی نہیں چلنے دیا کہ ایکریمیا میں تاریخ کی سب سے بڑی تباہی پھیلانے والے کون تھے یا ان کا تعلق کس ملک سے تھا۔

کچھ عرصہ پہلے پاکیشیا میں دہشت گردوں کو نشانہ بنانے کے لئے رات کی تاریکی میں ایکریمین صدر کے حکم پر جو آپریشن کیا گیا تھا اس میں اگرچہ پاکیشیا کے عوام کا جانی نقصان تو نہیں ہوا تھا لیکن اس سے ایکریمیا کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے کہ وہ جب چاہے پاکیشیا کو مطلع کئے بغیر اٹیک کر سکتا ہے اور اس آپریشن کے بعد ایکریمیا نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ وہ آئندہ بھی اپنے ملکی مفاد کے لئے پاکیشیا کی سرزمین پر حملے کرتا رہے گا۔ اس طرح ایکریمیا نے دہشت گردی کی جنگ میں ہماری بے پناہ قربانیوں کا لحاظ کئے بغیر ہماری قومی سلامتی کو چیلنج کیا تھا جس پر پاکیشیائی عوام نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا جبکہ دہشت گردوں نے ایکریمین آپریشن کا انتقام پاکیشیائی جانوں سے لیا اور پاکیشیا کے اہم نیول بیس کو بھی نشانہ بنایا تو وطن عزیز کے جانباز صبر نہ کر سکے۔

عمران سیریز کے قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ عمران پاکیشیا اور عالم

اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا اور اس معاملہ میں وہ دنیا کی سپر پاورز سے ٹکرانے کا بھی حوصلہ رکھتا ہے چنانچہ اس نے ایکریمین آپریشن کا انتقام لینے اور ایکریمیا کو یہ باور کرانے کا فیصلہ کیا کہ اگر ایکریمیا اپنے حلیف پاکیشیا کی سلامتی اور خود مختاری پر شب خون مار سکتا ہے تو خود ایکریمیا کی سلامتی بھی محفوظ نہیں ہے اور پھر علی عمران نے سیکرٹ سروس کے صرف چار ممبرز کے ساتھ ایکریمیا جا کر جس طرح ایکریمی حکمرانوں کی نیندیں حرام کیں اس کا احوال آپ اس ناول میں پڑھیں گے اور دیکھیں گے کہ ایکریمیا کے تمام خفیہ ادارے اور ایجنسیاں مل کر بھی اپنے ملک میں تباہی مچانے والوں کا سراغ لگانا تو دور کی بات ہے یہ تک معلوم نہ کرسکیں کہ دہشت گرد کون تھے اور کس ملک اور قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ عمران کی پلاننگ ہی یہی تھی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی محفوظ رہے۔ امید ہے اس محاورے کا مطلب آپ کو ناول کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا البتہ آپ کی اس ناول کے بارے میں رائے، تنقید اور تبصروں سے بھرے خطوط کا مجھے انتظار رہے گا۔ اب اجازت دیں۔

والسلام

صفدر شاہین

E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

صفدر نے عمران کے فلیٹ کی ڈور بیل کا بٹن پریس کیا اور قریب کھڑی جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ دونوں عمران سے ملنے آئے تھے۔ ملنے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ ان دونوں کی گزشتہ کئی دن سے عمران سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ آج کل سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہ ہونے کے سبب ممبرز بیکاری میں وقت گزار رہے تھے لیکن صفدر اور جولیا یہ جاننے کے لئے بے تاب تھے کہ دو دن پہلے پاکیشیا کے نیول بیس پر کئے جانے والے حملے کے سلسلے میں ایکسٹو کا ردعمل کیا ہے اور عمران کیا کر رہا ہے۔ ممبرز کے خیال میں نیول بیس پر حملہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ سیکرٹ سروس کو حرکت میں آ جانا چاہئے تھا لیکن ابھی تک اس سلسلے میں ایکسٹو خاموش تھا حالانکہ دو ہفتے پہلے ایکریمیا کی طرف سے پاکیشیا کی خود مختاری اور سلامتی کو چیلنج کرتے ہوئے ایکریمین کمانڈوز نے رات کی تاریکی میں جو آپریشن کیا تھا، اس پر عمران نے کافی غم و غصے کا

اظہار کیا تھا اور یہ بھی عہد کیا تھا کہ اگر آئندہ ایکریمیا یا کسی دوسرے دشمن ملک نے ایسی جرأت کی تو وہ برداشت نہیں کرے گا اور ایکسٹو نے بیرونی جارحیت کا ایکشن نہ لیا تو وہ تنہا دشمن کی سرکوبی کرے گا اور اسے ایسی سزا دے گا کہ دشمن صدیوں یاد رکھے گا۔

چند لمحوں بعد صفدر نے ڈور بیل کا بٹن دوبارہ پریس کیا تو جولیا کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمودار ہوگئے۔ تیسری بیل پر اندر سے سلیمان کی تیز بڑبڑاہٹ سنائی دی تو صفدر نے ایک مرتبہ پھر بٹن پریس کر دیا۔

”توبہ بھئی توبہ۔ لوگ ذرا صبر نہیں کرتے۔ خواہ مخواہ بیل بجا بجا کر بجلی کا بل بڑھاتے رہتے ہیں“...... جواب میں سلیمان کی غصیلی آواز ابھری تو صفدر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ قدموں کی آہٹیں قریب آ گئیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ اندر کھڑے سلیمان کے چہرے پر غصہ تھا لیکن صفدر اور جولیا کو دیکھ کر فوراً ہی اس کے تاثرات بدل گئے اور اس نے باچھیں پھیلا دیں۔

”آہا۔ تو یہ آپ اور آپی ہیں۔ تشریف لائیں“...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ صفدر اور جولیا اندر آ گئے تو سلیمان نے دروازہ بند کر دیا۔ جولیا اور صفدر سٹنگ روم کی طرف بڑھنے لگے۔

”آپ کو خواہ مخواہ انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ آپ فون پر مجھے آمد کی اطلاع دے دیتے تو میں پہلے سے دروازہ کھول کر یہاں کھڑا رہتا“۔

سلیمان نے اس کے پیچھے بڑھتے ہوئے کہا۔

”تم فون بھی چھٹی بیل سے پہلے نہیں سنتے“...... صفدر نے ہنس کر کہا۔

”نہیں صفدر صاحب۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ فون کریں اور میں نہ سنوں، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ کا فون سن کر تو مجھے بہت فائدہ ہوتا ہے“...... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”اچھا۔ وہ کیسے“...... صفدر نے چونک کر کہا۔

”یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال میں آپ لوگوں کے لئے چائے لاتا ہوں“...... سلیمان نے کچن کے پاس رکتے ہوئے کہا تو صفدر مسکرا دیا۔ وہ جولیا کے ساتھ سٹنگ روم میں داخل ہوا تو کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

”کیا عمران نہیں ہے“...... جولیا نے چونکتے ہوئے صفدر سے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

”معلوم نہیں۔ اچھا تھا کہ آنے سے پہلے فون کر لیتے“۔ صفدر نے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ احمق آدمی فون پر بکواس کرنے لگتا ہے اور سارا موڈ خراب ہو جاتا ہے“...... جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”سلیمان بھی تو کم نہیں کرتا۔ وہ بھی آئیں بائیں شائیں کرنے لگ جاتا ہے“...... صفدر نے ہنس کر کہا۔ چند لمحوں بعد سلیمان کمرے میں داخل ہوا تو وہ دونوں اس کی طرف دیکھنے لگے۔ سلیمان نے قریب آ کر

چائے کی ٹرے میز پر رکھی تو اس میں بسکٹ کا ایک پیکٹ بھی رکھا ہوا تھا۔

"بسکٹ کیوں لائے ہو سلیمان۔ ہم ناشتا کر کے آئے ہیں"۔ صفدر نے کہا۔

"عمران کہاں ہے"...... جولیا نے سلیمان سے پوچھا۔

"اوہ۔ کیا آپ لوگ صاحب سے ملنے آئے ہیں"...... سلیمان نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ کیا عمران صاحب موجود نہیں ہیں"...... صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"موجود ہوتے تو آپ کو مجھ سے سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی"۔ سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا احمق"...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ آپ دروازے سے ہی واپس چلی جاتیں اور میرا نقصان ہو جاتا"...... سلیمان نے بسکٹ کا پیکٹ اٹھا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ کیسا نقصان"...... صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"یہ بسکٹ کا پیکٹ میں نے ایک ماہ پہلے خریدا تھا اورر جب بھی کوئی مہمان آتا ہے اسے چائے کے ساتھ پیش کرتا ہوں لیکن مہمان تکلف کرتے ہوئے اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتا اور پیکٹ بچ جاتا ہے مگر میں ہر مرتبہ ڈیلی اخراجات میں اس پیکٹ کی قیمت صاحب سے وصول

کر لیتا ہوں۔ اگر آپ لوگ واپس چلے جاتے تو میں صاحب سے اس کے پیسے کیسے وصول کرتا"...... سلیمان نے بڑے اطمینان سے کہا تو صفدر اس کی چالاکی پر مسکرانے لگا۔

"اور اگر ہم بسکٹ کھالیں تو پھر"...... جولیا نے سلیمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اول تو مجھے یقین تھا کو آپ لوگ ناشتا کر کے آئے ہیں اور بسکٹ نہیں کھائیں گے لیکن اگر آپ کھا بھی لیں تو مجھے ڈبل فائدہ ہو گا اور میں صاحب کے بل میں دو پیکٹ لکھ دیتا"...... سلیمان نے احمقانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑے شیطان ہو تم"...... جولیا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"نہیں۔ میں تو صاحب کا شاگرد ہوں"...... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

"بکو مت۔ عمران کہاں ہے"...... جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"معلوم نہیں۔ ناشتا کر کے یوں جلدی سے فرار ہوئے تھے جیسے میں ان سے ناشتے کا بل مانگ لوں گا"...... سلیمان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا بتا کر نہیں گئے"...... صفدر نے مسکرا کر کہا اور چائے پینے لگا تو جولیا نے بھی نہ چاہتے ہوئے کپ اٹھا لیا۔

"بس یہی بات بری ہے میرے صاحب کی"...... سلیمان نے برا سا

منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب"...... صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"بقول کنفیوشس، کچھ بھی نہیں کہا۔ کہہ بھی گئے لیکن بتا کر نہیں گئے اور یہ ان کی پرانی عادت ہے"...... سلیما نے حماقت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح بتا دو۔ تم سب کچھ جانتے ہو"۔ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ غریب کو حلال کرتی ہیں۔ اگر میں جانتا ہوتا تو کیوں لٹاتا گھر بار اپنا۔ میرا مطلب ہے کیوں چھپاتا صاحب اپنا۔ میں غیب کا علم نہیں جانتا اور نہ ہی نجومی یا جادوگر ہوں کہ منتر پڑھ کر سنکھا ہولی کی روح کو طلب کروں اور اس سے پوچھوں کہ صاحب کہاں گئے ہیں اور اس وقت دنیا کے کس کونے میں جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں"...... سلیمان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو صفدر اس کی ایکٹنگ پر بے اختیار مسکرانے لگا اور جولیا سلیمان کو خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"چلو صفدر۔ یہ گدھا بہت بکواس کرتا ہے۔ عمران نے اسے بہت چھوٹ دے رکھی ہے"...... جولیا نے صفدر سے کہا۔

"یہ بھی الزام ہے مجھ پر۔ چھوٹ تو میں نے دے رکھی ہے صاحب کیونکہ وہ جب چاہیں، جہاں چاہیں آوارہ گردی کرتے پھریں، میں ان کے گھر کا اور گھر والی۔ میرا مطلب ہے گھر میں آنے والوں کا خیال رکھتا

رہوں گا اور مہمانوں کے سامنے چائے کے ساتھ بسکٹ رکھتا رہوں گا"۔

سلیمان کہاں چپ رہنے والا تھا، اس کی زبان میرٹھ کی قینچی کی طرح دوبارہ چلنے لگی تو جولیا خالی کپ میز پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صفدر۔ یہ احمق باز نہیں آئے گا۔ آؤ چلیں"...... جولیا نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا مگر اسی لمحے اس کے واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو وہ بے اختیار چونک پڑی اور اس نے ایک لمحہ بعد واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو جولیا۔ ایکسٹو کالنگ۔ اوور"...... ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز بلند ہوئی تو سلیمان مڑ کر باہر نکل گیا۔

"یس چیف۔ جولیا اٹینڈنگ یو۔ اوور"...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم کہاں ہو۔ میں نے تمہارے فلیٹ فون کیا تھا۔ اوور"...... ایکسٹو نے کہا۔

"چیف۔ میں اور صفدر عمران کے فلیٹ میں ہیں۔ اوور"...... جولیا نے جواب میں کہا۔

"کس سلسلے میں۔ کیا عمران نے تمہیں دعوت دی تھی۔ اوور"۔ ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"نو سر۔ صفدر کی خواہش تھی عمران سے ملنے کی لیکن عمران یہاں نہیں ہے۔ اوور"...... جولیا نے بوکھلا کر کہا۔

"جولیا۔ میں نے کئی مرتبہ تم لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ اگر کوئی کیس

نہ ہو تو خواہ مخواہ ادھر ادھر مت گھوما کرو اور اپنے فلیٹوں تک محدود رہا کرو۔ ملکی حالات اچھے نہیں ہیں اور تم لوگوں کی پاکیشیا کے حکمرانوں سے بھی زیادہ اہمیت ہے، دشمن دہشت گردی کی آڑ میں سیکرٹ سروس کو ختم کرنے کے لئے ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اوور"۔ دوسری طرف سے ایکسٹو نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ میں آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی چیف۔ اوور"...... جولیا نے گھبراہٹ بھری آواز میں کہا۔ صفدر خاموشی سے سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یقیناً کوئی اہم معاملہ ہے۔

"ٹھیک ہے۔ تمام ممبرز کو الرٹ کر دو۔ ہوسکتا ہے آج کل میں انہیں کسی مہم پر جانا پڑے ۔ اس لئے وہ اپنے فلیٹوں میں رہیں اور میری آئندہ ہدایت کا انتظار کریں۔ اوور"...... ایکسٹو نے کہا اور صفدر چونک پڑا۔

"رائٹ سر۔ کیا عمران کو بھی۔ اوور"...... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کیا عمران سیکرٹ سروس کا ممبر ہے۔ اوور"...... ایکسٹو نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو جولیا کانپ گئی۔

"نن۔ نو۔ سر۔ اوور"...... جولیا نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس تو عمران کو چھوڑ دو۔ ضرورت ہوئی تو میں خود اس سے رابطہ کر لوں گا۔ اوور اینڈ آل"...... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا واچ ٹرانسمیٹر آف کر کے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"آج تو چیف بہت غصے میں ہے"...... صفدر نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ یقیناً وہ ہمای یہاں آمد پر غضبناک ہوا ہے"...... جولیا نے سر ہلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے کوئی بہت خطرناک معاملہ ہے۔ ورنہ چیف پہلے کبھی اتنا برہم نہیں ہوا"...... صفدر نے کہا۔

"چلو۔ اپنے فلیٹ جا کر ممبرز کو کال کروں گی۔ ہوسکتا ہے۔ چیف جلد ہی دوبارہ کال کر ڈالے"...... جولیا نے صوفے سے اپنا پرس اٹھاتے ہوئے کہا تو صفدر بھی اٹھ کھڑا ہوا اور جولیا کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ سلیمان کچن میں کچھ پکانے میں مصروف تھا۔ صفدر نے اسے اپنے جانے کی اطلاع دی اور جولیا کے ساتھ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور بلیک زیرو کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت دانش منزل کے آپریشن روم میں بیٹھا تھا۔ بلیک زیرو سے کچھ دیر ملکی حالات و واقعات پر بحث و مباحثہ کے بعد اس نے ایکشن میں آنے کا فیصلہ کیا تھا اور واچ ٹرانسمیٹر پر جولیا سے رابطہ کر کے ہدایات دی تھیں۔ البتہ یہ معلوم ہونے پر کہ جولیا اور صفدر اس کے فلیٹ میں ہیں اسے غصہ آ گیا تھا۔

"آج تو آپ نے جولیا کی اچھی طرح کلاس لے لی ہے"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجبوری تھی طاہر۔ تم ہی نہیں، پاکیشیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ ہمارا ملک شدید خطرات سے دوچار ہے۔ گھر سے نکلنے والے ہر شخص کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ واپس آ سکے گا یا نہیں۔ دہشت گردی کے خوف سے لوگ محتاط رہتے ہیں اور ضرورت کے بغیر کوئی آدمی گھر سے باہر نہیں جاتا۔ جب

ایک عام شخص اس قدر محتاط ہے تو سیکرٹ سروس کے ممبرز کو زیادہ احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ اس ملک کے محافظ اور ذمے دار ہیں"...... عمران نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ آپ نے درست کہا ہے۔ موجود حالات اس قدر خطرناک ہیں کہ لوگ سہمے ہوئے ہیں۔ جن سڑکوں پر رات بارہ بجے تک رش رہتا تھا۔ وہ شام کے بعد ہی سنسان ہو جاتی ہیں۔ تفریحی مقامات بھی رات نو دس بجے کے بعد بے رونق ہو جاتے ہیں"...... بلیک زیرو نے عمران کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"چائے پیئے ایک گھنٹہ گزر چکا ہے بلیک زیرو"...... عمران نے یکدم موضوع بدلتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو اس کا مطلب سمجھ کر مسکرایا اور کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد عمران سوچنے لگا۔ گزشتہ دو ہفتوں کے دوران ملک میں پے درپے ہونے والے دہشت گردی کے واقعات نے عمران کے حساس ذہن پر ایسے کھرونچے لگائے تھے کہ وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ اب سیکرٹ سروس کو میدان میں آ جانا چاہئے ۔ پولیس اور دوسرے انٹیلی جنس اداروں کی کارکردگی سے وہ مایوس ہو چکا تھا۔ دو دن پہلے بیس پر حملے نے تو اس پر وحشت طاری کر دی تھی اور اسے احساس ہو گیا تھا کہ اگر اب بھی اس نے حکمرانوں کی مصلحت پسندانہ پالیسی کی تائید میں ملکی حالات سے چشم پوشی کی تو وطن عزیز کی سالمیت شدید خطرے سے دوچار ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے حکومت سے اجازت لئے بغیر سوموٹو ایکشن لینے کا فیصلہ

کیا تھا اور ناشتا کرنے کے بعد بلیک زیرو سے مشورہ کرنے یہاں آ گیا تھا۔ بلیک زیرو نے اس کے فیصلے کی تائید کی تھی اور کہا تھا کہ ملکی سالمیت اور خود مختاری کے لئے سیکرٹ سروس نے فوری اقدام نہ کیا تو یہ وطن سے غداری ہو گی۔ یہ وقت مصلحت پسندی سے کام لینے کا نہیں بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا تھا اور سیکرٹ سروس کو حکمرانوں کی پرواہ کیے بغیر فوری کارروائی کرنی چاہئے۔ اس سلسلے میں عمران نے بلیک زیرو کو اپنے ذہن میں موجود پلان بتا دیا تھا یہ بھی طے ہوا تھا کہ اس مہم کو مکمل طور پر خفیہ رکھا جائے گا اور کامیابی کے بعد بھی پاکیشیا کے حکمرانوں اور بیرونی ممالک کو یہ شبہ تک نہ ہونے دیا جائے گا کہ اس میں پاکیشیا سیکرٹ سروس ملوث ہے۔

چند لمحوں بعد بلیک زیرو چائے لے آیا۔ اس نے ایک کپ عمران کے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے آگے رکھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ چائے پینے کے دوران اچانک عمران کو کوئی خیال آیا۔

''ٹیلی فون والی ڈائری دو''...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا تو بلیک زیرو نے فوراً میز کی دراز سے سرخ جلد والی مخصوص ڈائری نکال کر عمران کے آگے رکھ دی۔ عمران نے ڈائری اٹھا کر کھولی اور ورق گردانی کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے ایک نمبر چیک کیا اور ڈائری بند کر کے رکھنے کے بعد میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ اس نے تیزی سے کوڈ نمبرز پریس کئے اور پھر مطلوبہ نمبر پریس کرنے لگا۔

''ہیلو۔ مارٹی کلب''...... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک

نوجوان نسوانی آواز سنائی دی۔

''پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ مسٹر مارٹی سے بات کراؤ''۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''رائٹ سر۔ ہولڈ کیجئے''...... آپریٹر لڑکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

پرنس آف ڈھمپ کے نام سے عمران کئی مرتبہ فون پر ولنگٹن میں اپنے مخبر مارٹی سے بات کر چکا تھا اور آپریٹر لڑکی اس کے نام سے آشنا تھی۔

''ہیلو پرنس۔ مارٹی بول رہا ہوں''...... چند سیکنڈ بعد مارٹی کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''بولنے سے پہلے فون سیف کر لو پیارے''...... عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ کا نام سنتے ہی کر لیا تھا جناب۔ حکم فرمائیں۔ کافی دنوں بعد آپ نے یاد کیا ہے''...... مارٹی نے کہا۔

''دراصل آج ہی مجھے یاد آیا ہے کہ گزشتہ سال میری انگوٹھی ولنگٹن کی ایک گلی میں گر گئی تھی۔ اب میں اسے تلاش کرنے وہاں آنا چاہتا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نو سر۔ آپ کی آمد سے تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ کب آ رہے ہیں''۔ مارٹی نے ہنس کر کہا۔

''میں تمہیں وہاں پہنچ کر ہی بتاؤں گا۔ بہرحال تم میرے لئے تین گاڑیاں اور دو تین محفوظ ٹھکانے تیار رکھنا۔ اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں بتا دوں گا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں

کہا۔

''رائٹ سر۔ میں آج ہی تمام انتظام کر دوں گا''...... مارٹی کی آواز سنائی دی۔

''خیال رکھنا۔ میرا یہ دورہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔ کسی کو ذرا بھی بھنک پڑ گئی تو مجھے میری انگوٹھی نہیں مل سکے گی اس کام کے لئے آج شام تک تمہارے بینک بیلنس میں ایک لاکھ ڈالرز کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ اوکے''...... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا۔ فون کا لاؤڈر آن ہونے کی وجہ سے بلیک زیرو ساری گفتگو سن رہا تھا۔

''کیا فارن ایجنٹ ابرار کو اطلاع نہیں دیں گے''...... بلیک زیرو نے جلدی سے کہا۔

''وہ تمہارا ایجنٹ ہے اس لئے تم خود اسے اطلاع دے دینا۔ وہاں پہنچ کر میں اس سے رابطہ کر لوں گا''...... عمران نے جواب میں کہا اور جیب سے چیونگم کا پیس نکال لیا۔

''بہتر۔ آپ کے ساتھ کون کون جائے گا''...... بلیک زیرو نے سر ہلا کر کہا۔

''صرف جولیا، صفدر، چوہان اور خاور''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

''بس چار ممبرز۔ مہم تو بے حد خطرناک ہے''...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے زیادہ ممبرز کو نہیں لے جا رہا بلکہ میں نے سوچا تھا

کہ صرف جولیا کو لے جاؤں گا''...... عمران نے کہا۔

''جولیا کو کیوں سر''...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

''اس لئے کہ ہو سکتا ہے پردیس میں جولیا کو مجھ پر رحم آ جائے اور وہ ہنی مون منانے پر تیار ہو جائے تو ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں گے۔ یعنی مہم بھی سر ہو جائے گی اور محبوب کی تسخیر بھی۔ تمہیں تسخیر محبوب والا عمل یاد ہے تو مجھے بھی بتا دو''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''نہیں جناب۔ میں کبھی ایسے چکروں میں نہیں پڑا۔ کسی عالم سے رجوع کریں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''بہتر۔ میں عامل کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ مل گیا تو تمہارے لئے بھی ایک تعویز محبت لے آؤں گا''...... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

''مجھے کسی تعویز کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا لنچ نہیں کریں گے''۔ بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ تم لنچ کے بعد ممبرز کو روانگی کا پروگرام بھی سمجھا دینا اور مہم کی اہمیت بھی بتا دینا''...... عمران نے کھڑے ہو کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اگلے روز ونگٹن کی ایک کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں عمران، جولیا، صفدر، چوہان اور خاور بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اس وقت شام کے سات بجے تھے جبکہ وہ لوگ سہ پہر کے وقت یہاں پہنچے تھے۔ وہ پاکیشیا سے گریٹ لینڈ ایکریمین باشندوں کے میک اپ میں پہنچے تھے اور وہاں سے مقامی میک اپ میں ونگٹن آئے تھے۔ مارٹی کی فراہم کردہ اس کوٹھی میں پہنچتے ہی انہوں نے دوبارہ ایکریمین میک اپ کر لئے تھے اور عمران مارٹی سے ملنے چلا گیا تھا۔ وہاں سے وہ ابھی واپس آیا تھا اور چائے پینے کے دوران اپنے ساتھیوں کو اپنی پلاننگ سے آگاہ کر رہا تھا۔

''ہمارا پہلا ہدف وہ نیول بیس ہے جس کے کمانڈوز نے پاکیشیا میں آپریشن کیا تھا اور ایکریمین قوم نے ان کی کامیابی پر جشن مسرت منایا تھا''...... عمران نے کہا تو خاور بے اختیار چونک پڑا۔

''مگر آپریشن تو یہاں کی خفیہ ایجنسی کی طرف سے کیا گیا تھا''۔ خاور

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ سی آئی اے نے صرف پلاننگ کی تھی مگر ہیلی کاپٹرز اور کمانڈوز نیوی کے تھے۔ بہرحال سی آئی اے کو بھی سبق سکھایا جائے گا''۔ عمران نے جواب میں کہا۔

''عمران صاحب۔ اگر ہم نے پہلے نیوی کے خلاف ایکشن لیا تو کیا سی آئی اے اور دوسری ایجنسیاں ہوشیار نہیں ہو جائیں گی''...... چوہان نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''ہونے دو۔ ہم نے صرف اپنی شناخت کو ہر حال میں پوشیدہ رکھنا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی جان کی حفاظت کریں اور خود کو گرفتاری سے محفوظ رکھیں کیونکہ ہماری شناخت ہو گئی تو ہمارے ملک اور حکومت کے لئے مصیبت پیدا ہو جائے گی اور پاکیشیا کی سلامتی شدید خطرے میں پڑ جائے گی''...... عمران نے کہا۔

''جی۔ یہ بات تو ہے''...... صفدر نے عمران کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''مگر یہاں تو بے شمار نیول بیس ہیں۔ کیا ہم تمام نیول بیسز کو نشانہ بنائیں گے''...... جولیا نے کہا۔

''نہیں۔ اصل میں تو ایکریمیا کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اس کی خفیہ ایجنسیاں جن پر اسے فخر ہے، وہ کتنی کمزور اور نااہل ہیں اور اگر وہ پاکیشیا میں خفیہ آپریشن کر سکتا ہے تو کوئی ایکریمیا میں بھی ایکشن لے سکتا ہے''...... عمران نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب۔ ایسے ایکشن تو ہم پہلے بھی کئی مرتبہ لے چکے ہیں''...... خاور نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں۔ لیکن اس مرتبہ ہم نے ایسا ایکشن لینا ہے کہ ایکریمیا کو عبرت ہو اور وہ آئندہ پاکیشیا کی سلامتی کو چیلنج کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ہمارے پاس کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں ہے اس کے باوجود ہم نے کامیابی حاصل کرنی ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ اسلحہ کے بغیر کیسے''...... چوہان نے چونکتے ہوئے کہا۔

''شاید تم کنفیوشس کا یہ قول بھول گئے ہو کہ جس کی بھینس اس کی لاٹھی اور جس کا جوتا اسی کا سر''...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

''دوسرا قول تو سمجھ میں آتا ہے مگر بھینس اور لاٹھی والا قول بے معنی ہے''...... صفدر نے ہنس کر کہا۔

''اس کا معنی ہے کہ بھینس کو اس کے مالک کی لاٹھی سے مارو تاکہ بھینس کسی دوسرے کو الزام نہ دے سکے۔ اب بھی نہیں سمجھے تو جولیا سے پوچھ لو''...... عمران نے جواب میں کہا۔

''مجھے کیا پتہ تمہاری بکواس کا''...... جولیا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''بس تو تم تیاری کرو''...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو جولیا سمیت تمام ممبرز بے اختیار چونک پڑے۔

''کس چیز کی''...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''جانے کی۔ جب تمہیں کچھ معلوم نہیں ہے تو یہاں رہنے کا کیا فائدہ''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''بکو مت۔ میں چیف کے حکم پر آئی ہوں''...... جولیا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بھاڑ میں گیا چیف۔ اب میں ہی تمہارا سب کچھ ہوں''...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔ صفدر، چوہان اور خاور حیرت سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے جس کے نتھنے پھول اور پچک رہے تھے گویا وہ شدید غصے میں تھا۔

''عمران صاحب۔ پلیز۔ آپ مس جولیا کو واپس جانے کا کیوں کہہ رہے ہیں۔ ان سے کیا غلطی ہوئی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''اس سے نہیں برخوردار۔ تم سے غلطی ہوئی ہے''...... عمران نے ناراض لہجے میں کہا تو صفدر بے اختیار چونک پڑا۔

''جی۔ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے جناب''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میری بات کو غلط سمجھنے کی۔ میں نے کب کہا ہے کہ جولیا واپس جائے''...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب۔ آپ نے مس جولیا سے خود کہا ہے کہ وہ جانے کی تیاری کریں''...... صفدر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تو اس میں واپسی کا لفظ کہاں سے گھس آیا ہے۔ کیا صرف جانے کی تیاری کی جاتی ہے۔ لوگ سیر و تفریح کرنے ہوٹلوں، پارکوں اور نائٹ کلبوں میں بھی تو جاتے ہیں۔ کیا وہ تیاری نہیں کرتے اور یونہی منہ دھوئے بغیر گھر سے باہر چلے جاتے ہیں یا جو لوگ ہنی مون منانے شہر یا

ملک سے باہر جاتے ہیں کیا وہ جانے سے پہلے شادی کی تیاری نہیں کرتے یا شادی کے بغیر ہی ہنی مون منانے چل دیتے ہیں''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو ممبرز عمران کا مطلب سمجھ کر بے اختیار مسکرانے لگے۔

''لاحول ولا قوۃ۔ آپ سیدھی طرح بھی کلب جانے کی بات کر سکتے تھے''...... صفدر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''کیا۔ کلب۔ خدا کا خوف کھاؤ پیارے۔ میں نے کلب جانے کی مثال دی تھی اور تم سنجیدہ ہو گئے۔ کیا ہم یہاں کلبوں میں ناچنے کے لئے آئے ہیں''...... عمران نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

''تو آپ مس جولیا کو کہاں بھیجنا چاہتے ہیں''...... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جہاں میں جانا چاہتا ہوں اور میں فی الحال یہ نہیں بتا سکتا کہ میں کہاں جانا چاہتا ہوں البتہ تم اور چوہان، صفدر کے ساتھ جاؤ گے''۔ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''فرمائیے۔ ہمیں کہاں جانا اور کیا کرنا ہے''...... صفدر نے چونک کر کہا تو عمران جواب میں انہیں ان کے مشن کے بارے میں بتانے لگا۔ تینوں ممبرز خاموشی سے سن رہے تھے۔

''رابطہ کے لئے واچ ٹرانسمیٹر کے علاوہ لانگ رینج ٹرانسمیٹر بھی استعمال کیا جائے گا۔ مجھ سے برابر رابطے میں رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے تمہاری تلاش میں پاپڑ بیلنے پڑ جائیں''...... عمران نے کہا اور انہیں ہدایات

دینے لگا۔ اس وقت وہ مکمل طور پر سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور جولیا سوچ رہی تھی کہ کیا تینوں ممبرز اتنا خطرناک مشن انجام دینے میں کامیاب ہوسکیں گے۔

''باہر کمپاؤنڈ میں تین کاریں موجود ہیں۔ ہر کار کے ڈیش بورڈ کے خانے میں مطلوبہ اسلحہ اور دیگر ضروری سامان موجود ہے جس کی تمہیں اس مہم میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ایک کار میں تم تینوں سفر کرو گے لیکن خطرے کی صورت میں کار سے نجات حاصل کر لینا''...... عمران نے آخر میں کہا تو صفدر، چوہان اور خاور اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

''ہمیں کب جانا ہے''...... ممبرز کے جانے کے بعد جولیا نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اس بڑھاپے میں کہاں جائیں گے۔ ذرا نوجوان بن جاؤ۔ میں بھی میک اپ کرلوں۔ باقی باتیں سفر کے دوران کریں گے''...... عمران نے شوخ لہجے میں کہا اور صوفے سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

موجودہ میک اپ میں وہ نوجوان اور جولیا بوڑھی نظر آ رہی تھی لیکن دس منٹ بعد وہ دونوں ڈرائنگ روم سے نکل کر کمپاؤنڈ میں آئے تو عمران ستر سالہ بوڑھا نظر آ رہا تھا جبکہ جولیا نوجوان ایکریمین عورت لگ رہی تھی۔

کمپاؤنڈ میں دو کاریں کھڑی تھیں۔ عمران نے سفید رنگ کی کار کے پاس آ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور اس کے اشارے پر جولیا عقبی

نشست پر بیٹھ گئی۔ عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور کار کا رخ گیٹ کی طرف کیا تو وہاں موجود مارٹی کے بوڑھے نیگرو ملازم نے جلدی سے بڑھ کر گیٹ کھول دیا۔ چند لمحوں بعد کار ولنگٹن کی ایک کشادہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سفر کے دوران عمران، جولیا کو ہدایات دیتے رہا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد کار شہر کی ایک پر رونق سڑک پر واقع سیون مون ریسٹورنٹ کے قریب پہنچی اور عمران نے پارکنگ میں کار روک کر انجن بند کر دیا۔ اسی لمحے اس جانب سے نیلے رنگ کی ایک کار آئی اور گیٹ کی دوسری جانب پارکنگ میں رک گئی۔ اس میں صرف ایک مقامی نوجوان شخص بیٹھا تھا۔ انجن بند کر کے وہ کار سے اترا تو عمران کے اشارے پر جولیا نے اس آدمی کی طرف دیکھا۔ اس شخص کے جسم پر نیوی کی مخصوص یونیفارم اور کیپ تھی۔ وہ گیٹ سے ریسٹورنٹ کے احاطے میں داخل ہوا تو عمران اور جولیا بھی کار سے اترے اور گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

عمران کو مارٹی سے اس نیوی اہلکار کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ ان کے مطابق اس آدمی کا نام راجر تھا اور وہ نیوی میں کیپٹن تھا۔ اس کی رہائش نیول کالونی میں تھی اور وہ غیر شادی شدہ ہونے کے سبب اپنے بنگلے میں تنہا رہتا تھا۔ اپنے آفس سے واپسی پر وہ سیدھا سیون مون اسٹار ریسٹورنٹ میں آتا تھا اور یہاں تقریباً ایک گھنٹہ گزارنے کے بعد اپنے گھر جاتا تھا۔ اس ریسٹورنٹ میں وقت گزارنے کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ریسٹورنٹ کا تمام عملہ خوبصورت اور نوجوان لڑکیوں پر مشتمل تھا اور کیپٹن راجر فطرتاً عیاش طبع آدمی تھا۔

عمران اور جولیا ریسٹورنٹ کے ہال میں داخل ہوئے تو تمام میزیں آباد تھیں۔ مخصوص نیم برہنہ یونیفارم میں ملبوس پانچ چھ ویٹرس لڑکیاں بڑے ناز و انداز سے گاہکوں کو سرو کرتی پھر رہی تھیں۔ بائیں جانب کاؤنٹر پر بھی دو لڑکیاں موجود تھیں اور شراب کے پیگ بنا رہی تھیں۔ کئی مردوں کے ساتھ عورتیں بھی تھیں لیکن بائیں کونے والی میز پر کیپٹن راجر اکیلا بیٹھا اپنی میز کے پاس آنے والی ویٹرس کو دیکھ رہا تھا جو اس کے لئے شراب لائی تھی۔ لڑکی نے آگے جھکتے ہوئے گلاس میز پر رکھا تو کیپٹن راجر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ ویٹرس بھی جواب میں مسکرائی اور اٹھلاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اتنی دیر میں عمران اور جولیا کیپٹن راجر کی میز کے قریب پہنچ گئے۔ کیپٹن راجر نے میز سے گلاس اٹھایا مگر پھر عمران اور جولیا کو دیکھ کر چونک پڑا۔

''ہیلو کیپٹن راجر۔ کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں''...... جولیا نے لبوں پر دلکش مسکراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں''...... اپنے نام پر کیپٹن راجر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''بیٹھنے کی اجازت دو تو اجنبیت محسوس نہیں کرو گے''...... جولیا نے شوخ سی آواز میں کہا۔

''بیٹھیں۔ بیٹھیں''...... کیپٹن راجر نے جولیا کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو جولیا ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

''آپ بھی تشریف رکھیں کرنل''...... جولیا نے عمران کی طرف دیکھ کر

کہا تو کیپٹن راجر چونک کر غور سے عمران کو دیکھنے لگا۔ عمران لا پروائی سے دائیں جانب رکھی کرسی پر بیٹھ گیا تو کیپٹن راجر دوبارہ اپنے سامنے بیٹھی جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

''نیوی کمانڈر کرنل ہیرالڈ میری ڈیڈی تھے اور مجھے ڈینی ہیرالڈ کہتے ہیں''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ کرنل ہیرالڈ۔ وہ تو گزشتہ برس انتقال کر گئے تھے''...... کیپٹن راجر نے بے اختیار چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔اب میں اپنے بنگلے میں تنہا رہتی ہوں کیونکہ ممی آج کل فلوریڈا گئی ہوئی ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں کرنل رابرٹ میرا خیال رکھتے ہیں۔ یہ ریٹائرڈ ہیں اور بیوی بچے نہ ہونے کے سبب میرے ساتھ رہتے ہیں ان کا بنگلہ ہمارے پڑوس میں ہے''...... جولیا نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو کیپٹن راجر نے ہیلو کہتے ہوئے عمران کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ عمران نے جواباً کمزور سی آواز میں ہیلو کہہ کر اس سے مصافحہ کیا۔

''آپ لوگوں سے مل کر مجھے بے حد مسرت ہو رہی ہے''...... کیپٹن راجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے بھی کیونکہ میں نے بھی نیوی میں ساری زندگی گزاری ہے اور نیوی میں میرے بے شمار شاگرد ہیں''...... عمران نے کہا۔

''آپ لوگوں کے لئے کیا منگواؤں۔ وہسکی یا شیمپئن''...... کیپٹن راجر نے جولیا سے کہا۔

''نہیں۔ یہاں میرے ڈیڈی کے کئی جاننے والے آتے جاتے ہیں۔

البتہ تمہارے بنگلہ میں، میں آزادی سے ڈرنک کرسکتی ہوں۔ وہاں کون کون رہتا ہے''...... جولیا نے بے تکلفانہ انداز میں کہا تو کیپٹن راجر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''کوئی نہیں۔ صرف میں اور دو ملازم ہیں۔ کیا آپ ابھی چلیں گی''۔ کیپٹن راجر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کا کیا خیال ہے کرنل۔ کچھ وقت راجر کے ساتھ گزارا جا سکتا ہے''...... جولیا نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تین گھنٹے ہیں۔ گیارہ بجے ڈنر کر کے گھر واپس جانا ہوتا ہے''...... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

''آل رائٹ کیپٹن۔ آؤ چلیں۔ البتہ تمہیں ہمارے ساتھ ڈنر کرنا ہو گا''...... جولیا نے مسکرا کر کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی تو کیپٹن راجر اور عمران بھی کھڑے ہو گئے۔ کیپٹن راجر نے ایک بڑا نوٹ پرس سے نکال کر شراب کے گلاس کے نیچے دبایا جو اسے پینا نصیب نہیں ہوا تھا اور پھر ہال کے دروازے کی طرف بڑھا تو جولیا اور عمران بھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔

''آپ کے پاس گاڑی ہے''...... ہال سے باہر آ کر کیپٹن راجر نے گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''تھی لیکن انجن میں کچھ خرابی تھی ابھی ورکشاپ میں پہنچا کر یہاں آئے تھے''...... جولیا نے کہا۔

''میری کار باہر موجود ہے۔ کیا کرنل بھی ہمارے ساتھ جائیں گے''۔

کیپٹن راجر نے گیٹ سے باہر آ کر کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ ہم نے رات کا کھانا گرین ہوٹل میں کھانا ہے"۔ جولیا نے سر ہلا کر کہا۔

"فکر مت کرو کیپٹن راجر۔ تم دونوں آزادی سے ڈرنک کرنا۔ میں دوسرے کمرے میں کچھ دیر آرام کر لوں گا۔ ویسے بھی میں صرف رات کے کھانے کے بعد ایک آدھ پیگ لیا کرتا ہوں"...... عمران نے مسکرا کر معنی خیز لہجے میں کہا تو کیپٹن راجر بھی مسکرا دیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں کیپٹن راجر کی کار کی عقبی نشست پر بیٹھے تھے اور کیپٹن راجر ڈرائیونگ کرتا ہوا وقفہ وقفہ سے سامنے لگے آئینے میں جولیا کے حسن سے آنکھیں سینک رہا تھا۔

"اوہ۔ میرا پرس تو کار میں ہی رہ گیا کرنل"...... نیول کالونی والی سڑک پر مڑتے ہی جولیا نے پریشان لہجے میں عمران سے کہا تو کیپٹن راجر نے چونک کر آئینے میں عمران اور جولیا کی طرف دیکھا۔

"اتفاق سے مجھے بھی شناختی کارڈ اور دوسرے کاغذات کار سے نکالنے یاد نہیں رہے۔ وہ ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھے تھے"...... عمران نے جواباً کہا۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے ورکشاپ جا کر پرس اور آپ کے کاغذات لے آتے ہیں"...... جولیا نے کہا۔

"لمبا چکر پڑ جائے گا مس ڈینی۔ بہرحال کیپٹن راجر ہمارے ساتھ ہیں۔ ہماری شناخت کرا دیں گے"...... عمران نے کہا اور کیپٹن راجر کی

طرف دیکھا۔

"کرنل ٹھیک کہہ رہے ہیں مس ڈینی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"...... کیپٹن راجر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہم لنچ ٹائم کالونی سے نکلے تھے۔ ہو سکتا ہے اس وقت ڈیوٹی پر ایسے گارڈ موجود ہوں جو ہمیں نہ پہچانتے ہوں"...... جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"نو پرابلم۔ گارڈز مجھے تو پہچانتے ہیں اور آپ دونوں میرے گیسٹ کے طور پر میرے گھر جا رہے ہیں"...... کیپٹن راجر نے مسکراتے ہوئے کہا اور چند لمحوں بعد نیول کالونی کے داخلی گیٹ پر کار روکی جہاں دو سیکورٹی گارڈز موجود تھے۔ انہوں نے کیپٹن راجر کو سلام کیا اور قریب آ گئے۔ کیپٹن راجر نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر ایک گارڈ کو دکھایا۔

"یہ میرے انکل کرنل رابرٹ اور میری کزن مس ڈینی ہیں۔ ڈنر کے بعد واپس جائیں گے"...... کیپٹن راجر نے گارڈ سے کہا تو وہ دونوں مطمئن ہو کر پیچھے ہٹے اور ایک گارڈ نے گیٹ کھول دیا کیپٹن راجر نے کار آگے بڑھائی اور کالونی میں داخل ہو کر رفتار بڑھا دی۔ دو تین سڑکوں پر گھومنے کے بعد اس نے ایک بنگلہ کے گیٹ پر کار روکی اور ہارن بجایا تو اندر موجود گارڈ نے فوراً ہی گیٹ کھول دیا۔ چند لمحوں بعد عمران اور جولیا کیپٹن راجر کی رہنمائی میں شاندار ڈرائنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔

صفدر، چوہان اور خاور کی کار شہر سے باہر جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھی اس کی منزل ولنگٹن سے تقریباً پچاس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع آرمی ایرئیس تھا۔ چوہان اور خاور عقبی نشست پر بیٹھے تھے جبکہ صفدر ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ عمران کی ہدایات کے مطابق تقریباً تیس کلو میٹر کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا۔ اس قصبہ سے آگے ایئر بیس تک ہر پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر چیک پوسٹیں قائم تھیں لیکن صفدر نے قصبے سے نکلتے ہی بائیں جانب جانے والی ایک چھوٹی سی سڑک پر کار موڑ دی۔ یہ سڑک تقریباً پندرہ کلو میٹر دور ایک گاؤں کی طرف جاتی تھی۔ اس گاؤں سے آگے ایک جنگل تھا جو ایئر بیس تک پھیلا ہوا تھا۔ جنگل اور ایئر بیس کی باؤنڈری وال کے درمیان ایک کلو میٹر کا علاقہ بنجر تھا جس میں خودرو جھاڑیاں اور اونچے نیچے ٹیلے واقع تھے۔ صفدر نے گاؤں سے دو کلو میٹر پیچھے ہی کار کی ہیڈ لائٹس سمیت تمام بتیاں بجھا دیں اور ستاروں کی روشنی میں کار دوڑاتا رہا۔

چند منٹ بعد وہ گولڈن ٹاؤن کے قریب جا پہنچے۔ سڑک کے کنارے ایک بورڈ پر اس گاؤں کا نام گولڈن ٹاؤن لکھا تھا۔ صفدر نے گاؤں کی عمارتوں سے تقریباً سو قدم پیچھے کار سائیڈ پر روکی اور انجن بند کر دیا۔

''تم دونوں ہوشیار رہو۔ میں کار چھپانے کے لئے کوئی مناسب عمارت دیکھتا ہوں''...... صفدر نے خاور اور چوہان سے کہا اور کار سے اتر کر پیدل ہی آگے بڑھنے لگا۔ گاؤں کے آغاز میں بڑے بڑے احاطے والی عمارتیں تھیں جو شاید گودام تھے۔ اس وقت سڑک پر عمارتوں کے آس پاس کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا اور وہاں نیم تاریکی تھی البتہ گاؤں کی مرکزی آبادی میں روشنی تھی۔ چند لمحوں بعد صفدر بائیں جانب کی عمارت کے بیرونی گیٹ کے قریب جا پہنچا۔ گیٹ کے پہلو میں دیوار پر بڑے بڑے حروف میں کاٹن گودام لکھا تھا لیکن گیٹ بند تھا اور اس پر بھاری تالا لگا ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اندر کوئی نہ تھا۔ صفدر نے گیٹ میں واقع ایک سوراخ سے آنکھ لگا کر اندر کا جائزہ لیا تو ستاروں کی روشنی میں کمپاؤنڈ خالی دکھائی دیا۔ شاید کپاس کا سیزن نہ ہونے کے سبب گودام بند تھا۔ بائیں جانب کونے میں چھوٹی سی عمارت تاریک نظر آ رہی تھی جو دو کمروں پر مشتمل تھی اور شاید آفس کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ اس عمارت کے پہلو میں آہنی شیڈ کے نیچے ایک کار کھڑی تھی۔ شیڈ دوسرے کونے تک تھا لیکن گیٹ کے سوراخ سے داہنی جانب کا منظر نظر نہ آ رہا تھا۔

صفدر نے اندر کا جائزہ مکمل کرنے کے بعد جیب سے سائیلنسر ڈ

ریوالور نکالا اور تالے کے سوراخ پر رکھ کر فائر کیا تو تالا بے کار ہو گیا۔

صفدر نے تھوڑا سا گیٹ کھول کر چہرہ اندر کیا اور دائیں جانب کا جائزہ لیا تو اس طرف شیڈ کے نیچے دو موٹر سائیکل اور ایک مشین جو کہ کپاس کے بنڈل بنانے میں استعمال ہوتی تھی، دکھائی دی۔ مطمئن ہو کر صفدر اندر آیا اور گیٹ بند کر کے دائیں جانب شیڈ کے نیچے موجود موٹر سائیکلوں کی طرف بڑھ گیا۔ شیڈ کے نیچے آ کر اس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور روشنی میں دونوں موٹر سائیکلوں کا جائزہ لیا تو وہ ان آرڈر اور فور اسٹروک تھیں۔ ان کے ہینڈل لاک تھے بہرحال انہیں استعمال کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ صفدر نے واچ ٹرانسمیٹر پر چوہان کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور اسے کال کرنے لگا۔

”ہیلو چوہان۔ صفدر کالنگ۔ اوور“...... صفدر نے آہستہ آواز میں کہا۔

”یس صفدر۔ چوہان اٹینڈنگ یو۔ اوور“...... ایک لمحہ بعد جواب میں ٹرانسمیٹر سے چوہان کی آواز ابھری۔

”میں پہلی عمارت میں موجود ہوں تم کار لے کر آؤ۔ میں گیٹ کھولتا ہوں۔ اوور اینڈ آل“...... صفدر نے مختصراً کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر کے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر اس نے گیٹ پورا کھول دیا۔ جلد ہی کار قریب آ گئی اور اس کے اندر آتے ہی صفدر نے گیٹ بند کر دیا۔ اس کے اشارے پر چوہان نے کار شیڈ کے نیچے جا کر روکی اور انجن بند کر دیا۔ صفدر قریب پہنچا تو خاور اور چوہان کار سے باہر آ گئے۔ پھر انہوں نے کار کی سیٹوں کے نیچے موجود اسلحہ اور دیگر ضروری سامان نکالا

اور اپنی جیبوں میں محفوظ کر لیا۔

چند لمحوں بعد وہ موٹر سائیکلوں کے لاک توڑ کر انجن اسٹارٹ کئے بغیر باہر لے آئے۔ خاور نے گیٹ بند کیا اور گودام کے پہلو میں آ کر اس طرف پھیلے کھیتوں میں آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دور آ کر صفدر نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور خاور اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ چوہان نے بھی صفدر کی تقلید کی اور پھر دونوں موٹر سائیکل کھیتوں کی درمیانی پگڈنڈی پر دوڑنے لگے۔ موٹر سائیکلوں کے انجنوں کی آواز زیادہ نہ تھی۔ وہ کھیتوں کھیتوں میں سفر کرتے ہوئے گاؤں کی عمارتوں سے کافی دور سے گزرے اور پھر رخ بدل کر جنگل کی طرف بڑھنے لگے جو وہاں سے تھوڑے فاصلے پر شمالاً جنوباً پھیلا ہوا تھا۔

وہ ہیڈ لائٹس روشن کئے بغیر جنگل کے قریب پہنچے اور خاور نے پنسل ٹارچ روشن کر کے ہاتھ میں لے لی۔ جنگل زیادہ گھنا نہ تھا۔ وہ جنگل میں داخل ہوئے اور درختوں، جھاڑیوں سے بچتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ جنگل میں سست رفتاری سے سفر کرتے ہوئے انہوں نے نصف گھنٹہ میں تقریباً پانچ کلو میٹر فاصلہ طے کیا اور پھر جنگل چھدرا ہونے لگا اور درختوں کے درمیان فاصلہ بڑھنے لگا تو وہ سمجھ گئے کہ جنگل ختم ہونے والا ہے۔ چنانچہ مزید کچھ دور آ کر صفدر نے موٹر سائیکل روکی تو اس کے عقب میں چوہان نے بھی موٹر سائیکل روک دی۔ انجن بند کر کے دونوں موٹر سائیکلوں کو گھنی جھاڑیوں میں چھپانے کے بعد وہ تینوں پیدل ہی آگے بڑھنے لگے۔ صفدر نے پنسل ٹارچ روشن کر رکھی تھی مگر روشنی کا محدود دائرہ زمین

پر پڑ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جنگل کے آخری درختوں کے قریب پہنچے تو انہیں کافی فاصلے پر روشنیاں دکھائی دینے لگیں جو یقیناً ایئر بیس کی تھیں مگر راستے میں حائل ٹیلوں کے سبب ایئر بیس کی عمارتیں ان کی نگاہوں سے اوجھل تھیں۔ انہوں نے درختوں کی آڑ میں رک کر جنگل سے باہر کا جائزہ لیا۔ جنگل اور ایئر بیس کے درمیان کوئی چیک پوسٹ نہیں تھی لیکن صفدر کو یقین تھا کہ ایئر بیس کی حفاظت کے لئے وہاں واچنگ کا انتظام ضرور ہو گا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر درختوں سے نکلا اور محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔

ابھی انہوں نے تقریباً نصف کلو میٹر ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک ایک آواز سن کر صفدر رک گیا۔ آواز کسی گاڑی کے انجن کی معلوم ہوتی تھی اور دائیں جانب کچھ فاصلے سے ابھر رہی تھی۔

''لگتا ہے کوئی پٹرولنگ گاڑی گشت پر ہے''...... چوہان نے کہا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے لیکن ٹیلوں کی وجہ سے وہ نظر نہیں آ رہی''...... صفدر نے دائیں جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''شاید وہ دائیں سے بائیں جا رہی ہے۔ اس کے گزر جانے کا انتظار کرنا چاہئے''...... خاور نے جلدی سے کہا۔

''نہیں۔ آؤ۔ ابھی وہ کافی فاصلے پر ہے۔ ہمیں اس کے راستے کے قریبی ٹیلے کے پاس پہنچنا ہے''...... صفدر نے کہا اور دوبارہ آگے بڑھنے لگا تو خاور اور چوہان بھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ گاڑی کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی جو یقیناً کوئی جیپ تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس جیپ کی

ہیڈ لائٹس نظر آنے لگیں مگر اس کا رخ بائیں سمت میں تھا۔ جلد ہی وہ لوگ درمیان میں حائل ایک بڑے ٹیلے کے قریب جا پہنچے اور اسی لمحے وہ جیپ ٹیلے کی دوسری جانب سے گزر کر بائیں جانب بڑھتی دکھائی دینے لگی۔ وہ تینوں ٹیلے کی آڑ میں رک کر جیپ کی طرف دیکھنے لگے۔ جیپ میں ڈرائیور کے ساتھ ایک آدمی بیٹھا تھا جبکہ عقبی حصے میں بھی دو فوجی بیٹھے تھے۔ جلد ہی وہ جیپ اگلے ٹیلوں کی آڑ میں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

''اب آگے بڑھنا چاہئے''...... چند لمحوں بعد چوہان نے کہا۔

''نہیں۔ ہو سکتا ہے جیپ زیادہ دور نہ جائے اور ٹرن لے کر واپس آ جائے۔ ذرا انتظار کرو''...... صفدر نے آہستہ سے کہا تو خاور اور چوہان سامنے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس طرف تقریباً دو سو قدم کے فاصلے پر ایئر بیس کی باؤنڈری وال پر جلنے والی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں لیکن روشنی ٹیلے تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ چند لمحے ہی گزرے تھے کہ جیپ کی معدوم ہوتی آواز دوبارہ تیز ہونے لگی۔

''جیپ واپس آ رہی ہے''...... چوہان نے چونکتے ہوئے کہا تو صفدر اور خاور بھی بائیں جانب دیکھنے لگے۔

''ہالٹ۔ کوئی حرکت نہ کرے۔ ورنہ چھلنی کر دیئے جاؤ گے''...... اسی لمحے ان تینوں کے عقب سے ایک غراتی ہوئی تحکمانہ آواز بلند ہوئی اور وہ بے اختیار اچھل پڑے۔ انہوں نے چہرے گھما کر پیچھے دیکھا تو ان سے تین قدم کے فاصلہ پر دو فوجی گارڈز کھڑے تھے اور انہوں نے مشین

گنوں سے صفدر، خاور اور چوہان کو نشانے پر لے رکھا تھا۔

”ہاتھ بلند کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ کسی قسم کی غلط حرکت کا نتیجہ موت ہو گی“...... ان میں سے ایک نے پہلے کی طرح غراہٹ بھرے لہجے میں کہا تو صفدر نے پہل کرتے ہوئے ہاتھ بلند کئے اور اس کے دونوں ساتھی بھی ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ اس اچانک پیدا ہونے والی سچویشن نے انہیں قدرے نروس کر دیا تھا۔

”کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو“...... ایک گارڈ نے سخت لہجے میں ان سے کہا۔

”ہمارا تعلق سی آئی اے سے ہے اور ہم ایئربیس کی سیکورٹی پوزیشن چیک کرنے آئے ہیں۔ اپنے کسی آفیسر کو بلاؤ۔ ہم اسے اپنی شناخت کرا دیں گے“...... صفدر نے ایکریمین لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔ سی آئی اے کا یہاں کی سیکورٹی سے کیا تعلق۔ فوراً اپنی شناخت کراؤ“...... دوسرے گارڈ نے صفدر کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ جیپ کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

”نہیں۔ یہ سیکرٹ معاملہ ہے مسٹر۔ ہم کسی میجر یا کرنل سے کم رینک والے کو نہیں بتائیں گے اور اگر تم نے مزید بکواس کی تو تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ میرا نام گورڈن اور یہ دونوں میرے ماتحت ہیں“...... اس مرتبہ صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو ایک لمحہ کے لئے دونوں گارڈز خاموش رہے۔

”ٹھیک ہے۔ پٹرولنگ گاڑی آ رہی ہے۔ کیپٹن فریڈ سے بات کرنا۔

چلو“...... پہلے گارڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ہاتھ سے اس طرف اشارہ کیا جس طرف سے جیپ آ رہی تھی تو خاور اور چوہان پریشان ہو گئے لیکن صفدر اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دے چکا تھا۔ چنانچہ وہ مڑا اور آگے بڑھا تو چوہان اور خاور نے بھی اس کی تقلید کی اور دونوں فوجی گارڈز ان کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ وہ لوگ ٹیلے کی دوسری جانب پہنچے تو بائیں جانب سے آنے والی جیپ کی ہیڈ لائٹس ان پر پڑنے لگی جو ابھی کافی فاصلے پر تھی مگر پھر یکدم اس کی رفتار تیز ہو گئی۔ یقیناً جیپ والوں نے انہیں ہینڈز اپ کی پوزیشن میں دیکھ لیا تھا۔

ان کے عقب میں آنے والے گارڈز چوکنے تھے۔ ان کے حکم پر وہ جیپ کے راستے میں رک گئے۔ جلد ہی فوجی جیپ قریب آ کر ان کے سامنے رک گئی اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا فوجی افسر جیپ سے اترا تو جیپ کے عقبی حصے سے بھی دونوں فوجی اترے اور انہوں نے فوراً ہی کندھوں سے مشین گنیں اتار کر صفدر، چوہان اور خاور پر تان لیں۔ فوجی افسر جو یقیناً کیپٹن فریڈ تھا دو قدم کے فاصلے پر رک کر غور سے انہیں دیکھنے لگا۔

”کون ہیں یہ اور تم نے انہیں کہاں سے پکڑا ہے“...... کیپٹن فریڈ نے پیچھے کھڑے گارڈز سے پوچھا۔

”سر۔ یہ لوگ ٹیلے کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ خود کو سی آئی اے سے متعلق بتاتے ہیں“...... ایک گارڈز نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کیپٹن فرید بے اختیار چونکا۔ اس نے اپنی جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر روشن کی اور ان تینوں کے چہروں پر باری باری روشنی ڈالی۔

"مگر یہاں ان کا کیا کام۔ کیا انہوں نے اپنی شناخت کرائی ہے"۔ کیپٹن فریڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نو سر۔ اس شخص نے اپنا نام میجر گورڈن بتایا ہے اور باقی دونوں اس کے ماتحت ہیں۔ یہ خفیہ طور پر ایئر بیس کے سیکورٹی انتظامات چیک کرتے پھر رہے ہیں اور صرف کسی کرنل یا میجر کو اپنی شناخت کرا سکتے ہیں۔ اس لئے ہم انہیں یہاں لائے ہیں تاکہ آپ خود ان سے پوچھ گچھ کریں"۔ گارڈ نے جواب میں کہا اور ہاتھ سے صفدر کی طرف اشارہ کیا تو کیپٹن غور سے صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا یہ گارڈ درست کہہ رہا ہے"...... کیپٹن فریڈ نے قدرے نرم لہجے میں صفدر سے کہا۔

"ہاں کیپٹن۔ لیکن یہ بالکل اجڈ اور بدتمیز ہے۔ میں ایئر بیس کمانڈر سے اس کی شکایت کروں گا"...... صفدر نے سر ہلاتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔

"سوری سر۔ سولجرز صرف احکامات کے پابند ہوتے ہیں اور اس ممنوعہ ایریا میں نظر آنے والے کسی سویلین کو دیکھتے ہی شوٹ بھی کر سکتے ہیں۔ آپ اپنی شناخت کرائیں"...... کیپٹن فریڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سوری کیپٹن۔ ہم سیکرٹ مشن پر شناختی کارڈز لے کر نہیں نکلتے۔ تم اپنے سیکورٹی چیف کو بلاؤ یا ہمیں اس کے پاس لے چلو۔ ہم اسے اصل معاملہ بتا دیں گے۔ چلو وقت ضائع ہو رہا ہے۔ ہمیں ابھی اپنا کام بھی مکمل کرنا ہے"...... صفدر نے سخت لہجے میں کہا اور ہاتھ گرا دیئے تو خاور

اور چوہان نے بھی ہاتھ نیچے کر لئے۔

"او کے۔ انہیں پیچھے بٹھاؤ"...... کیپٹن فریڈ نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد جیپ سے اترنے والے گارڈز سے کہا تو صفدر خود ہی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تینوں جیپ کے عقبی حصے میں نشستوں پر بیٹھ گئے جبکہ دونوں گارڈز ان کے دائیں بائیں دروازے کے قریب بیٹھے اور کیپٹن فریڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے حکم پر ڈرائیور نے جیپ آگے بڑھا دی۔ دونوں گارڈز اپنی مشین گنیں اپنے گھٹنوں پر رکھے بیٹھے تھے۔ صفدر فرنٹ سیٹ کے عقب میں اور اس کے ساتھ چوہان بیٹھا تھا جبکہ خاور، چوہان کے سامنے بیٹھا تھا۔ جیپ مخصوص راستے پر دوڑ رہی تھی۔ صفدر نے کن انکھیوں سے گارڈز کی طرف دیکھا تو وہ دونوں اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"کیپٹن۔ کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں"...... صفدر نے کیپٹن فریڈ کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیوں نہیں۔ کیا سگریٹ دوں"...... کیپٹن فریڈ نے پیچھے دیکھے بغیر کہا تو صفدر نے اس کا شکریہ ادا کر کے اپنی داہنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"کیپٹن ٹاور۔ لائٹر دو"...... صفدر نے سامنے بیٹھے خاور سے کہا تو خاور اور چوہان اس کا مطلب سمجھ گئے اور دوسرے ہی لمحے ان تینوں نے بیک وقت اپنی جیبوں سے ریوالور نکال لیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں گارڈز سنبھلتے، خاور اور چوہان دونوں گارڈز پر ریوالور تان چکے تھے جبکہ صفدر نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے کیپٹن فریڈ کے سر سے ریوالور کی نال لگا دی تھی۔

کیپٹن فریڈ نے جلدی سے چہرہ موڑنے کی کوشش کی۔

''کیپٹن فریڈ۔ جیپ روکو ورنہ کھوپڑی اڑا ڈالوں گا۔ تم دونوں بھی ہاتھ بلند کر لو''...... صفدر نے کیپٹن فریڈ کو حکم دینے کے ساتھ ہی گارڈز کو بھی حکم دیا اور انہوں نے گھبرا کر فوراً ہی ہاتھ اٹھا دیئے تو خاور اور چوہان نے ان کی گود میں رکھی مشین گنیں اٹھا کر فرش پر ڈال دیں۔

''روکو''...... کیپٹن فریڈ نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں ڈرائیور سے کہا تو ڈرائیور نے جیپ روک دی۔

''تم بھی ہاتھ بلند کر لو ڈرائیور ورنہ کیپٹن فریڈ کے سر میں گولی اتر جائے گی اور کسی کو فائر کی آواز بھی نہیں سنائی دے گی۔ ہمارے ریوالور سائیلنسر ڈ ہیں''...... صفدر نے ڈرائیور سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو اس نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

''تم۔ تم کون ہو۔ کیا چاہتے ہو''...... کیپٹن فریڈ نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

''پہلے نیچے اترو۔ بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو مارے جاؤ گے''...... صفدر نے سرد لہجے میں کہا تو کیپٹن فریڈ اور ڈرائیور جیپ سے اتر آئے۔ خاور اور چوہان دونوں سپاہیوں پر نگاہیں جمائے بیٹھے تھے۔ صفدر سیٹ پھلانگ کر فرنٹ سیٹ پر آیا اور جیپ سے اتر کر اس نے باہر کھڑے کیپٹن فریڈ کو ریوالور سے کور کر لیا۔

''انہیں باہر لے آؤ کیپٹن ٹاور''...... صفدر نے بلند آواز سے کہا۔ اس جگہ دور تک کوئی اور شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ بائیں جانب چند قدم کے

فاصلے پر ایک ٹیلا تھا۔ نادر نے پاہیوں کو اترنے کا حکم دیا اور دونوں سپاہی ہاتھ اٹھائے جیپ سے اترے تو خاور اور چوہان بھی ان پر ریوالور تانے جیپ سے باہر آ گئے۔

''اس ٹیلے کی طرف چلو''...... صفدر نے کیپٹن فریڈ سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو کیپٹن فریڈ ہاتھ اٹھائے ٹیلے کی طرف بڑھا تو صفدر نے اس کی کمر سے ریوالور لگا دیا۔ ڈرائیور اور دونوں سپاہی بھی چوہان اور خاور کے اشارے پر ٹیلے کی جانب بڑھنے لگے۔ ٹیلے کی آڑ میں پہنچ کر صفدر نے کیپٹن فریڈ کو رکنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے چوہان اور خاور نے عقب سے دونوں سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ ریوالور کے دستوں کی سروں پر پڑنے والی ضربوں سے سپاہی کراہتے ہوئے لڑکھڑائے اور زمین پر ڈھیر ہو گئے جبکہ چوہان نے فوراً ہی ریوالور کا رخ ڈرائیور کی طرف کر دیا جو سپاہیوں کے کراہیں سن کر ان کی طرف مڑا تھا۔ کیپٹن فریڈ نے چہرہ گھما کر پیچھے دیکھا اور سپاہیوں کو گرا ہوا دیکھ کر گھبرا گیا۔

''کیا۔ کیا تم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے''...... کیپٹن فریڈ نے دہشت زدہ لہجے میں صفدر سے کہا۔

''فی الحال تو یہ بے ہوش ہیں لیکن اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو تمہارے بعد انہیں بھی ختم کر دیا جائے گا۔ میرے چند سوالوں کے جواب دو''...... صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو اس کی دھمکی سن کر کیپٹن فریڈ کانپنے لگا۔ صفدر اس سے ائیر بیس کے سیکورٹی انتظامات سے

متعلق سوالات کرنے لگا۔ کیپٹن فریڈ خوفزدہ سی آواز میں جواب دیتا رہا۔ آخر میں صفدر نے ڈرائیور اور دونوں سپاہیوں کے نام دریافت کئے۔

''کیا تم لوگ واقعی سی آئی اے کے ممبرز ہو''...... کیپٹن فریڈ نے کہا۔

''ہاں۔ اور اب غور سے سن لو۔ ابھی ہم تمہارے ساتھ ائیر بیس جائیں گے تمہارے ان ماتحتوں کی یونیفارم میں۔ اس دوران تم ہمارے نشانے پر رہو گے اور جیسے ہی تم نے کسی کو اشارہ کرنے یا ہمارے بارے میں بتانے کی کوشش کی گولی تمہارے جسم میں سوراخ کر دے گی۔ ہم تمہارے ساتھ ہی یہاں واپس آئیں گے اور تمہیں چھوڑ کر واپس شہر چلے جائیں گے۔ ہمارا مقصد صرف سیکورٹی انتظامات کو چیک کرنا ہے''۔ صفدر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی خاور کو اشارہ کر دیا تو خاور نے اپنے آگے کھڑے ڈرائیور کے سر پر ریوالور کا دستہ رسید کیا اور ڈرائیور بھی زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ صفدر نے خاور اور چوہان کو ہدایات دیں اور جلدی سے دونوں سپاہیوں اور ڈرائیور کے لباس اتارنے لگے۔

چند لمحوں بعد کیپٹن فریڈ جیپ کی فرنٹ سیٹ پر اور ڈرائیور کی یونیفارم میں خاور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ صفدر اور چوہان دونوں سپاہیوں کے لباس پہنے جیپ کے عقبی حصے میں بیٹھے تھے اور صفدر نے ریوالور کی نال کیپٹن فریڈ کی گردن سے لگا رکھی تھی۔ خاور نے جیپ اسٹارٹ کی اور ائیر بیس کی طرف دوڑانے لگا۔

''کیپٹن فریڈ۔ ڈرائیور کو گائیڈ کرتے رہو''...... صفدر نے کیپٹن فریڈ سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن فریڈ کے اشارے پر خاور نے باؤنڈری وال کے اختتام پر پہنچ کر مغربی جانب جیپ موڑ دی۔ اس جانب ائیر بیس کا داخلی گیٹ تھا۔ خاور، چوہان اور صفدر نے اپنی اپنی فوجی کیپ کا گوشہ پیشانی پر جھکا رکھا تھا تاکہ فوری طور پر انہیں پہچانا نہ جا سکے۔ پھر بھی تینوں بے حد محتاط تھے اور جیسے جیسے جیپ ائیر بیس کے گیٹ کے قریب جا رہی تھی ان کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

نیول ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر پہنچ کر کیپٹن راجر نے کار روکی تو گیٹ پر موجود گارڈز میں سے ایک گارڈ جیپ کے قریب آ گیا اور اس نے کیپٹن راجر کو سلام کیا۔ کیپٹن راجر نے اپنے ہاتھ میں موجود اپنا محکمانہ شناختی کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔ گارڈ نے کارڈ لے کر دیکھا اور ایک لمحہ بعد واپس دے دیا پھر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی خوبصورت لڑکی کی طرف دیکھا تو لڑکی مسکرا دی۔

''سر۔ کیا آپ ڈیوٹی پر آئے ہیں''...... گارڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ ڈیوٹی تو شام کو ختم کر کے چلا گیا تھا۔ ابھی کسی ایمرجنسی کام کے لئے میرے آفیسر میجر ہڈسن نے فون کر کے مجھے فوراً اپنے آفس پہنچنے کا حکم دیا تھا چنانچہ ڈنر ادھورا چھوڑ کر آنا پڑا''...... کیپٹن راجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ خاتون بھی آپ کے ساتھ جائیں گی آفس میں''...... گارڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ یہ میری دوست مس روزی ہیں۔ ہم دونوں ہوٹل میں ڈنر کر رہے تھے۔ واپس جا کر دوبارہ ڈنر کریں گے۔ یہ میری کار میں بیٹھی رہیں گی''...... کیپٹن راجر نے جواب میں کہا۔

''سوری سر۔ ہمیں اجازت نہیں ہے کہ کسی سول فرد کو اندر جانے دیں۔ آپ گاڑی باہر ہی پارک کر کے اندر جا سکتے ہیں''...... گارڈ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''آل رائٹ۔ روزی تمہیں چند منٹ انتظار کرنا پڑے گا''...... کیپٹن راجر نے روزی کی طرف دیکھ کر کہا اور کار پیچھے ہٹا کر دائیں جانب دیوار کے پاس لے آیا۔

''ہوشیار رہنا جولیا۔ کام ہونے پر میں واچ ٹرانسمیٹر پر تمہیں سگنل دے دوں گا''...... کیپٹن راجر نے انجن بند کر کے روزی سے سرگوشی کے انداز میں کہا اور کار کی اندرونی لائٹ آف کر دی۔ کیپٹن راجر اصل میں عمران ہی تھا۔ کیپٹن راجر کو اس کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی عمران نے ریوالور سے کور کر لیا تھا اور اس سے اس کی آفس مصروفیات کے علاوہ یہاں کے بارے میں کافی معلومات حاصل کرنے کے بعد اس نے کیپٹن راجر کو بے ہوش کر دیا اور پھر اس نے باری باری کیپٹن راجر کے ایک ملازم بارچی اور گارڈ کو بھی کمرے میں طلب کر کے بے ہوش کر ڈالا تھا۔ اس کے بعد وہ جولیا کے ساتھ کیپٹن راجر کی کار میں بنگلے

سے نکلا تھا۔ نیول کالونی ہیڈکوارٹر کی طرف آتے ہوئے اس نے جولیا کو ہدایت کی تھی کہ وہ اکیلا ہی ہیڈکوارٹر میں داخل ہوگا اور جولیا کار میں بیٹھی رہے گی کیونکہ کیپٹن راجر کے بیان کے مطابق چھوٹے رینک کا کوئی اہلکار اپنے ساتھ کسی غیر سرکاری فرد کو ہیڈکوارٹر کے اندر نہیں لے جا سکتا تھا چاہے وہ اس کا بھائی یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لئے عمران نے جولیا کو پیشگی سارا پروگرام سمجھا دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ خطرے کی صورت میں وہ اس کا انتظار کئے بغیر فوراً ہی وہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے۔

وہ کار سے اتر کر واپس گیٹ پر آیا تو اس کے لئے گیٹ کھول دیا گیا۔ عمران اندر آیا تو اندر کھڑے گارڈ نے میٹل ڈیٹکٹر سے اسے چیک کیا اور مطمئن ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ سامنے کچھ فاصلے پر دائیں سے بائیں پھیلی ہیڈکوارٹر کی عمارتیں تھیں۔ کچھ عمارتیں ان کے عقب میں تھیں۔ داخلی گیٹ کے بائیں جانب وسیع پارکنگ لاٹ پر بے شمار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ دو گارڈز پارکنگ کے باہر کھڑے تھے جبکہ عمارتوں کے باہر بھی کئی نیوی گارڈز ڈیوٹی دے رہے تھے۔ عمران اطمینان سے قدم اٹھاتا ہوا عمارتوں کے قریب پہنچا اور بائیں جانب اس عمارت کی طرف بڑھ گیا جس کے باہر ایک بورڈ پر ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کے الفاظ لکھے تھے۔ برآمدے کے باہر دو گارڈز مستعد کھڑے تھے۔ عمران قریب پہنچا تو انہوں نے اسے سیلوٹ کیا اور عمران سر کے اشارے سے ان کے سلام کا جواب دیتا ہوا برآمدے میں داخل ہو گیا۔

برآمدے میں کئی راہداریاں تھیں جن میں دفاتر تھے لیکن اس وقت اکثر آفس روم بند تھے۔ کئی کمروں کے دروازے کھلے تھے جن سے ہلکی ہلکی انسانی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ عمران بائیں جانب کی راہداری میں مڑ گیا۔ اس میں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا اور آخری دو کمروں کے دروازے کھلے تھے۔ عمران نے بند کمروں کا جائزہ لیا۔ ان کے دروازوں میں خودکار لاک لگے تھے۔ راہداری کے اختتام پر ایک بڑے دروازے پر ''واش روم'' کی پلیٹ نصب تھی۔

عمران نے کھلے دروازوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے یوں سر جھکا لیا جیسے کسی سوچ میں گم ہو مگر اس نے کن انکھیوں سے ان کمروں کے اندر کا جائزہ لے لیا تھا۔ دونوں کمروں میں چند کلرک ٹائپ اہلکار بیٹھے کام میں مصروف تھے۔ عمران واش روم کے قریب پہنچا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر تین اطراف چھ واش روم بنے ہوئے تھے جن کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان میں کوئی شخص موجود نہ تھا۔ عمران سامنے کی جانب واقع ایک واش روم میں داخل ہوا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ باہر نکلا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر آیا۔ اس ادھیڑ عمر شخص نے عمران کو دیکھا تو ایک لمحہ کے لئے اس کے چہرے پر حیرت نمودار ہوئی پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر عمران کو سلام کیا اور دائیں جانب ایک واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ عمران راہداری میں آیا اور برآمدے کی طرف بڑھا مگر پھر یکدم اسے احساس ہوا کہ واش روم میں موجود شخص اس کے لئے

خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ یقیناً وہ کیپٹن راجر کو جانتا تھا اور اسی لئے اسے دیکھ کر اس آدمی کو حیرت ہوئی تھی کہ کیپٹن راجر اس وقت آفس کیوں آیا ہوا ہے یا اپنے آفس روم والی راہداری کا واش روم استعمال کرنے کی بجائے اس طرف کیوں آیا ہے۔

یہ خیال آتے ہی عمران واپس مڑا اور دبے پاؤں واش روم میں داخل ہوگیا۔ وہ شخص ابھی واش روم میں تھا اور اندر سے پانی گرنے کی آواز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ باہر آنے والا ہے۔ عمران کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر اس واش روم کے دروازے کے پاس آیا اور جیب سے ریوالور نکال لیا۔ یہ ریوالور گیٹ پر چیک نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ ریوالور اور چند ٹائم بم ایک خاص قسم کے پلاسٹک بیگ میں اس نے اپنی ران کے ساتھ باندھ رکھے تھے۔ یہ بیگ عمران نے سیکرٹ سروس کے لئے پاکیشیا کے اعلیٰ سائنسدان سے تیار کروائے تھے اور اس میں موجود کسی بھی قسم کی دھاتی چیز کی میٹل ڈیٹکٹر نشاندہی نہیں کر سکتا تھا۔ واش روم میں آ کر عمران نے تھیلی سے ریوالور اور ٹائم بم نکالے تھے اور ٹائم بموں پر وقت ایڈجسٹ کر کے جیبوں میں ڈال لئے تھے۔

چند لمحوں بعد واش روم کا دروازہ کھلا اور ادھیڑ عمر شخص پتلون کے بٹن بند کرتا ہوا باہر نکلا ہی تھا کہ عمران نے یکدم ایک ہاتھ سے اس کا منہ دباتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے ریوالور کا دستہ اس کے سر پر مارا اور وہ شخص اس کی گرفت میں جھولنے لگا۔ عمران نے ریوالور جیب میں رکھا اور اسے گھسیٹ کر واش روم میں لے آیا۔ وہ آدمی بے ہوش ہو چکا تھا اور

پانچ چھ گھنٹے سے پہلے اس کے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہ تھا لیکن عمران جانتا تھا کہ اس آدمی کے واپس نہ آنے پر اس کے ساتھی اس کی تلاش شروع کر دیں گے۔ عمران نے اسے فرش پر ڈالا اور اس کی کنپٹی پر سائیلنسرڈ ریوالور کی نال رکھ کر فائر کر دیا۔ اسے دس منٹ میں اپنا کام مکمل کر کے ہیڈکوارٹر سے باہر پہنچنا تھا اور اندیشہ تھا کہ اگر اس سے پہلے ہی اس شخص کو دریافت کر لیا گیا تو لازمی طور پر اس آدمی کو بے ہوش کرنے والے کی تلاش میں بیرونی گیٹ کو سیل کر دیا جائے گا۔

عمران نے واش روم کا نل کھولا اور باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ اطمینان سے واش روم سے نکلا اور ایک مرتبہ پھر برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ کھلے دروازوں کے سامنے سے وہ سر جھکا کر گزرا اور پھر ایک کمرے کے دروازے پر ایک لمحہ کے لئے رک گیا۔ اس نے جیب سے گھڑی سائز کا ٹائم بم نکالا اور دروازے کے آہنی ہینڈل کی اندرونی جانب لگایا تو ٹائم بم کے نیچے لگا ننھا سا میگنٹ ہینڈل سے چپک گیا اور عمران دوبارہ آگے بڑھ گیا۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ بائیں جانب کی راہداری میں مڑ گیا جس میں کیپٹن راجر کے بیان کے مطابق میجر ہڈسن کا آفس روم تھا۔ اس راہداری میں کوئی شخص موجود نہ تھا البتہ تیسرے اور پانچویں کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران دوسرے کمرے کے دروازے پر رکا اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد دروازے کے ہینڈل سے ایک ٹائم بم چپکانے کے بعد واپس مڑا اور برآمدے میں آ کر تیسری راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ائیر بیس کے گیٹ کے باہر گارڈز کھڑے تھے۔ قریب پہنچ کر کیپٹن فریڈ نے جیپ گیٹ کی طرف موڑی تو ہیڈ لائٹس کی روشنی گارڈز کے چہروں پر پڑی۔ صفدر نے فوراً کیپٹن فریڈ کی گردن سے ریوالور ہٹا کر آڑ میں کر لیا۔ ایک گارڈ نے مڑ کر گیٹ کھولا اور خاور نے رکے بغیر جیپ اندر داخل کر دی۔ گیٹ کے اندر بھی دائیں بائیں دو گارڈ کھڑے تھے۔ چوہان، صفدر اور خاور نے اپنی کیپ پیشانی پر جھکا رکھی تھی لیکن گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہوئے انہوں نے ایک لمحے کے لئے اپنے سر بھی جھکا لئے۔ ہیڈ لائٹ کی روشنی باہر کھڑے گارڈز کے چہروں پر پڑی تھی اس لئے وہ جیپ میں بیٹھے صفدر اور اس کے ساتھیوں کے چہرے واضح طور پر نہیں دیکھ سکے تھے لیکن چونکہ اندر کھڑے محافظ گیٹ کے دائیں بائیں تھے اس لئے ان کی نگاہیں ان تینوں کے چہرے پہچان سکتی تھیں لیکن گارڈز ان پر توجہ دیئے بغیر گیٹ بند کرنے لگے۔

کیپٹن فریڈ نے اندر آ کر خاور کو بائیں جانب واقع پارکنگ ایریا کی طرف جیپ موڑنے کے لئے کہا۔ پارکنگ میں بے شمار فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں مگر کوئی گارڈ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وسیع وعریض رن وے پر جگہ جگہ مختلف قسم کے ہیلی کاپٹرز اور طیارے کھڑے تھے۔ احاطے کی دوسری جانب تقریباً نصف کلو میٹر کے فاصلے پر ائیر بیس کی چند کاریں نظر آ رہی تھیں جو ایک دوسرے سے تقریباً تیس میٹرز کے فاصلے پر تھیں۔ پارکنگ سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ایک پٹرول پمپ تھا۔ کیپٹن فریڈ کے بیان کے مطابق تمام گاڑیاں اسی پمپ سے پٹرول اور ڈیزل لیتی تھیں۔ صفدر نے سفر کے دوران میں کیپٹن فریڈ کو ہدایت کر دی تھی کہ سب سے پہلے وہ پٹرول پمپ پر جائیں گے اور وہ وہاں سے جیپ میں پٹرول بھروائے گا چنانچہ کیپٹن فریڈ پارکنگ کے باہر سے گزرنے لگا۔ اس راستے کے دائیں جانب رن وے تھے۔ صفدر کے اشارے پر چوہان جیپ کے عقبی دروازے کے قریب جا بیٹھا اور جیسے ہی جیپ رن وے پر ایک لائن میں کھڑے چار میزائل بردار طیاروں کے عقب سے گزرنے لگی، چوہان نے جیب سے ایک ٹائم بم نکال کر طیاروں کی طرف اچھال دیا جو ایک طیارے کی دم کے نیچے جا گرا۔ جیپ میں ائیر بیس کی طرف آتے ہوئے صفدر تو کیپٹن فریڈ کی نگرانی کرتا رہا تھا اور چوہان ریسٹ واچ سائز کے ٹائم بموں پر ٹائم ایڈجسٹ کرتا رہا تھا۔

چوہان نے چند لمحوں بعد ایک اور جگہ کھڑے تین جنگی طیاروں کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک ٹائم بم ان طیاروں پر پھینک دیا۔ فرنٹ

سیٹ پر بیٹھا کیپٹن فریڈ سامنے دیکھ رہا تھا اس لئے وہ چوہان کی نقل و حرکت سے بے خبر رہا اور خاور نے پٹرول پمپ پر پہنچ کر ایک پمپ کے سامنے جیپ روک دی۔ اس وقت وہاں صرف دو فلنگ آپریٹرز موجود تھے اور ایک بینچ پر بیٹھے تھے۔ جیپ کے رکتے ہی ایک آپریٹر اپنی جگہ سے اٹھ کر جیپ کے قریب آ گیا۔ اس نے کیپٹن فریڈ کو سلام کیا۔

''ٹینکی فل کر دو''...... کیپٹن فریڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''سر۔ ایک گھنٹہ پہلے ڈرائیور نے ٹینکی فل کرائی تھی''...... آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور یہ بات صفدر نے پہلے ہی کیپٹن فریڈ سے معلوم کر لی تھی۔

''مجھے معلوم ہے لیکن ابھی مجھے تین گھنٹے مزید گشت کرنا ہے۔ چند لٹر اور پٹرول ڈال دو''...... کیپٹن فریڈ نے سخت لہجے میں کہا تو آپریٹر خاموشی سے مڑا اور پمپ سے آئل پائپ اتار کر جیپ کے پٹرول ٹینک میں پٹرول بھرنے لگا۔ اس دوران چوہان نے خاموشی سے ایک ٹائم بم جیپ سے نیچے زمین پر گرا۔ پٹرول ڈال کر آپریٹر پیچھے ہٹا تو خاور نے انجن اسٹارٹ کیا اور جیپ پیچھے ہٹا کر واپس موڑ لی۔ پارکنگ کے قریب سے گزرتے ہوئے صفدر کے اشارے پر چوہان نے ایک ٹائم بم پارکنگ میں اچھال دیا جو ایک فوجی ٹرک کے عقبی حصے میں جا گرا۔

''کیپٹن فریڈ۔ کیا رن وے کی دوسری جانب جانے پر کوئی اعتراض تو نہیں کرے گا''...... صفدر نے کیپٹن فریڈ سے کہا۔

''جیپ میں اس طرف جانے پر پابندی ہے البتہ پیدل جا سکتے

ہیں''...... کیپٹن فریڈ نے جواب میں کہا۔

''ٹھیک ہے کیپٹن ٹاور۔ اتنا ہی کافی ہے۔ باہر چلو''...... صفدر نے خاور کو مخاطب کر کے کہا تو اس نے جیپ کا رخ احاطے کے گیٹ کی طرف کر دیا۔ صفدر کو یقین تھا کہ گیٹ پر موجود سیکورٹی گارڈز کو ان کی نقل و حرکت پر شبہ نہیں ہوا ہو گا کیونکہ انہوں نے بھی جیپ کو پٹرول پمپ کی طرف جاتے دیکھا ہو گا اور یہی سمجھے ہوں گے کہ وہ پمپ سے پٹرول لینے گئے تھے۔ اس کے باوجود اندیشہ تھا کہ اگر گارڈز کے گیٹ کھولنے میں دیر کی بنا پر چند سیکنڈ کے لئے بھی انہیں رکنا پڑ گیا تو گارڈز ان کی شکلیں دیکھ کر شبہ کی بنا پر انہیں روکنے کی کوشش کریں گے اس لئے صفدر نے چوہان کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی اور اپنی مشین گن کندھے سے اتار کر گود میں رکھ لی۔ چوہان نے بھی اس کی تقلید میں مشین گن ہاتھوں میں لے لی لیکن گارڈ نے پہلے کی طرح جیپ کو گیٹ کی طرف آتے دیکھ کر تیزی سے بڑھ کر گیٹ کھول دیا اور سیکرٹ سروس کے ممبرز نے حسب سابق اپنے چہرے گارڈز کی نگاہوں سے بچانے کے لئے دائیں اور پھر بائیں موڑ لئے۔ اس طرح نہ گیٹ کھولنے والے انہیں دیکھ سکے اور نہ باہر کھڑے گارڈز۔ گیٹ سے باہر آ کر خاور نے باؤنڈری وال کے ساتھ ساتھ بائیں جانب جانے والے راستے پر جیپ موڑی اور رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔ باؤنڈری وال کی نکڑ پر پہنچ کر اس نے جیپ ٹیلوں کی جانب موڑ دی۔

چند منٹ بعد ہی جیپ اس ٹیلے کے قریب پہنچ گئی جہاں کیپٹن فریڈ

کے تینوں ماتحت ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔ صفدر کی ہدایت پر خاور نے ٹیلے کے پیچھے آ کر جیپ روکی اور انجن بند کر دیا۔ اسی لمحے صفدر نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے کیپٹن فریڈ کے سر پر ریوالور کے دستہ سے ضرب لگائی اور وہ کراہتا ہوا سیٹ سے لڑھک کر باہر جا گرا۔ صفدر، چوہان اور خاور بھی جیپ سے اتر آئے۔ کیپٹن فریڈ بے ہوش ہو چکا تھا۔

''آؤ۔ ہمیں جلد سے جلد جنگل کی دوسری طرف پہنچنا ہے''...... صفدر نے خاور اور چوہان سے کہا۔

''کیا ان لوگوں کو یوں ہی چھوڑ جانا ہے''...... خاور نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ انہیں اٹھا کر جیپ میں ان کی سیٹوں پر ڈال دو تاکہ سمجھا جائے کہ یہ شراب نوشی کی زیادتی سے یا کسی اور وجہ سے بے ہوش ہوئے ہیں۔ اس طرح انہیں ہوش میں لانے اور پوچھ گچھ کرنے میں اتنا وقت لگ جائے گا کہ اس وقت تک ہم شہر میں پہنچ چکے ہوں گے۔ اگر انہیں قتل کر دیا گیا تو پھر فوری طور پر جنگل اور جنگل کے پار نہ صرف قاتلوں کی تلاش شروع اور شہر کی طرف جانے والے راستے بند کر دیئے جائیں گے بلکہ شہر میں بھی پولیس اور ایجنسیاں ہمارے استقبال کے لئے الرٹ ہو چکی ہوں گی اور ہم آسانی سے اپنے ٹھکانے تک نہیں پہنچ سکیں گے''۔ صفدر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو خاور اور چوہان نے صفدر کے خیالات سے اتفاق کیا۔

کیپٹن فریڈ اور اس کے ساتھیوں کو جیپ میں ڈالنے سے پہلے انہوں

نے ایک، ایک مرتبہ پھر ریوالور کے دستوں سے ان کے سروں پر ضربیں لگائیں اور پھر وہیں سے جنگل کی سمت تیزی سے بڑھنے لگے۔ ستاروں کی روشنی میں وہ چوکنی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر بعد جنگل میں داخل ہوئے تو ائیر بیس پر ڈالے ہوئے بم بلاسٹ ہونے میں صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا چنانچہ صفدر نے پنسل ٹارچ نکال کر روشن کر لی اور پھر رخ بدل کر اس طرف بڑھنے لگا جہاں وہ آتے ہوئے جنگل سے باہر نکلے تھے۔

''اوہ۔ اس طرف کیا کرنا ہے ہمیں۔ وقت کم رہ گیا ہے''...... چوہان نے جلدی سے کہا۔

''اسی لئے تو میں ادھر جا رہا ہوں کہ جس راستے سے آئے تھے اس طرف سے واپسی ہو۔ ہم وہاں سے موٹر سائیکل لیں گے اور ان پر کاٹن گودام میں جا کر اپنی گاڑی پر شہر کی طرف جائیں گے۔ اگر اس جانب سے گئے تو ایک گھنٹہ میں جنگل عبور نہ کر سکیں گے اور دھماکے ہونے کے بعد اپنی کار لینے گاؤں کی طرف گئے تو اس میں بھی نہ صرف کافی وقت لگ جائے گا بلکہ دھماکوں کے شور سے گاؤں والے بھی ہوشیار ہو چکے ہوں گے جبکہ ہمیں ٹائم بم بلاسٹ ہونے سے پہلے ہی مین روڈ پر پہنچ جانا چاہئے''...... صفدر نے قدم روکے بغیر وضاحت کرتے ہوئے کہا تو چوہان نے دوبارہ کوئی سوال نہ کیا۔

تھوڑی دیر میں وہ جنگل کے اس حصے میں جا پہنچے جہاں انہوں نے موٹر سائیکل چھوڑے تھے۔ وہ موٹر سائیکل پر جلد ہی جنگل سے نکل کر

کاٹن کے گودام والی عمارت کے قریب جا پہنچے اور موٹر سائیکلیں کھیتوں میں چھوڑ کر تیزی سے چلتے ہوئے گودام کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ کھول کر صفدر اندر گیا اور اپنی کار اسٹارٹ کر کے باہر لے آیا تو خاور اور چوہان عقبی نشستوں پر بیٹھ گئے اور صفدر مین روڈ کی طرف کار دوڑانے لگا۔ ٹائم بم بلاسٹ ہونے میں چند منٹ رہ گئے تھے۔ سڑک کے قریب پہنچ کر صفدر نے ہیڈ لائٹس روشن کر دیں پھر جونہی اس نے مین روڈ پر پہنچ کر کار کا رخ دارالحکومت کی طرف کیا، فضا میں دھماکوں کی ہلکی ہلکی آوازیں گونجنے لگیں اور وہ آوازیں ان کے عقب میں تقریباً بیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ائیر بیس کی طرف سے آ رہی تھیں لیکن اب وہ خطرے کی رینج سے باہر تھے اس لئے صفدر اطمینان سے کار کی رفتار میں اضافہ کرتا چلا گیا۔

کار میں بیٹھی جولیا بے تابی سے عمران کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی اور وہ پوری طرح ہوشیار تھی۔ سائیڈ ویو مرر میں وہ مسلسل ہیڈکوارٹر کے گیٹ کی نگرانی کر رہی تھی جو اس سے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر تھا اور وہاں دونوں مسلح گارڈ ٹہل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد نیوی کی ایک جیپ عقبی سمت سے آئی اور گیٹ کی طرف بڑھی تو اس کے لئے گارڈز نے فوراً ہی گیٹ کھول دیا اور جیپ رکے بغیر اندر چلی گئی۔ گیٹ دوبارہ بند ہو گیا۔ جولیا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں عمران پھنس نہ گیا ہو۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا جولیا کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ عمران نے اسے بتایا تھا کہ اگر کوئی خلاف توقع سچوئیشن پیدا نہ ہوئی تو وہ زیادہ سے زیادہ بیس منٹ بعد باہر آ جائے گا اور اب پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ جولیا دل ہی دل میں عمران کی سلامتی کی دعا کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر کسی شک کی بنیاد پر عمران کو اندر روک لیا گیا تو پھر اسے بھی گرفتار کر لیا جائے گا

اور اگر ایسی سچوئیشن ٹائم بم نصب کئے جانے کے بعد پیدا ہوئی تو پھر عمران کا زندہ بچ جانا معجزہ ہی ہوگا۔ اسی فکر و پریشانی میں مزید چار منٹ گزر گئے اور جولیا کی پریشانی عروج پر پہنچ گئی مگر اسی لمحے اس کے واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل ہوا تو وہ بے اختیار اچھل پڑی۔ اس نے جلدی سے واچ ٹرانسمیٹر پر نظر ڈالی تو سگنل بند ہو چکا تھا۔

جولیا سمجھ گئی کہ عمران اپنا کام مکمل کر چکا ہے اور باہر آنے والا ہے اس لئے اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر اسے تیار رہنے کا سگنل دیا تھا چنانچہ وہ فرنٹ سیٹ سے ڈرائیونگ سیٹ پر سرک آئی اور آئینے میں ہیڈکوارٹر کے گیٹ کی طرف دیکھنے لگی۔ اسی لمحے سامنے سے آنے والی ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس جولیا پر پڑنے لگیں تو جولیا اس گاڑی کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ نیول پولیس کی جیپ تھی۔ قریب آتے آتے اس کی رفتار کم ہوگئی۔ یقیناً وہ ہیڈکوارٹر میں جانے والی تھی مگر پھر یکدم جولیا کے اعصاب تن گئے۔ جیپ کار کے برابر آ رکی جس میں ڈرائیور کے علاوہ ایک سارجنٹ بیٹھا تھا۔ سارجنٹ اور ڈرائیور نے غور سے جولیا کی طرف دیکھا اور پھر سارجنٹ جیپ سے اتر کر جولیا کی طرف بڑھا تو جولیا کے جسم میں خطرے کی سنسناہٹ دوڑنے لگی۔

سارجنٹ ڈرائیونگ ڈور کے قریب آ رکا۔ کھڑکی کا شیشہ چڑھا ہوا تھا۔ سارجنٹ نے انگوٹھے کی پشت سے شیشہ بجایا تو جولیا نے شیشہ نیچے کر دیا اور سارجنٹ کھڑکی پر جھک گیا۔

''آپ کون ہیں اور گاڑی یہاں کیوں کھڑی کی ہوئی ہے''۔ سارجنٹ

نے غور سے جولیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں کیپٹن راجر کی دوست ہوں اور وہ اپنے آفیسر میجر ہڈسن سے ملنے اندر گئے ہوئے ہیں۔ آنے ہی والے ہیں۔ کیا آپ کو یہاں گاڑی کھڑی کرنے پر اعتراض ہے''...... جولیا نے لبوں پر مسکراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ یہاں پارکنگ منع ہے''...... سارجنٹ نے سخت لہجے میں کہا اور ٹھیک اسی لمحے عمران وہاں پہنچ گیا۔

''ہیلو سارجنٹ۔ ہم جا رہے ہیں''...... عمران نے کیپٹن راجر کی آواز میں قریب آتے ہوئے کہا تو سارجنٹ سیدھا ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ جولیا نے اطمینان کا سانس لیا اور فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔

''سوری سر''...... سارجنٹ نے معذرت بھرے لہجے میں کہا اور پیچھے ہٹ گیا تو عمران دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ سارجنٹ اپنی جیپ میں جا بیٹھا اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ جولیا نے آئینے میں پیچھے دیکھا تو جیپ ہیڈکوارٹر کے گیٹ کی طرف مڑ رہی تھی۔

تھوڑی دور آ کر عمران نے چوراہے سے بائیں جانب کار موڑی اور اسی لمحے فضا پے درپے دھماکوں سے گونج اٹھی مگر عمران رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ اگلے چوراہے سے چند قدم پیچھے ایک گلی میں کار موڑتے ہی اس نے بریک لگائی اور انجن بند کر کے جیب سے ایک ٹائم بم نکال لیا۔ اس پر دس منٹ کا وقت لگا کر عمران نے ٹائم بم ڈیش بورڈ کے نیچے چپکایا اور

پھر جولیا کے ساتھ کار سے اتر کر پیدل ہی آگے بڑھنے لگا۔ فضا میں اب پولیس، فائر بریگیڈ اور ایمبولینس گاڑیوں کے سائرن گونج رہے تھے۔ عمران اور جولیا اطمینان سے قدم اٹھاتے رہے اور پھر گلی کے اختتام پر واقع ایک چھوٹی سڑک پر نکل آئے۔ اسی لمحے بائیں جانب سے فائر بریگیڈ کی دو گاڑیاں آتی دکھائی دیں اور وہ دونوں فٹ پاتھ پر چلنے لگے۔ گاڑیاں گزرتے ہی انہوں نے سڑک کراس کی اور دوسری طرف واقع ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ گلی تقریباً سنسان ہی پڑی تھی۔

تقریباً بیس منٹ تک مختلف گلیوں میں چکرانے کے بعد وہ اپنے ٹھکانے کی عقبی گلی میں پہنچ چکے تھے۔ گلی میں بنگلے کا عقبی دروازہ بند تھا۔ عمران نے سائیلنسرڈ ریوالور کی نال لاک کے سوراخ پر رکھ کر فائر کیا تو لاک بے کار ہو گیا۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور جولیا کے ساتھ اندر آنے کے بعد دروازہ بند کر کے عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔ مارٹی کا ملازم کچن میں مصروف تھا اسی لئے اسے ان کی آمد کی خبر نہ ہو سکی۔ عمران نے اسے آواز دی تو وہ دوڑا چلا آیا لیکن عمران اور جولیا کو دیکھتے ہی حیرت کی شدت سے بے اختیار اچھل پڑا۔ جولیا تو اسی میک اپ میں تھی جس میں یہاں سے گئی تھی البتہ عمران کیپٹن راجر ے میک اپ میں اس کے لئے یکسر اجنبی تھا۔

”بے فکر رہو۔ ہم عقبی دروازے سے اندر آئے ہیں۔ چائے لے آؤ“...... عمران نے مسکرا کر کہا تو ملازم نے اس کی آواز پہچان کر سمجھنے

والے انداز میں سر ہلایا۔

”رائٹ سر۔ ویسے کھانا تیار ہو رہا ہے اگر آپ کھانا چاہیں“...... ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کھانا بعد میں کھا لیں گے۔ فی الحال تم چائے لے آؤ“...... عمران نے کہا اور ملازم مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

”چائے آنے تک میک اپ تبدیل کر لو جولیا“...... عمران نے جولیا سے کہا اور خود بھی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا بیٹھا۔ چند منٹ میں ان کی شکلیں بدل چکی تھیں اور وہ دوبارہ ادھیڑ عمر ایکریمین نظر آ رہے تھے۔ اتنے میں ملازم چائے لے آیا اور ایک مرتبہ پھر اس کے چہرے پر حیرت نمودار ہوئی لیکن وہ کچھ بولے بغیر میز پر چائے کے برتن رکھ کر باہر نکل گیا۔

”صفدر، چوہان اور خاور ابھی تک واپس نہیں آئے“...... جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ان کا مشن کافی مشکل اور وقت طلب ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اگر وہ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں تو اب واپس روانہ ہو رہے ہوں گے“...... عمران نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اتنی خطرناک مہم پر تمہیں خود جانا چاہئے تھا“...... جولیا نے ناگواری کے انداز میں کہا۔

”مجھے ان پر اعتماد ہے جولیا۔ وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک مشن انجام دے سکتے ہیں۔ یوں بھی ہم اس مرتبہ جس مشن پر آئے ہیں اس

میں زندہ بچنے کا چانس پانچ فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود میرا ایمان ہے کہ ملک وقوم کے قربانی کا جذبہ رکھنے والے آسانی سے نہیں مرا کرتے اور تم طویل عرصہ سے دیکھ رہی ہو کہ ہم لوگ ہر مہم میں موت کے منہ میں پہنچ کر بھی زندہ بچ نکلتے ہیں''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''تم نیول ہیڈکوارٹر کیا کر کے آئے ہو۔ کیا کوئی دشواری پیش نہیں آئی''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ البتہ نیوی پولیس والے ہمیں چند منٹ کے لئے روک لیتے تو پھر''...... عمران نے کہا۔

''پھر کیا ہوتا''...... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

''پھر نہ تم ہوتیں اور نہ میں ہوتا کیونکہ واپسی پر گیٹ سے باہر نکلتے وقت میں نے ایک ٹائم بم گیٹ کے کنارے کے ساتھ چپکا دیا تھا''۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

''کیا۔ گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر تو ہماری کار کھڑی تھی''۔ جولیا نے خوف سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ لیکن گیٹ سے باہر آنے پر مجھے پولیس جیپ نظر آئی تھی۔ مجھے پہلے علم ہوتا تو شاید میں گیٹ پر ٹائم بم نہ لگاتا۔ اس کے باوجود ہم بخیریت وہاں سے نکل آئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابھی موت کا وقت نہیں آیا تھا اور ابھی ہمیں پاکیشیا کی سلامتی کے لئے مزید کام کرنا ہے''...... عمران نے یقین بھرے لہجے میں کہا اور خالی کپ میز

پر رکھ کر صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے کے ایک کونے میں ٹرالی پر ٹیلی ویژن رکھا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر ٹی وی آن کیا اور ایک مقامی نیوز چینل لگا کر واپس صوفے پر آ بیٹھا۔ اس چینل پر بریکنگ نیوز دکھائی جا رہی تھی جس میں بتایا جا رہا تھا کہ نیول ہیڈکوارٹر میں متعدد دھماکے ہوئے جس میں انتظامی عملہ اور سیکورٹی اہلکاروں سمیت کم از کم پچاس افراد ہلاک ہوئے، ایڈمنسٹریشن بلاک کی عمارت اور بیرونی گیٹ تباہ ہوا اور پارکنگ میں کئی گاڑیاں بھی تباہ ہو گئیں۔ امدادی ٹیمیں کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ سیکورٹی فورسز نے ہیڈکوارٹر کو گھیرے میں لے لیا ہے اور فائر بریگیڈ پارکنگ میں لگی آگ بجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ نیوی کے اعلیٰ حکام نیول ہیڈکوارٹر پہنچ گئے ہیں اور دھماکوں کی وجوہات معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ شہر کی ایک گلی میں کھڑی کار میں بھی بم دھماکا ہوا جس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

''اب یقیناً شہر میں سرچ آپریشن کیا جائے گا''...... جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کیپٹن راجر کی کار کی پہچان ہوتے ہی پولیس اس کے بنگلے پر پہنچے گی اور پھر وہاں اس کی لاش دیکھ کر الجھ جائے گی البتہ اگر نیول ہیڈکوارٹر کے گیٹ سے گارڈز میں سے کوئی بچ گیا تو تحقیقاتی ٹیموں کو بآسانی اندازہ ہو جائے گا کہ کیپٹن راجر کے بھیس میں ہیڈکوارٹر میں آنے والے نے ہی وہاں ٹائم بم نصب کئے تھے اور واپسی پر کیپٹن راجر کی گاڑی کو بھی اسی نے نشانہ بنایا ہو گا''...... عمران نے سر ہلاتے ہوئے

کہا۔

"پھر تو بڑی پرابلم ہو گی۔ سرچ آپریشن میں ہم کیسے باہر جا سکیں گے"...... جولیا نے فکر مند ہو کر کہا۔

"کیا تم نے ترکاری اور گوشت خریدنے جانا ہے باہر"...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا تو جولیا اسے گھورنے لگی۔

"تو کیا ہم اسی بنگلے میں محصور رہیں گے۔ کیا واپس نہیں جانا"۔ جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ ابھی کچھ ٹارگٹ باقی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایکریمیا کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ دوسروں کو کمزور سمجھ کر ان کی سلامتی پر حملہ کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں اور اسے جواب میں کتنا نقصان اٹھانا پڑتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن سرچ آپریشن کے دوران ہم اگلے ٹارگٹ تک کیسے پہنچ سکیں گے"...... جولیا نے چائے کا آخری گھونٹ لے کر کہا لیکن عمران نے جواب دینے کی بجائے میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔

"ہیلو۔ مارٹی کلب"...... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر آپریٹر لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"پرنس بول رہا ہوں۔ مارٹی سے بات کراؤ"...... عمران نے کہا تو ایک لمحہ بعد مارٹی سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس پرنس۔ مارٹی بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے مارٹی کی

مخصوص آواز سنائی دی۔

"کیا تم نے ریسٹورنٹ سے گاڑی منگوا لی تھی"...... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ آپ کی کال ملتے ہی میرا آدمی وہاں سے کار لے آیا تھا"...... مارٹی نے جواب میں کہا۔

"شہر کی کیا صورت حال ہے۔ ٹی وی پر نیول ہیڈکوارٹر کی خبر آ رہی ہے"...... عمران نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"وہاں کافی تباہی ہوئی ہے۔ سڑکوں پر پولیس اور خفیہ محکموں کی گاڑیاں بھاگتی پھر رہی ہیں۔ ہوٹلوں میں مقیم غیر ملکیوں کو چیک اور مشتبہ افراد کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ شہر سے باہر جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کی گئی ہے اور کسی گاڑی کو دارالحکومت سے باہر نہیں جانے دیا جا رہا"...... مارٹی کی آواز سنائی دی۔

"اچھا۔ یہ بتاؤ کہ جو گاڑیاں ہمارے استعمال میں ہیں ان سے تمہاری یا تمہارے کلب کی نشاندہی تو نہیں ہو سکتی یعنی پولیس تم تک تو نہیں پہنچ سکتی"...... عمران نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ ان کی نمبر پلیٹیں اصل نہیں ہیں اور وہ گاڑیاں فرضی ناموں پر رجسٹرڈ ہیں"...... مارٹی نے کہا۔

"گڈ۔ تم مجھے سرچ آپریشن کی صورتحال کے بارے میں اپ ڈیٹ کرتے رہنا۔ او کے"...... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر کے ٹی وی کی طرف دیکھنے لگا۔ جولیا بھی خبریں دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ٹی وی پر ایک نئی خبر آنے لگی۔ اس میں بتایا گیا کہ نیول ہیڈکوارٹر کے

دھماکوں کے بعد شہر میں تباہ ہونے والی کار کی شناخت ہو گئی ہے۔ وہ نیوی کے کیپٹن راجر کی کار تھی۔ اس شناخت کے بعد پولیس کیپٹن راجر کے بنگلے پر پہنچی تو کیپٹن راجر کی لاش باتھ روم میں پائی گئی۔ اسے سر میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا جبکہ کمرے میں ایک ملازم اور گیٹ گارڈ کی لاشیں بھی پڑی تھیں۔ نیول کالونی کے گیٹ پر موجود سیکورٹی گارڈز کے مطابق شام کے وقت کیپٹن راجر اپنی کار میں ایک لڑکی اور ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ آیا تھا۔ کیپٹن راجر نے گارڈز کو بتایا تھا کہ لڑکی اس کی کزن مس ڈینی اور بوڑھا کرنل رابرٹ ہے اور وہ ڈنر کے بعد واپس جائیں گے لیکن تھوڑی دیر بعد صرف کیپٹن راجر اور مس ڈینی واپس گئے تھے۔ ادھر نیوی پولیس کے ایک سارجنٹ نے بیان دیا ہے کہ دھماکوں سے کچھ دیر پہلے وہ اپنے ماتحتوں کے ہمراہ ہیڈکوارٹر پہنچا تو ہیڈکوارٹر کے گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر کیپٹن راجر کی کار کھڑی تھی اور اس میں ایک لڑکی بیٹھی تھی اس نے لڑکی سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ وہ کیپٹن راجر کی دوست ہے جو اپنے آفیسر میجر ہڈسن سے ملنے اندر آفس میں گیا ہے۔ اتنے میں کیپٹن راجر واپس آ گیا اور کار میں بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔ سارجنٹ کے بیان کے مطابق وہ پارکنگ میں جیپ کھڑی کر کے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں گیا اور چند لمحوں بعد ہی ایڈمنسٹریشن بلاک میں دھماکے ہونے لگے تھے۔

خبریں دیکھتے ہوئے مزید نصف گھنٹہ گزر گیا اور پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے چونکتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... عمران نے محتاط انداز میں مختصراً کہا۔

”مارٹی بول رہا ہوں سر۔ کیا آپ ٹی وی پر نیوز دیکھ رہے ہیں“۔ دوسری طرف سے مارٹی کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیا تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے“...... عمران نے جلدی سے کہا۔

”یس سر۔ پولیس اور خفیہ والے مس ڈینی اور کرنل رابرٹ کو تلاش کر رہے ہیں۔ نیوی کالونی کے گیٹ گارڈ نے ان دونوں کا جو حلیہ اور خال بتائے ہیں، ان کے مطابق کرنل رابرٹ اور مس ڈینی کے خاکے تیار کئے گئے ہیں اور ان کے مطابق ہوٹلوں اور کلبوں میں ان دونوں کا سراغ لگانے کی کوشش کر جا رہی ہے“...... مارٹی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”مگر تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔ کیا پولیس تمہارے کلب میں آئی تھی“...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ پولیس والوں نے کاؤنٹر مین کو خاکے دکھا کر پوچھا تھا“۔ مارٹی نے کہا۔

”پھر کیا ہوا۔ کیا کرنل رابرٹ اور مس ڈینی کو تم یا کاؤنٹر مین پہچانتے ہو“...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”نہیں جناب۔ میں نے تو آپ کو محض اطلاع دینے کے لئے بتایا ہے“...... دوسری طرف سے مارٹی نے ہنس کر کہا۔

”آل رائٹ۔ اب میں صبح تمہیں کال کروں گا۔ گڈ نائٹ“۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا مگر اسی لمحے اس کے واچ

ٹرانسمیٹر پر سگنل ہونے لگا تو عمران چونکا اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

''ہیلو۔ عمران صاحب۔ صفدر کالنگ۔ اوور''...... حسب توقع ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز بلند ہوئی۔

''یس صفدر۔ عمران اٹینڈنگ یو۔ اوور''...... عمران نے جواب میں کہا۔

''ہم واپس آ رہے ہیں۔ اوور''...... صفدر نے کہا۔

''کیا۔ دھمکی دے رہے ہو۔ اوور''...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

''نہیں قبلہ۔ میں ایسی جرأت کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تو صرف اطلاع دے رہا ہوں۔ اوور''...... صفدر نے ہنس کر کہا۔

''اس وقت کہاں ہو۔ مشن کا کیا ہوا۔ اوور''...... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''کامیاب۔ ہم اب شہر جانے والی سڑک پر آ چکے ہیں اور ایئر بیس کی طرف سے دھماکوں کی آواز آ رہی ہے۔ شاید ہمارے شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی امدادی ٹیمیں اس سڑک پر پہنچ جائیں۔ اوور''۔ صفدر کی آواز سنائی دی اور پھر وہ تفصیل سے رپورٹ دینے لگا۔ جولیا سیکرٹ سروس کے ممبرز کی خیریت جان کر اطمینان محسوس کر رہی تھی۔

''اب مسئلہ یہ ہے کہ شہر میں سرچ آپریشن ہو رہا ہے۔ شہر سے باہر جانے والے راستے سیل ہیں۔ البتہ شہر کے داخلی راستے کھلے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کسی ناکے پر تمہیں روکنے کی کوشش کی جائے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''پھر۔ کیا کرنا چاہئے۔ اوور''...... صفدر نے جلدی سے کہا۔

''یقیناً تمہارے شہر پہنچنے تک ایئر بیس کے بارے میں یہاں خبر پہنچ جائے گی اور ہو سکتا ہے اس طرف سے آنے والی گاڑیوں کو بھی چیک کیا جائے اس لئے تم کار مضافات میں کہیں چھپا دو اور سڑک کی بجائے نہر کی طرف سے شہر آؤ اور پھر گلیوں میں سفر کرتے ہوئے ٹھکانے پر پہنچنے کی کوشش کرو۔ فی الحال میں بھی باہر نہیں نکل سکتا ورنہ تم لوگوں کو نہر سے یہاں لے آتا۔ اوور''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''بہتر۔ مگر شہر میں سرچ آپریشن کس سلسلے میں ہو رہا ہے۔ اوور''۔ صفدر نے پوچھا۔

''جولیا اور مجھے تلاش کیا جا رہا ہے۔ نیول ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنے کے جرم میں۔ باقی تفصیل یہاں آ کر سن لینا۔ تم لوگ اپنی حفاظت کا بے حد خیال رکھنا۔ اوور اینڈ آل''...... عمران نے آخر میں کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

دو گھنٹے کے وقفے سے پیش آنے والے دو واقعات ایکریمیا کی تاریخ میں سائن علیون کے بعد سب سے زیادہ خوفناک اور خونچکاں سانحات تھے اور ان کی خبر پوری دنیا میں پھیل گئی تھی۔ ایکریمیا کی نیندیں اڑ چکی تھیں اور پورے ملک میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ ایکریمی صدر، فورسز اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سر براہوں پر برس رہا تھا۔ سب سے زیادہ نقصان ائیر بیس پر ہوا تھا جہاں سات قیمتی اور جدید طیارے مکمل طور پر تباہ ہو گئے تھے اور چند طیاروں کو جزوی نقصان پہنچا تھا۔ پٹرول پمپ کو آگ لگ گئی تھی اور پارکنگ میں کھڑی کئی گاڑیاں تباہ ہو گئی تھیں۔ ان دھماکوں میں کم از کم دس افراد مارے گئے تھے۔ گشت کرنے والے چار افراد ائیر بیس سے کچھ فاصلے پر اپنی جیپ میں بے ہوش پائے گئے تھے۔ ان کے بیان کے مطابق ایکریمی انٹیلی جنس کے تین افراد نے انہیں یرغمال بنایا اور ائیر بیس کے سیکورٹی انتظامات کی خفیہ چیکنگ کے بہانے

اسلحہ کے زور پر کیپٹن فریڈ کے ساتھ ائیر بیس میں داخل ہوئے تھے۔ وہ پٹرول پمپ تک گئے تھے اور وہاں سے واپس اس ٹیلے کے پیچھے آ کر انہوں نے کیپٹن فریڈ کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

رات کے ساڑھے بارہ بجے ایوان صدر میں طلب کی گئی ہنگامی میٹنگ میں آرمی، نیوی، ائیر فورس کے علاوہ پولیس اور تمام خفیہ اداروں کے سربراہ موجود تھے اور صدر مملکت کو ان دونوں واقعات سے متعلق بریف کر رہے تھے۔ صدر صاحب بہت غصے میں تھے۔

”دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں یہ ہماری انتہائی شرمناک شکست ہے اور اس شکست کی ذمہ دار ہماری انٹیلی جنس ایجنسیاں ہیں۔ ہم نے پاکیشیا میں کچھ دن پہلے کامیاب آپریشن کر کے دنیا کو حیران کر دیا تھا اور تمام ممالک نے ہمارے اس کارنامے پر ہمیں مبارک باد دی تھی لیکن آج کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ دہشت گردوں کے مقابلے میں ہماری انٹیلی جنس اب بھی بہت کمزور ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ آپریشن کی کامیابی کی خوشی میں ہماری ایجنسیاں اپنے فرائض سے اس قدر غافل اور لاپرواہ ہو گئیں کہ آج ہمیں اتنے عظیم سانحہ سے دو چار ہونا پڑا۔ حالانکہ ہماری انٹیلی جنس کو گزشتہ کامیابی کے بعد مزید چوکنا ہو جانا چاہئے تھا کیونکہ دہشت گرد تنظیم نے اپنے قائد کی ہلاکت کا ہم سے انتقام لینے کا واشگاف اعلان کیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ وہ پاکیشیا اور ایکریمیا کی تنصیبات پر حملے کریں گے۔ اس دھمکی کے باوجود بھی ہماری انٹیلی جنس خواب غفلت میں پڑی رہی جس کے نتیجے میں اس قدر نقصان اٹھانا پڑا

ہے کہ جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ ہمارے اداروں کی کارکردگی کا یہ حال ہے کہ تین گھنٹوں میں ایک مجرم بھی نہیں پکڑا جا سکا۔ کرنل بریڈلے۔ کیا دہشت گردوں کا سراغ لگانے کے لئے ہمیں گریٹ لینڈ، روسیاہ یا شوگران سے مدد کی درخواست کرنی چاہئے۔ کیا میں سمجھ لوں کہ گزشتہ دنوں پاکیشیا میں آپریشن کی کامیابی محض اتفاقیہ تھی اور اس میں آپ کے ماتحتوں کی صلاحیتوں کا کوئی دخل نہیں تھا“...... صدر مملکت نے مسلسل تقریر کرتے ہوئے آخر میں سی آئی اے کے چیف کرنل بریڈلے کی طرف دیکھ کر انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا تو ایک لمحہ کے لئے میٹنگ ہال میں سناٹا پھیل گیا۔ صدر مملکت کے طنزیہ اور تلخ لہجے کو محسوس کر کے تمام اداروں کے سربراہوں کے ندامت سے سر جھک گئے۔ ایک لمحہ بعد کرنل بریڈلے کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

”جناب صدر۔ بے شک آج ہونے والے واقعات ہماری قوم کے لئے عظیم سانحہ ہیں لیکن ہم اپنے فرائض سے کسی بھی طرح غافل نہیں ہیں اور ہم نے تین گھنٹوں کے مختصر وقت میں مجرموں کے خلاف تحقیقات کر کے کافی معلومات حاصل کی ہیں ان تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ نیول ہیڈکوارٹر اور ائیر بیس کی سیکورٹی اس قدر مؤثر نہیں ہے اور مستقبل میں بھی ایسے واقعات پیش آ سکتے ہیں“...... کرنل بریڈلے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”آپ نے کیا معلومات حاصل کی ہیں کرنل بریڈلے“۔ صدر مملکت نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نیول ہیڈکوارٹر میں دہشت گرد ایک مرد اور ایک لڑکی نے دھماکے کئے۔ نیوی اہلکار کیپٹن راجر حسب معمول آف کر کے اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ میں گیا جہاں اس سے ایک ادھیڑ عمر مرد اور نوجوان لڑکی نے ملاقات کی اور وہ ان دونوں کو اپنی کار میں نیول کالونی لے گیا۔ کالونی گیٹ سیکورٹی گارڈز کو کیپٹن راجر نے بتایا کہ ادھیڑ عمر مرد کرنل رابرٹ اور لڑکی مس ڈینی جو اس کی کزن ہے، اس کے گھر رات کا کھانا کھائیں گے اور تھوڑی دیر بعد چلے جائیں گے۔ کیپٹن راجر ان دونوں کو اپنے بنگلے میں لے گیا لیکن تھوڑی دیر بعد کیپٹن راجر صرف مس ڈینی کے ساتھ کالونی سے روانہ ہوا اور نیول ہیڈکوارٹر پہنچا۔ وہاں وہ ڈینی کو اپنی گاڑی میں باہر ہی چھوڑ کر تنہا ہیڈکوارٹر میں داخل ہوا۔ اس کی ساتھی لڑکی ڈینی ہیڈکوارٹر کے گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر کار میں بیٹھی رہی جہاں پارکنگ کی اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ نیوی پولیس کی ایک جیپ جس میں سارجنٹ کوپر اور اس کے ماتحت سوار تھے وہاں پہنچی تو سارجنٹ نے لڑکی سے پوچھ گچھ کی تو ڈینی نے اسے بتایا کہ وہ کیپٹن راجر کی دوست ہے اور کیپٹن راجر اپنے آفیسر میجر ہڈسن سے ملنے اندر گیا ہے۔ اسی لمحے کیپٹن راجر ہیڈکوارٹر سے نکل کر وہاں پہنچا اور اس نے سارجنٹ کو بتایا کہ وہ جا رہے ہیں۔ چنانچہ سارجنٹ نے مزید کوئی بات نہ کی اور کیپٹن راجر کی کار کی روانگی کے بعد جیپ میں سوار ہو کر ہیڈکوارٹر میں داخل ہوا۔ وہاں پارکنگ میں جیپ کھڑی کر کے وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ سیکورٹی آفس کی طرف جا رہا تھا کہ ایڈمنسٹریشن بلاک اور گیٹ پر بیک وقت دھماکے

ہوئے جو ٹائم بموں کے تھے اور تھوڑی دیر بعد شہر کی ایک گلی میں کھڑی کار میں دھماکا ہوا۔ پولیس جائے حادثہ پر پہنچی تو کار میں کوئی لاش نہ تھی اور کار کی نمبر پلیٹ کے مطابق وہ کار کیپٹن راجر کی تھی۔ پولیس کیپٹن راجر کے بنگلے پر پہنچی تو وہاں راجر، گیٹ گارڈ اور ایک ملازم کی لاشیں ڈرائنگ روم میں پڑی تھیں انہیں سر میں بے آواز ریوالور سے فائر کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔ بعد میں کالونی گیٹ گارڈ کے بیان سے جو کچھ معلوم ہوا اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مس ڈینی کا ساتھی کرنل رابرٹ، کیپٹن راجر کو ہلاک کرنے کے بعد اس کے میک اپ اور یونیفارم میں ڈینی کے ساتھ نیول ہیڈکوارٹر پہنچا تھا اور وہاں ٹائم بم نصب کر کے واپسی پر اس نے کار گلی میں کھڑی کر کے اس میں ٹائم بم نصب کیا تھا“...... کرنل بریڈلے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو میٹنگ میں موجود تمام لوگوں میں سنسنی سی پھیل گئی۔

چند سیکنڈ بعد کرنل بریڈلے دوبارہ بولنے لگا۔ اس نے ائیر بیس میں داخل ہونے والے دہشت گردوں کا طریقہ واردات کے بارے میں بتایا کہ تین دہشت گردوں نے کس طرح گشتی محافظوں پر قابو پایا اور کیپٹن فریڈلے کو اسلحہ کے زور پر اپنے احکامات کی تعمیل پر مجبور کر کے ائیر بیس میں داخل ہوئے اور وہاں انہوں نے رن وے پر پارک طیاروں، پیٹرول پمپ اور پارکنگ میں ٹائم بم نصب کئے اور پھر وہاں سے واپس ٹیلوں میں جا کر کیپٹن فریڈلے کو بے ہوش کر کے پیدل ہی جنگل کے راستے فرار ہو گئے۔ دہشت گردوں نے وہاں گارڈز کی یونیفارم اتار کر پہنی تھیں

لیکن ائیر بیس کے گیٹ پر موجود گارڈز نے محض جیپ اور کیپٹن فریڈلے کو دیکھ کر جیپ کو اندر جانے دیا اور باقی تینوں افراد کو پہچاننے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ وہ تینوں شکلوں سے بظاہر ایکریمین لگتے تھے لیکن یقینی طور پر میک اپ میں تھے۔

”جناب صدر۔ فرمایئے اس میں انٹیلی جنس کی غفلت کہاں ظاہر ہوتی ہے۔ ائیر بیس کے گیٹ پر اور اندر کیمرے نصب ہوتے تو کنٹرول روم یں ان کی نقل و حرکت دیکھی جا سکتی تھی اور اگر گیٹ پر جیپ میں سوار گارڈز کی یونیفارم میں ملبوس دہشت گردوں کو شناخت کر لیا جاتا تو وہ کسی طرح بھی ائیر بیس میں داخل نہ ہو پاتے۔ اسی طرح نیول ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر کیپٹن راجر کے روپ میں پہنچنے والے دہشت گرد کو بھی اچھی طرح چیک نہیں کیا گیا تھا۔ وہاں تو خفیہ کیمرے نصب تھے اور گیٹ پر ٹائم بم بلاسٹ میں دونوں کیمرے بھی تباہ ہو گئے۔ کنٹرول روم کے اسکرین پر کیپٹن راجر کو گیٹ سے اندر آتے اور واپس جاتے دیکھا گیا۔ اگر عمارتوں کے اندر اور باہر بھی کیمرے نصب ہوتے تو کنٹرول روم میں کیپٹن راجر کے ہمشکل کی موومنٹ ریکارڈ ہوتی رہتی“...... کرنل بریڈلے نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور خاموش ہو گیا تو صدر مملکت نے نیوی، آرمی اور ائیر فورس کے سربراہوں کی طرف دیکھا۔

”آپ لوگوں نے کرنل بریڈلے کی رپورٹ سنی ہے۔ اگر آپ کے اداروں کی سیکورٹی کا یہی عالم رہا تو پھر ایکریمیا تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آخر سیکورٹی انتظامات میں اتنی لاپروائی کیوں اختیار کی

جاتی ہے۔ پولیس کی کارکردگی بھی ناقص ہے۔ مجرم شہر میں ہیں تو اب تک وہ کیوں نہیں پکڑے گئے۔ ہماری ایجنسیاں کیا کر رہی ہیں اور انہوں نے ابھی تک ان دہشت گردوں کا سراغ کیوں نہیں لگایا''۔ صدر مملکت نے تلخ لہجے میں کہا۔

''جناب صدر۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صبح تک دہشت گردوں کا سراغ لگا کر انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ جب ہم بیرونی ممالک میں دہشت گردوں کا سراغ لگانے اور انہیں ختم کرنے میں کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں تو اپنے ملک میں کیسے ناکام ہو سکتے ہیں''...... کرنل بریڈلے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''گڈ کرنل بریڈلے۔ مجھے آپ کے ڈیپارٹمنٹ پر فخر ہے۔ بنیادی ذمہ داری بھی آپ کی ہی ہے کہ خطرات کی بروقت نشاندہی کریں اور مجرموں کو حرکت کرنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیں''...... صدر صاحب نے کرنل بریڈلے کی طرف دیکھتے ہوئے ستائشی انداز میں کہا۔

''رائٹ سر۔ میری درخواست ہے کہ دوسری ایجنسیاں فی الحال تفتیش کا عمل روک دیں''...... کرنل بریڈلے نے کہا۔

''کیوں۔ کیا اس میں کوئی مصلحت ہے''...... صدر صاحب نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ دوسرے لوگ بھی چونک پڑے تھے۔

''یس سر۔ آپ کو معلوم ہے کہ پاکیشیا آپریشن کی کامیابی صرف اس وجہ سے ممکن ہوئی تھی کہ اس میں صرف سی آئی اے نے حصہ لیا تھا۔ اگر ہمارے باقی انٹیلی جنس ادارے بھی اس پلان پر کام کرتے تو ہمارا پلان

لیک آؤٹ ہو جاتا اور جب ہم ٹارگٹ پر پہنچتے تو وہاں سے مجرم فرار ہو چکے ہوتے۔ دہشت گردوں نے اپنے خلاف کئے جانے والے اقدامات سے باخبر رہنے کے لئے اپنی انٹیلی جنس کا مضبوط نیٹ ورک قائم کیا ہوا ہے اور ان کے پاس ہماری ایجنسیوں کے متعلق معلومات بھی ہیں۔ ان میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے ماہرین بھی ہیں اور وہ اپنے ٹارگٹ کی سیٹلائٹ کے ذریعے نگرانی بھی کرتے رہتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ دہشت گرد جدید میک اپ میں بھی مہارت رکھتے ہیں اور ہمارے کسی بھی آدمی کو پکڑ کر اس کے میک اپ میں اپنے ٹارگٹ تک بآسانی پہنچ سکتے ہیں۔ جیسا کہ آج کے واقعہ میں دہشت گردوں نے نیوی کیپٹن راجر کے میک اپ میں نیول ہیڈکوارٹر تک رسائی حاصل کی تھی۔ چنانچہ وہ ہماری کسی ایجنسی کے ممبر کو اغوا کر سکتے ہیں۔ زیادہ ایجنسیوں کی طرف سے سرچ آپریشن کیا گیا تو اس بات کا امکان بڑھ جائے گا''...... کرنل بریڈلے نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ ٹھیک ہے فی الحال صرف آپ کا محکمہ آپریشن کرے گا''۔ صدر صاحب نے حتمی لہجے میں کہا۔

''تھینک یو سر۔ میں جلد ہی آپ کر خوشخبری دینے کی کوشش کروں گا''...... کرنل بریڈلے نے کہا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا لیکن اسی لمحے صدر صاحب نے میٹنگ برخاست کرنے کا اعلان کر دیا اور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تو میٹنگ کے تمام شرکاء بھی کھڑے ہو گئے اور صدر صاحب کے رخصت ہونے کے بعد وہ بھی باری باری ہال کے دروازے

کی طرف بڑھ گئے۔ کرنل بریڈلے ہال سے نکل کر پارکنگ میں پہنچا جہاں اس کی کار کے پاس ڈرائیور موجود تھا۔ اس نے کرنل بریڈلے کے لئے عقبی دروازہ کھولا اور کرنل بریڈلے عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے کے بعد اس نے کار ایوان صدر کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھا دی۔

دس منٹ بعد کرنل بریڈلے سی آئی اے کے ہیڈکوارٹر میں اپنے آفس روم میں پہنچ چکا تھا۔ کمرے میں اور کوئی نہ تھا۔ کرنل بریڈلے نے اپنی سیٹ پر بیٹھ کر فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے لگا۔

''ہیلو۔ ہارڈن بول رہا ہوں''...... چند سیکنڈ بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک آواز سنائی دی۔

''کرنل بریڈلے بول رہا ہوں ہارڈن''...... کرنل بریڈلے نے سخت لہجے میں کہا۔

''یس چیف۔ حکم فرمائیں''...... دوسری طرف سے اس کے ماتحت ہارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''پریذیڈنٹ ہاؤس میں ہونے والی اہم میٹنگ میں صدر صاحب نے دہشت گردوں کی گرفتاری کا ٹاسک ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو دیا ہے اور میں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ صبح تک مجرموں کو گرفتار کر لیا جائے گا''۔ کرنل بریڈلے نے کہا۔

''اوہ۔ صبح تک۔ کیا صبح تک کامیابی ممکن ہے چیف''...... ہارڈن کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

''کچھ نہیں کہا جا سکتا ہارڈن لیکن میٹنگ میں اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے مجھے وعدہ کرنا پڑا تھا کیونکہ صدر مملکت غصہ میں تھے اور دوسروں کی نسبت وہ ہمیں لتاڑ رہے تھے کہ پاکیشیا میں کامیاب آپریشن کی خوشی میں ہم اپنے فرائض سے غافل ہو گئے ہیں جس کے سبب دہشت گردوں کو وارداتیں کرنے کا موقع ملا اور انہوں نے ایئر بیس اور نیول ہیڈکوارٹر میں تباہی مچا دی۔ چونکہ دوسرے انٹیلی جنس اداروں کی نسبت صدر صاحب ہم پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں اس لئے انہوں نے سی آئی اے پر سخت تنقید کی۔ تم فوراً ہیڈکوارٹر پہنچو تاکہ دہشت گردوں کی تلاش کے لئے حکمت عملی تیار کی جائے۔ دیٹس آل''...... کرنل بریڈلے نے آخر میں کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔ ایک دو لمحوں بعد اس نے میز پر رکھے انٹرکام کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

''یس چیف۔ مارکر بول رہا ہوں''...... ایک لمحہ بعد لاؤڈر سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''مارکر۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ان علاقوں کو چیک کرو جہاں سے گزشتہ ماہ چند دہشت گردوں کو گرفتار کیا گیا تھا''...... کرنل بریڈلے نے مارکر سے کہا جو کہ کنٹرول روم انچارج تھا۔

''رائٹ سر۔ میں ابھی سیٹلائٹ سے رابطہ قائم کرتا ہوں''...... جواب میں مارکر نے کہا تو کرنل بریڈلے نے انٹرکام آف کیا اور سگار بکس سے ایک سگار نکال کر لائٹر سے سلگانے لگا۔

ناشتا کرنے کے بعد عمران نے چیونگم کا پیس نکالا اور منہ میں ڈال کر کچلنے لگا۔ جولیا، صفدر، خاور اور چوہان بھی ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔ گزشتہ رات چوہان، خاور اور صفدر نے پولیس اور انٹیلی جنس سے بچنے کے لئے عمران کی ہدایت کے مطابق شہر سے ایک کلو میٹر دور ہی اپنی کار سڑک سے تھوڑی دور کھیتوں میں واقع گھنے درختوں کے ایک جھنڈ میں چھوڑ دی تھی اور پیدل ہی وہاں سے نہر پر پہنچے تھے۔ وہاں سے نہر کا پل تقریباً نصف کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ نہر میں پانی زیادہ نہیں تھا۔ وہ نہر عبور کر کے ایک مضافاتی آبادی کے قریب سے گزرے تھے اور ایک نو آباد کالونی سے گزر کر شہری آبادی میں داخل ہوئے تھے۔ پھر سنسان گلیوں میں سفر کرتے ہوئے اپنے ٹھکانے پر پہنچے تھے۔ اس دوران عمران واچ ٹرانسمیٹر پر وقفہ وقفہ سے ان کی خیریت معلوم کرتا رہا تھا۔

"عمران صاحب۔ اب کیا پروگرام ہے"...... چند لمحوں بعد صفدر نے

عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"فی الحال آرام کرنے کے سوا کوئی پروگرام نہیں ہے"...... عمران نے مسکرا کر کہا اور فون کا رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے لگا۔

"ہیلو۔ براؤن بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے پر ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔

"کیا صورت حال ہے پیارے بلیک براؤن"...... عمران نے مخصوص انداز میں کہا اور لاؤڈر آن کر دیا۔

"بظاہر تو حالات نارمل ہو چکے ہیں سر۔ رات تین بجے سرچ آپریشن ختم کر دیا گیا تھا"...... براؤن کی مؤدبانہ آواز سنائی دی جس کا اصل نام ابرار تھا۔

"کیا مطلب۔ کیا مجرم پکڑے گئے ہیں"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ اصل میں گزشتہ رات پریذیڈنٹ ہاؤس میں ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی تھی۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے مطابق پریذیڈنٹ نے سی آئی اے کو دہشت گردوں کی گرفتاری کا حکم دیا تھا اور دوسرے اداروں کو کام کرنے سے روک دیا تھا۔ یہ حکم سی آئی اے کے چیف کی درخواست پر دیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ زیادہ بھیڑ بھاڑ اور موومنٹ کے سبب دہشت گردوں کا سراغ لگانے میں دشواریاں پیش آئیں گی یا دہشت گرد سیکورٹی فورسز یا ایجنسیوں کے ممبرز کو اغوا کر کے ان کے میک اپ میں اپنے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں

گے جیسا کہ نیوی کیپٹن راجر کے میک اپ میں دہشت گرد نے نیول ہیڈکوارٹر کو تباہ کیا“...... براؤن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گویا اب صرف سی آئی اے میدان میں رہے گی“...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”یس سر۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جس طرح سیٹلائٹ کے ذریعے پاکیشیا میں دہشت گردوں کا سراغ لگا کر ان پر ڈرون اٹیک کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سی آئی اے نے یہاں بھی سیٹلائٹ سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ جبکہ سی آئی اے کے ممبرز بھی مختلف علاقوں میں خفیہ طور پر وہ چیکنگ کر رہے ہیں“۔ براؤن کی آواز سنائی دی۔

”کیا مخصوص علاقوں میں یا پورے شہر میں“...... عمران نے کہا۔

”پورے شہر میں جناب۔ کرنل بریڈلے کے حکم پر سی آئی اے کے کم از کم سو ممبرز اس وقت حرکت میں ہیں۔ ہوٹلوں، کلبوں، تفریح گاہوں اور شہر کی سڑکوں، گلیوں میں وہ ہر جگہ موجود ہیں“...... براؤن نے جواب میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے فی الحال ہم باہر نہیں نکل سکتے“...... عمران نے پرخیال انداز میں کہا۔

”یس سر۔ کم از کم شام تک تو یہی پوزیشن رہے گی“...... براؤن کی آواز آئی۔

”شام تک کیوں“...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ پریذیڈنٹ سے سی آئی اے چیف نے آج صبح تک کی

مہلت لی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ دہشت گردوں کو گرفتار کر لیا جائے گا لیکن اب یہ طے کیا گیا ہے کہ اگر شام تک دہشت گردوں کا سراغ نہ ملا تو یہ باور کر لیا جائے گا کہ مطلوبہ دہشت گرد ولنگٹن سے فرار ہو کر کسی دوسرے شہر میں جا چھپے ہیں اس لئے شام کے بعد ولنگٹن کے قریبی شہروں کو چیک کیا جائے گا۔ اگرچہ دوسرے شہروں میں بھی سرچ آپریشن شروع ہے لیکن آج رات سی آئی اے کی تمام نفری بھی بیرونی شہروں میں پہنچ جائے گی اس کے علاوہ تمام اہم شہروں میں ہائی الرٹ کی پوزیشن ہے۔ اہم تنصیبات اور عمارتوں کی سیکورٹی سخت کر دی گئی ہے۔ بیرون شہر سے آنے جانے والی ٹریفک کو بھی چیک کیا جا رہا ہے“...... براؤن نے جواب میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”او کے۔ مجھے حالات سے ساتھ ساتھ باخبر کرتے رہنا“۔ عمران نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ کیا ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے“...... خاور نے پوچھا۔

”نہیں۔ کیا بیگم یاد آ رہی ہے“...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”لاحول ولا قوۃ۔ میری تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی“...... خاور نے جھینپتے ہوئے کہا۔

”شادی کا غم نہ کرو۔ ہماری بھی نہیں ہوئی۔ کیوں جولیا“...... عمران نے شوخ لہجے میں کہا اور جولیا کی طرف دیکھا۔

”بکومت۔ کام کی بات کرو“...... جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”شادی سے بڑا کام کون سا ہو سکتا ہے۔ ساری دنیا شادی کی بدولت قائم و دائم ہے۔ آدم کو کیوں بنایا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ شادی کرے ان کے بچے پیدا ہوں تو ان کی بھی شادیاں ہوں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور جاری رہے گا“...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بکواس کے سوا بھی کچھ آتا ہے تمہیں“...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”کیوں نہیں۔ شادی کرنا بھی آتا ہے“...... عمران نے جلدی سے سر ہلا کر کہا تو جولیا برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اسی لمحے فون کا گھنٹی بج اٹھی تو عمران چونکا اور اس نے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ پرنس بول رہا ہوں“...... عمران نے لاؤڈر آن کر کے کہا۔

”مارٹی بول رہا ہوں سر“...... دوسری طرف سے مارٹی کی آواز سنائی دی۔

”کیا فون سیف ہے“...... عمران نے کہا۔

”یس سر۔ میں ہمیشہ فون کو سیف کر کے کال کرتا ہوں“...... مارٹی نے اس کا مطلب سمجھ کر کہا۔

”یہ تمہاری عقل مندی کی علامت ہے۔ کنفیوشس کا قول ہے کہ پہلے تولو، وزن پورا ہو تو بولو“...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو اس کے ساتھی بے ساختہ مسکرانے لگے۔

”آپ ٹھیک کہتے ہیں جناب“...... مارٹی کی ہنستی ہوئی آواز ابھری۔

”تو تم بھی کچھ کہہ ڈالو پیارے تاکہ معلوم ہو سکے کہ تم بھی ٹھیک کہتے ہو یا آئیں بائیں شائیں کر کے وقت پورا کر رہے ہو ویسے بھی میں جانتا ہوں کہ تم شہر سے باہر کھیتوں سے دریافت ہونے والی گاڑی کے بارے میں بتانا چاہتے ہو“...... عمران نے کہا تو صفدر، جولیا، خاور اور چوہان اس کی بات پر بے اختیار چونک پڑے۔

”اوہ۔ آپ کو کیسے علم ہوا“...... دوسری طرف سے مارٹی کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تم پر انحصار کرتا ہوں یہاں۔ ایکریمیا میں تم جیسے میرے سینکڑوں وفادار ہیں جو مجھے اہم اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہیں“...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”بہتر۔ بہرحال میں نے یہی اطلاع دینے کے لئے فون کیا تھا۔ سی آئی اے نے سیٹلائٹ کی مدد سے اس کار کا سراغ لگا لیا ہے جو میں نے آپ لوگوں کو استعمال کے لئے فراہم کی تھی اس میں اسلحہ کی موجودگی سے سی آئی اے کو یقین ہو گیا ہے کہ اس کار میں دہشت گرد سوار تھے جو ائیربیس کو جانے والی سڑک سے مڑ کر کھیتوں میں آئی تھی۔ کار سے تین افراد کے فنگر پرنٹس بھی ملے ہیں اور سی آئی اے کی تحقیق کے مطابق وہ کار آرمی چیک پوسٹوں سے نہیں گزری تھی بلکہ ائیربیس سے بیس کلو میٹر پیچھے گاؤں کی طرف مڑ گئی تھی اور گاؤں سے تینوں دہشت گرد جنگل کی طرف گئے جس کی دوسری جانب ائیربیس کی ایک پٹرولنگ جیپ کے عملہ کو یرغمال بنا کر ائیربیس تک رسائی حاصل کی تھی“۔ مارٹی نے مسلسل

بولتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ گورنمنٹ کی کیا صورت حال ہے۔ وہ تو خوش ہے نا''۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

''شاید آپ نے آج کے اخبارات نہیں دیکھے۔ اپوزیشن حکومت کو بری طرف لتاڑ رہی ہے اور عوام نے بھی شدید غم و غصے کا ظہار کیا ہے کہ اس کی غلط پالیسیوں کے سبب ایراک اور بہادرستان میں سینکڑوں ایکریمین فوجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اب دہشت گرد یہاں آ کر فورسز پر حملے کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ایکریمیا دوسرا پاکیشیا جس میں روزانہ خودکش دھماکے ہو رہے ہیں۔ بن جائے، حکمران جماعت بہادرستان سے فوجیں واپس بلائے اور صرف ایکریمیا کی سلامتی پر توجہ دے''...... مارٹی کی آواز سنائی دی۔

''اور کوئی خبر ہے''......عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''نوسر۔ فی الحال تو یہی اہم خبر تھی کہ سی آئی اے سیٹلائٹ سے مدد لے رہی ہے''...... مارٹی نے کہا۔

''او کے میں شام کو دوبارہ تمہیں کال کروں گا''......عمران نے کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔

''تمہیں کیسے علم ہوا کہ وہ کار جس میں صفدر، خاور اور چوہان ائیربیس گئے تھے اسے دریافت کر لیا گیا''...... عمران کے خاموش ہوتے ہی جولیا نے کہا۔

''تم نے براؤن کی رپورٹ سنی تھی کہ سی آئی اے نے سیٹلائٹ کی

مدد حاصل کی ہے۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ سیٹلائٹ جلد ہی شہر کے باہر لاوارث کھڑی کار کو ٹریس کر لے گا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صوفے سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس سے تہہ کیا ہوا نقشہ نکالا اور واپس اپنی جگہ پر بیٹھ کر مارٹی کے ملازم کو آواز دی تو وہ فوراً اندر آ گیا۔

''یس سر''...... ملازم نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''یار تم انسان ہو یا الہٰ دین کے چراغ والے جن کہ پکارتے ہی حاضر ہو گئے''......عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نوسر۔ اصل میں ناشتے کے برتن اٹھانے کے لئے اس طرف آیا تھا کہ آپ نے آواز دے دی''...... ملازم نے ہنس کر کہا۔

''شکر کرو کہ صرف آواز دی تھی، مٹھائی دیتا تو تم اس سے بھی زیادہ جلدی آتے۔ بہرحال میز خالی کرو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ملازم نے میز سے ناشتے کے برتن اٹھا کر ٹرے میں رکھے اور ٹرے لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے اس کے جانے کے بعد نقشہ میز پر پھیلا دیا۔

''یہ کس کا نقشہ ہے''...... جولیا نے نقشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ نقشہ ہے تیری جدائی کا''......عمران نے مسکرا کر کہا ممبرز مسکرانے لگے لیکن جولیا کا پارہ چڑھ گیا۔

''پھر وہی بکواس۔ تم سنجیدہ نہیں رہ سکتے''...... جولیا نے غراتے ہوئے

لہجے میں کہا۔

"شادی سے پہلے ممکن نہیں ہے۔ ویسے کیا تمہیں جدائی سے ڈر لگتا ہے۔ دیکھو تمہارا چوہا ایکسٹو کیسے بہادری سے میری تنویر، تمہاری جدائی برداشت کر رہا ہے۔ اب مجھے بھی دل پر گلاس رکھ کر تم سے جدا ہونا پڑے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے صفدر"...... عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرا خیال ہے آپ کو دل پر گلاس رکھنے کی بجائے پتھر رکھنا چاہئے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ ابھی پتھر تلاش کرتا ہوں"...... عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور جھک کر نقشہ دیکھنے لگا۔

یہ ولنگٹن اور اس کے اردگرد کے قریبی شہروں کا نقشہ تھا جو گزشتہ روز ایکسٹو کے ایجنٹ ابرار عرف براؤن نے عمران کو فراہم کیا تھا۔ اس نقشہ کو براؤن نے خود تیار کیا تھا اور اس میں اہم تنصیبات اور عمارتوں کی سرخ پنسل سے نشاندہی کی گئی تھی جو دارالحکومت اور گردونواح کے شہروں میں تھیں۔ ان تک جانے والے راستوں اور سیکورٹی چیک پوسٹوں کو بھی انڈر لائن کیا گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک عمران باریک بینی سے نقشہ دیکھتا رہا اور جولیا بور ہوتی رہی۔ دوسرے ممبرز البتہ خاموشی سے عمران کو نقشے پر پنسل سے نشان لگاتے دیکھ رہے تھے۔ جولیا اچانک صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تو صفدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں جا رہی ہوں"...... جولیا نے جلدی سے کہا تو عمران نے اس

کی طرف دیکھ کر پنسل رکھ دی۔

"اتنی جلدی داغ جدائی دے رہی ہو"...... عمران نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

"بکو مت۔ میں دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں"...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"پھر بھی جدائی تو ہو ہی گئی نا۔ بہرحال میں نے دل پر رکھنے کے لئے پتھر تلاش کر لیا ہے"...... عمران نے جلدی سے کہا لیکن جولیا رکے بغیر کمرے سے نکل گئی اور عمران نے ٹھنڈا سانس لیا تو اس کی ایکٹنگ پر ساتھی ممبرز بے اختیار مسکرانے لگے۔

کرنل بریڈلے اپنے آفس روم میں بیٹھا اپنے ماتحت اور سی آئی اے کے ڈپٹی ڈائریکٹر آپریشنز میجر ہارڈن کے ساتھ جو اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا، گفتگو کر رہا تھا کہ اچانک میز پر رکھے سرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو دونوں یکدم خاموش ہو گئے اور پھر کرنل بریڈلے نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو۔ کرنل بریڈلے بول رہا ہوں''...... اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''پی اے ٹو نیول چیف سر۔ چیف بات کریں گے''......دوسری طرف سے نیول چیف کی پرسنل اسسٹنٹ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو کرنل بریڈلے کے چہرے پر ناگواری کی شکنیں پھیل گئیں۔

''ہیلو کرنل بریڈلے۔ جنرل سٹارم بول رہا ہوں''...... ایک لمحہ بعد نیول چیف کی آواز ابھری۔

''یس جنرل سٹارم۔ حکم فرمائیں''...... کرنل بریڈلے نے بظاہر خوشگوار لہجے میں کہا۔

''کرنل بریڈلے۔ کیا گزشتہ رات ہیڈکوارٹر پر حملہ کرنے والے دہشت گردوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے''...... دوسری طرف سے جنرل سٹارم نے کہا۔

''نہیں جناب۔ ابھی تک تو ان کا سراغ بھی نہیں ملا۔ بہرحال کوشش جاری ہے''...... کرنل بریڈلے نے جواب میں کہا۔

''اوہ۔ لیکن آپ نے تو صدر صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ صبح تک مجرموں کو گرفتار کر لیا جائے گا''...... جنرل سٹارم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو کرنل بریڈلے نے ہونٹ بھینچ لئے۔

''جنرل سٹارم۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے وعدہ کیوں کیا تھا۔ محض اس لئے کہ اس وقت صدر صاحب بہت غصے میں تھے اور اگر میں ان واقعات کا ذمہ دار آرمی یا نیوی کے ناقص سیکورٹی سسٹم کو ٹھہراتا تو صدر صاحب آپ لوگوں پر برس پڑتے کیونکہ سی آئی اے بیرونی ممالک کے معاملات کے لئے مخصوص ہے لیکن ساری ذمہ داری میں نے اپنے سر لے لی تھی اور آپ نے دیکھا کہ صدر صاحب نے میری تجویز پر صرف میرے ڈیپارٹمنٹ کو مجرموں کی گرفتاری کا حکم دیا تھا''...... کرنل بریڈلے نے ناگوار لہجے میں کہا۔

''سوری کرنل بریڈلے۔ آپ مائنڈ کر گئے ہیں جبکہ میرے سوال کا مقصد آپ پر طنز کرنا نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس

کیس میں کس قدر پیش رفت ہوئی ہے“...... دوسری طرف سے جنرل سٹارم نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”ائیربیس پر حملہ کرنے والے دہشت گردوں نے جس کار میں ولنگٹن سے ائیربیس کے قریبی گاؤں تک سفر کیا تھا، اس کار کو دریافت کر لیا گیا ہے۔ دہشت گرد ائیربیس پر ٹائم بم نصب کر کے اسی کار میں واپس آئے تھے۔ انہوں نے شہر سے باہر نہر کی دوسری جانب کھیتوں میں ایک جگہ کار چھوڑی اور نہر عبور کر کے پیدل ہی کسی طرف نکل گئے تھے لیکن یہ سراغ نہیں مل سکا کہ نہر عبور کر کے آبادی میں داخل ہونے کے بعد وہ کس طرف نکل گئے۔ البتہ اگر وہ کسی گاڑی میں سفر کرتے تو یقینی طور پر کہیں نہ کہیں انہیں ٹریس کر لیا جاتا“...... اس مرتبہ کرنل بریڈلے نے نرم لہجے میں کہا۔

”ہوسکتا ہے کہ وہ سرچ آپریشن شروع ہونے سے پہلے ہی ولنگٹن سے کسی دوسرے شہر فرار ہو گئے ہوں اس وقت تک ائیرپورٹ کو بھی سیل نہیں کیا گیا تھا“...... جنرل سٹارم نے اندازہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ چوبیس گھنٹے گزر جانے اور پورے شہر کو کھنگالنے کے بعد کوئی سراغ نہ ملنے پر ہم نے بھی باور کر لیا ہے کہ مجرم دارالحکومت سے فرار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے ملک کے تمام علاقوں خاص طور پر ولنگٹن سے قریبی شہروں میں اپنے آدمیوں کو متحرک کر دیا ہے اور صبح سے ان شہروں میں بھی سرچ آپریشن شروع کر دیا جائے گا۔ بہرحال ایک بات طے ہے کہ دہشت گرد مقامی ہیں“...... کرنل بریڈلے نے حتمی لہجے میں

کہا۔

”مقامی دہشت گرد۔ میں سمجھا نہیں کرنل بریڈلے“...... جنرل سٹارم کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جی ہاں۔ ایکریمیا میں کچھ عناصر جو ہمارے صدر صاحب کے شروع سے ہی مخالف ہیں اور نسلی تعصب کے سبب مختلف ہتھکنڈوں سے موجودہ حکومت کو گرانے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ خیال ہے کہ اب وہ دہشت گردی کے ذریعے حکومتی اداروں کو تباہ کر کے عوام کو حکومت کے خلاف اکسا رہے ہیں تاکہ عوام کو باور کرایا جا سکے کہ موجودہ حکومت نا اہل ہے اور ملک سے باہر دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کر کے نہ صرف ایکریمین فوج کو مروا رہی ہے بلکہ دہشت گردوں کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ یہاں آ کر انتقامی کارروائیاں کرے۔ آپ کا کیا خیال ہے جنرل سٹارم“...... کرنل بریڈلے نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کے خیالات سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں کرنل بریڈلے۔ بہادرستان کے دہشت گردوں کی ہم نے کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور ان میں پہلے والا دم خم نہیں رہا اور نہ ہی وہ اب اتنی دور سے یہاں آ کر دہشت گردی کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہماری پوری قوم سائن علیون کے واقعہ کے بعد مکمل طور پر متحد اور الرٹ ہے۔ چنانچہ دہشت گرد یقیناً ایکریمین تھے“...... جنرل سٹارم نے کہا۔

”جی ہاں لیکن پلیز اس گفتگو کو خود تک محدود رکھیں“...... کرنل بریڈلے نے سر ہلا کر کہا۔

''آل رائٹ۔ آپ بے فکر رہیں۔ گڈ نائٹ''...... جنرل سٹارم نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''ہونہہ۔ بے وقوف سمجھتا ہے کہ دہشت گرد درختوں سے لٹکے ہوئے پھل ہیں جنہیں ہم فوراً ہی توڑ لیں گے''...... کرنل بریڈلے نے فون بند کر کے غصیلے لہجے میں کہا اور میجر ہارڈن کی طرف دیکھنے لگا جو اس دوران خاموش رہا تھا۔

''چیف۔ جنرل سٹارم کیا کہہ رہے تھے''...... میجر ہارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''بکواس کر رہا تھا احمق''...... کرنل بریڈلے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''سر۔ کیا واقعی دہشت گرد ایکریمین تھے''...... میجر ہارڈن نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ کم از کم مجھے یقین ہو گیا ہے کیونکہ شہر سے باہر ملنے والی دہشت گردوں کی گاڑی کوپر نامی شخص کے نام پر رجسٹرڈ تھی لیکن کوپر اپنے ایڈریس پر نہیں ملا۔ پڑوسیوں کے بیان کے مطابق ایک سال پہلے وہ کسی نا معلوم جگہ شفٹ ہو گیا تھا''...... کرنل بریڈلے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ دہشت گرد اکثر اوقات وارداتوں میں چوری کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں''...... میجر ہارڈن نے کہا۔

''ٹھیک ہے لیکن ملنے والی گاڑی چوری کی نہیں تھی اور نہ کسی پولیس اسٹیشن میں کوپر نے چوری کی رپورٹ درج کرائی ہے۔ ہمارے ایک ممبر

نے تمام پولیس اسٹیشنز سے معلوم کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں یقین کر لینا چاہئے کہ کوپر نامی شخص مقامی دہشت گردوں کا ساتھی تھا۔ اب اس کے بارے میں دوسرے شہروں سے بھی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ کیا تم نے ممبرز کو ہدایات دے دی ہیں''...... کرنل بریڈلے نے پوچھا۔

''یس چیف۔ میں نے شہر کے اسٹیشن انچارج کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو شہر میں پھیلا کر دہشت گردوں کا سراغ لگانے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ میں ہر اسٹیشن پر دس دس ممبرز کو بھی بھیج دیا ہے تاکہ وہاں نفری کی کمی کے سبب کوئی گوشہ سرچ آپریشن کی زد میں آنے سے رہ نہ جائے''...... میجر ہارڈن نے سر ہلا کر کہا۔

''گڈ۔ جیسے ہی کہیں سے کامیابی کی رپورٹ ملے، مجھے بتا دینا''۔ کرنل بریڈلے نے کہا۔

''رائٹ سر۔ کیا آپ گھر نہیں جائیں گے''...... میجر ہارڈن نے کرسی سے کھڑے ہو کر کہا۔

''نہیں۔ ان حالات میں گھر کیسے جا سکتا ہوں۔ تمہارے آنے سے پہلے صدر صاحب کا فون آیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ حکم دیا ہے کہ دہشت گردوں کو کل شام تک گرفتار نہ کیا جا سکا تو یہ ان کی حکومت کی زبردست ناکامی ہو گی اور اپوزیشن پورے ملک میں حکومت کے خلاف مظاہرے شروع کر دے گی''...... کرنل بریڈلے نے پریشان لہجے میں کہا۔

''آپ فکر مت کریں چیف۔ ہم دہشت گردوں کو زیادہ دیر آزاد نہیں رہنے دیں گے۔ ہم ہزاروں میل دور پاکیشیا میں چھپے ہوئے

دہشت گردوں کا سراغ لگا کر انہیں ہلاک کر سکتے ہیں تو اپنے ملک میں کیسے ناکام رہ سکتے ہیں“...... میجر ہارڈن نے کرنل بریڈلے کی پریشانی محسوس کر کے پر اعتماد لہجے میں کہا اور اسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ دونوں انٹرکام کی طرف متوجہ ہو گئے اور کرنل بریڈلے نے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

”لیس“...... کرنل بریڈلے نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”مارکر بول رہا ہوں چیف۔ کیپٹن فلپ نے رپورٹ دی ہے کہ اس نے آرمی کلب میں ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی کو ٹریس کیا ہے جو پہلی مرتبہ کلب میں آئی ہے اور میجر پیٹرک کی میز پر موجود ہے“۔ انٹرکام سے مارکر کی آواز آئی۔

”کیا فلپ لائن پر موجود ہے“...... کرنل بریڈلے نے چونک کر پوچھا۔

”نو سر۔ اس نے کلب کے باہر واقع پبلک فون بوتھ سے کال کی تھی اور میں نے ہدایات کی کہ آپ ابھی میٹنگ میں مصروف ہیں، اس لئے وہ فی الحال کلب میں رہے اور لڑکی پر نگاہ رکھے“...... مارکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بات سمجھ میں نہیں آئی مارکر۔ کیا اس لڑکی کا صرف یہی جرم ہے کہ وہ پہلی مرتبہ کلب میں آئی ہے اور ایک آرمی میجر کے ساتھ بیٹھی ہے“۔ کرنل بریڈلے نے سخت لہجے میں کہا۔

”نو سر۔ فلپ کو شبہ ہے کہ وہ لڑکی میک اپ میں ہے میجر پیٹرک

سے بھی اس کی پہلی ملاقات ہے۔ کلب کے کاؤنٹر مین کا بیان ہے کہ کلب میں کئی میزیں خالی ہونے کے باوجود وہ لڑکی میجر پیٹرک کی میز پر گئی اور اس سے اجازت لے کر بیٹھی۔ گویا وہ میجر پیٹرک کے لئے اجنبی تھی اگر اس کی پہلے سے میجر پیٹرک کے ساتھ شناسائی ہوتی تو وہ اس سے بیٹھنے کی اجازت نہ لیتی“...... مارکر نے جواب میں کہا تو کرنل بریڈلے نے انٹرکام آف کر دیا۔

”میجر ہارڈن۔ کیپٹن فلپ کی رپورٹ کافی اہم ہے“۔ کرنل بریڈلے نے میجر ہارڈن کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لیس چیف“...... میجر ہارڈن نے کہا اور پھر اس نے اپنی جیب سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر کیپٹن فلپ کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا تو کرنل بریڈلے سگار بکس سے ایک سگار نکال کر سلگانے لگا۔

”ہیلو کیپٹن فلپ۔ میجر ہارڈن کالنگ۔ اوور“...... میجر ہارڈن ٹرانسمیٹر پر کیپٹن فلپ کو کال کرنے لگا۔ کرنل بریڈلے نے سگار لگا کر کش لیا اور میجر ہارڈن کی طرف دیکھنے لگا۔ میجر ہارڈن بار بار اپنا جملہ دہرا رہا تھا لیکن تقریباً نصف منٹ گزر گیا اور کیپٹن فلپ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو کرنل بریڈلے کی پیشانی پر سلوٹ پڑ گئے۔

”چیف۔ کیپٹن فلپ کال رسیو نہیں کر رہا“...... مزید پانچ سیکنڈ بعد میجر ہارڈن نے ٹرانسمیٹر آف کر کے کہا۔

”نہ جانے وہ احمق وہاں کیا کر رہا ہے“...... کرنل بریڈلے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سر۔ ہوسکتا ہے اس کے پاس ٹرانسمیٹر نہ ہو۔ شاید اسی وجہ سے اس نے فون پر مارکر کو کال کی تھی“...... میجر ہارڈن نے کہا۔

”اگر اس نے ٹرانسمیٹر اپنے پاس نہیں رکھا تو یہ اس کی کوتاہی ہے جس کی اسے سزا ملنی چاہئے۔ تم فوری طور پر کسی ممبر کو آرمی کلب بھیجو تاکہ وہ کیپٹن فلپ سے مل کر مشتبہ لڑکی کے بارے میں رپورٹ دے“۔ کرنل بریڈلے نے سخت لہجے میں کہا تو میجر ہارڈن نے ٹرانسمیٹر پر ایک دوسری فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور کال کرنے لگا۔

”ہیلو گورڈن۔ میجر ہارڈن کالنگ۔ اوور“...... میجر ہارڈن نے کہا۔

”یس باس۔ گورڈن رسیونگ یو۔ اوور“...... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک آواز ابھری۔

”تم فوراً آرمی کلب پہنچو۔ وہاں کیپٹن فلپ ایک مشتبہ لڑکی کی نگرانی کر رہا ہے۔ مگر میرا کیپٹن فلپ سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ شاید اس کے پاس ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔ تم وہاں اس سے مل کر رپورٹ لو اور مجھے بتاؤ۔ لڑکی آرمی میجر پیٹرک کی میز پر موجود ہے اور فلپ کو شبہ ہے کہ وہ لڑکی میک اپ میں ہے۔ اوور“...... میجر ہارڈن نے گورڈن کو تیزی سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ باس۔ میں چند منٹ میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔ اوور“۔ گورڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”فلپ سے کہنا کہ مجھے ٹرانسمیٹر پر فوری کال کرے۔ اوور اینڈ آل“۔ میجر ہارڈن نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

آرمی کلب کے ہال میں زیادہ رش نہیں تھا اور اکثر میزیں ابھی خالی تھیں۔ اس لئے میجر پیٹرک کو حیرت ہوئی تھی کہ اس نوجوان اور خوبصورت لڑکی نے اس کی میز پر بیٹھنا کیوں پسند کیا حالانکہ وہ اس کے لئے قطعی اجنبی تھی۔ کلب میں اکثر آفیسرز اپنی بیویوں یا گرل فرینڈز کے ساتھ وقت گزاری کے لئے آتے تھے لیکن میجر پیٹرک کئی دنوں سے وہاں اکیلا ہی آ رہا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بیوی دوسرے بچے کو جنم دینے کے لئے فلاڈلفیا اپنے والدین کے پاس گئی ہوئی تھی۔ بیوی کی غیر موجودگی میں میجر پیٹرک کافی بور تھا اس لئے جب اجنبی لڑکی نے اسے سے بیٹھنے کی اجازت مانگی تو میجر پیٹرک نے اس خیال سے انکار نہ کیا کہ چلو کچھ وقت تو اچھا گزرے گا۔

”میرا خیال ہے یہ ہماری پہلی ملاقات ہے“...... میجر پیٹرک نے لڑکی کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں لیکن آپ میرے لئے اجنبی نہیں ہیں"......لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا تو میجر پیٹرک بے اختیار چونک پڑا۔

"شاید آپ کو حیرت ہو رہی ہے۔ میرا نام ایلن گلبرٹ ہے۔ آپ یقیناً کرنل گلبرٹ کو جانتے ہوں گے جو اب دنیا میں نہیں ہیں"......لڑکی نے دوبارہ دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کرنل گلبرٹ۔ جو ایراک جنگ میں مارے گئے تھے"...... میجر پیٹرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں اور آپ بھی ایراک میں ڈیوٹی دیتے رہے تھے"...... ایلن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت میں کیپٹن تھا۔ ایراک سے واپسی پر مجھے پروموشن ملی لیکن کرنل گلبرت تو ناراک میں رہتے تھے"...... میجر پیٹرک نے جواباً کہا۔

"اب بھی ہمارا گھر ناراک میں ہی ہے۔ گزشتہ دنوں ڈیڈی کی ذاتی ڈائری میں ان کی یونٹ کے چند جوانوں کا ذکر پڑھا تھا جن کے بارے میں ڈیڈی نے تعریفی کلمات لکھے کہ ان جوانوں نے جنگ کے دوران بے حد جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور نا قابل فراموش کارنامے انجام دیئے۔ ان جوانوں میں ڈیڈی نے کیپٹن پیٹرک کو نمبر ون قرار دیا اور یقین ظاہر کیا کہ کیپٹن پیٹرک کا مستقبل روشن ہے اور وہ ترقی کر کے آرمی چیف کے عہدے پر ضرور پہنچے گا۔ ڈیڈی کے آپ کے بارے میں یہ کمنٹس پڑھ کر مجھے آپ سے ملنے اور دوستی کرنے کا شوق پیدا ہوا۔

چنانچہ میں نے یہاں آنے سے پہلے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ آپ اب کیپٹن نہیں میجر ہیں تو مجھے خوشی ہوئی کہ ڈیڈی کی پیش گوئی درست تھی"...... ایلن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو میجر پیٹرک، کرنل گلبرٹ کے اپنے بارے میں ریمارکس پر بے حد خوش ہوا۔

"تھینک یو ایلن۔ میری خوش قسمتی ہے کہ کرنل گلبرٹ جیسے عظیم آفیسر کی بیٹی مجھ سے ملنے آئی ہے۔ تمہارے لئے کیا منگواؤں۔ یہاں ہر قسم کی شراب دستیاب ہے"...... میجر پیٹرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہاں مناسب نہیں ہے۔ آپ کے گھر جاؤں گی تو ڈرنک کروں گی۔ کیا آپ کے گھر میں بیوی بچے بھی موجود ہیں"...... ایلن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بیگم دو ماہ کے لئے فلاڈلفیا اپنے والدین کے گھر گئی ہوئی ہے اور گھر میں میرے سوا کوئی نہیں ہے"...... میجر پیٹرک نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں وہاں آزادی سے ڈرنک کر سکوں گی۔ آپ کب جائیں گے یہاں سے"...... ایلن نے میجر پیٹرک کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی چلتے ہیں۔ تمہیں واپس ناراک کب جانا ہے"...... میجر پیٹرک نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ایگزام کے بعد۔ میں آپ کو بتانا بھول گئی کہ میں یہاں نیشنل یونیورسٹی میں ایم بی اے کر رہی ہوں اور ہوسٹل میں رہتی ہوں۔ چونکہ

یونیورسٹی میں دو دن کی چھٹیاں ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ یہ دو دن آپ کے ساتھ اچھے گزریں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے"...... ایلن نے ہنس کر کہا۔

"بالکل۔تم نے اچھا کیا۔ میں بھی کئی دنوں سے بوریت محسوس کر رہا تھا"...... میجر پیٹرک نے سر ہلا کر کہا۔

"یقیناً یہ بوریت بیگم کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہے۔ بہر حال میں آپ کی بوریت دور کر دوں گی۔ چلیئے"...... ایلن نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تو میجر پیٹرک نے بھی کرسی چھوڑ دی۔ وہ دونوں ہال سے نکل کر کمپاؤنڈ میں آئے جہاں میجر پیٹرک کی نیلے رنگ کی کار کھڑی تھی۔ پارکنگ میں آ کر میجر پیٹرک اپنی کار کے پاس رکا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔

"نہیں۔ میں پیچھے بیٹھوں گی۔ راستے میں میری کسی یونیورسٹی فیلو نے دیکھ لیا تو پوری یونیورسٹی میں بات پھیل جائے گی"...... ایلن نے جلدی سے کہا اور خود ہی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ میجر پیٹرک کو ایلن کا عذر درست محسوس ہوا اور اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔ چند لمحوں بعد کار میجر پیٹرک کے ذاتی بنگلے کی طرف دوڑ رہی تھی جو اس نے میجر بننے کے بعد شہر سے باہر ایک خوبصورت اور جدید کالونی میں تعمیر کرایا تھا اور سرکاری بنگلہ چھوڑ کر اس میں شفٹ ہو گیا تھا۔

"آج کل آپ کہاں ڈیوٹی دے رہے ہیں میجر"...... کلب روڈ سے

دوسری سڑک پر کار کے مڑنے کے بعد ایلن نے میجر پیٹرک سے کہا۔

"میرا یونٹ آرڈیننس فیکٹری کے ریڈ زون میں سیکورٹی کے فرائض انجام دے رہی ہے لیکن آج کل میں ایک ہفتہ کی چھٹی پر ہوں جو کل ختم ہو جائے گی اور پیر سے میں ڈیوٹی پر چلا جاؤں گا"...... میجر پیٹرک نے بتایا۔

"کیا وہ فیکٹری ولنگٹن میں ہی ہے"...... ایلن نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ ولنگٹن سے شمال مغرب میں واقع پہاڑوں میں"...... میجر پیٹرک نے جواب میں کہا۔

"اوہ۔ پھر تو آپ کو وہاں ہیلی کاپٹر یا جہاز میں جانا پڑتا ہو گا"۔ ایلن نے جلدی سے کہا۔

"ہیلی کاپٹرز ایمرجنسی مقاصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں یا پھر فیکٹری کے انچارج جنرل ہوپ ہیلی کاپٹر میں وہاں آتے جاتے ہیں۔ میجر جنرل سے کم رینک کے آفیسرز بائی روڈ جاتے ہیں۔ ویسے بھی نوے کلو میٹر کا فاصلہ اتنا طویل نہیں ہوتا کہ ہیلی کاپٹر یا جہاز میں سفر کرنے کا تکلف کیا جائے"...... میجر پیٹرک نے مسکراتے ہوئے کہا تو ایلن نے تھوڑا سا چہرہ گھما کر عقب میں دیکھا۔

"لیکن راستے میں بار بار چیک پوسٹوں پر شناخت کے لئے رکنا کافی تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ میں ایک مرتبہ اپنے ڈیڈی کے ساتھ نئے تعمیر ہونے والے میزائل پراجیکٹ کی سیر کرنے گئی تھی تو راستے میں ڈیڈی کو ہر چیک پوسٹ پر روک کر شناخت طلب کی گئی تھی جس سے مجھے بے حد

کوفت ہوئی تھی“...... ایلن نے ہنس کر کہا۔

”نہیں ایلن۔ اگرچہ چیک پوسٹ پر شناخت پیش کرنا ہماری قومی اور قانونی ذمے داری ہے لیکن چونکہ اس راستے میں قائم تمام چیک پوسٹوں پر ہماری یونٹ کے ہی لوگ متعین ہیں اس لئے وہ میری کار کو پہچانتے ہیں اور مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی جاتی“...... میجر پیٹرک نے مسکراتے ہوئے کہا اور کار کالونی کے اندر جانے والی سڑک پر موڑ دی۔ ایلن نے ذرا چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا تو سیاہ رنگ کی وہ کار کچھ فاصلے پر آ رہی تھی جو شروع سے ہی میجر پیٹرک کی کار کا پیچھا کر رہی تھی۔ ایلن دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔ چند لمحوں بعد میجر پیٹرک نے ایک خوبصورت بنگلے کے گیٹ پر کار روکتے ہوئے ہارن دیا تو ایک لمحہ بعد گیٹ کھل گیا۔ گیٹ کھولنے والے باوردی گارڈ نے سائیڈ پر ہو کر میجر پیٹرک کو سلام کیا۔ میجر پیٹرک نے اندر آ کر کار برآمدے کے باہر روکی۔ وہاں بھی ایک مسلح گارڈ موجود تھا۔ اس نے سلام کیا اور آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ میجر پیٹرک انجن بند کر کے کار سے اترا تو گارڈ نے پچھلا دروازہ کھولا اور ایلن بھی کار سے باہر آ گئی۔

”آؤ“...... میجر پیٹرک نے ایلن کی طرف دیکھ کر کہا اور برآمدے کی طرف بڑھا تو ایلن اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگی۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں ایک شاندار ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔

”بیٹھو“...... میجر پیٹرک نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایلن سے کہا اور ایلن ایک صوفے پر بیٹھ گئی تو میجر پیٹرک اس

کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر گہری نگاہوں سے ایلن کی طرف دیکھنے لگا۔ ٹھیک اسی لمحے میز پر رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو میجر پیٹرک نے چونکتے ہوئے فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ میجر پیٹرک بول رہا ہوں“...... اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”میجر ہارڈن بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔

”ہارڈن فرام“...... میجر پیٹرک نے چونکتے ہوئے کہا۔

”فرام سی آئی اے ہیڈکوارٹر“...... میجر ہارڈن نے جواب میں کہا۔

”اوہ۔ یس میجر ہارڈن۔ حکم فرمائیں“...... میجر پیٹرک نے جلدی سے نرم لہجے میں کہا۔

”آرمی کلب میں آپ کی میز پر ایک نوجوان اجنبی لڑکی دیکھی گئی تھی۔ کیا وہ آپ کے ساتھ بنگلے پر موجود ہے“...... دوسری طرف سے میجر ہارڈن نے تو میجر پیٹرک نے چونکتے ہوئے ایلن کی طرف دیکھا۔

”یس میجر۔ خیریت تو ہے۔ کیا میری نگرانی کی جا رہی ہے“...... میجر پیٹرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں لیکن گزشتہ رات ہونے والی دہشت گردی کے واقعات کے سبب ہمارے ممبرز تمام اہم جگہوں پر موجود ہیں اور خفیہ سرچ آپریشن کیا جا رہا ہے۔ چونکہ اس لڑکی کو پہلی مرتبہ آرمی کلب میں دیکھا گیا ہے اور غالباً آپ کے لئے بھی وہ اجنبی تھی اس لئے اس کے بارے میں معلوم

کرنا ضروری تھا۔ اطلاع ملنے پر ہمارا ایک ممبر کلب پہنچا تو آپ وہاں سے جا چکے تھے اس لئے آپ کو فون پر زحمت دینا پڑی۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ لڑکی کون ہے اور آپ سے اس نے کیوں ملاقات کی“...... میجر ہارڈن نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”یس میجر ہارڈن۔ وہ میرے ایک مرحوم آفیسر کرنل گلبرٹ کی بیٹی ایلن گلبرٹ ہے۔ ایراک جنگ کے دوران میں نے بحیثیت کیپٹن وہاں کرنل گلبرٹ کی ماتحتی میں فرائض انجام دیئے تھے۔ کرنل گلبرٹ جنگ میں ہلاک ہو گئے تھے لیکن ان کی فیملی سے میرے مراسم قائم رہے ایلن مجھ سے ملنے آئی تھی اور میرے گھر پر موجود نہ ہونے کے سبب وہ آرمی کلب میں آ کر مجھ سے ملی تو میں اسے اپنے بنگلے پر لے آیا اور آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں“...... میجر پیٹرک نے جواب میں کہا۔

”تھینک یو میجر پیٹرک۔ کیا ایلن گلبرٹ ونگٹن میں رہتی ہے“...... میجر ہارڈن نے کہا۔

”ہاں۔ وہ یہاں نیشنل یونیورسٹی میں ایم بی اے کر رہی ہے اور ہوسٹل میں رہتی ہے جبکہ اس کی فیملی ناراک میں رہتی ہے۔ چونکہ وہ میرے قابل احترام آفیسر کی بیٹی ہے اس لئے میں اسے مہمان بنا کر گھر لایا ہوں۔ وہ کل شام تک یہاں رہے گی۔ کیا آپ کو اس پر کوئی شبہ ہے“...... میجر پیٹرک نے پوچھا۔

”شبہ تھا لیکن آپ کی وضاحت سن کر ختم ہو گیا۔ تعاون کا شکریہ۔ او کے“...... میجر ہارڈن کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو

گیا تو میجر پیٹرک نے بھی رسیور رکھ دیا۔

”کون تھا فون پر“...... ایلن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”سی آئی اے کا میجر ہارڈن۔ تم بیٹھو میں چینج کر کے آتا ہوں“۔ میجر پیٹرک نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مگر دروازہ کھولتے ہی ایک ریوالور کی نال اس کے سینے سے آ لگی اور وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

عمران نے اپنی سیاہ رنگ کی کار میجر پیٹرک کے بنگلے سے پچھلے بنگلے کے پہلو میں واقع کشادہ مگر سنسان گلی میں روکی اور انجن بند کر کے اترا تو گلی میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ وہ گلی میں آگے بڑھا اور پھر بائیں جانب چھوٹی سی گلی میں مڑ گیا۔ یہ گلی میجر پیٹرک کے بنگلے کے عقب سے گزرتی تھی۔ گلی میں نیم تاریکی تھی اور دونوں جانب بنگلوں کے عقبی گیٹ بند تھے۔ عمران نے ایک درز سے اندر جھانکا تو عقبی لان میں نیم تاریکی تھی۔ عمارت کے پہلو میں فرنٹ پر آنے جانے کے لئے کشادہ راستے پر ایک فوجی جیپ کھڑی تھی لیکن کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ مطمئن ہو کر عمران کوئی آواز پیدا کئے بغیر گیٹ پر چڑھا اور آرام سے اندر اتر گیا۔

چند لمحوں تک سن گن لینے کے بعد وہ دبے پاؤں عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ عمارت کے عقب میں ایک دروازہ تھا جو بند نظر آ رہا تھا جبکہ

دائیں بائیں کمروں کی کھڑکیاں تھیں۔ یقیناً وہ دروازہ راہداری کا تھا۔ عمران نے جیب سے ریوالور نکالا اور دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دروازے پر جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا کر اندر جائزہ لیا۔ اندر روشن راہداری میں چند کمرے تھے۔ راہداری کی دوسری جانب برآمدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے جیب سے ماسٹر کی نکالی اور قفل کے سوراخ میں ڈال کر گھمائی۔ تیسری کوشش پر لاک کھل گیا تو عمران نے چابی جیب میں رکھی اور سیاہ نقاب نکال کر چہرے پر لگانے کے بعد آہستہ سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر آ کر آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ بائیں جانب کے پہلے کمرے کا دروازہ بند تھا اور اس میں روشنی ہو رہی تھی جو دروازے اور فرش کے درمیانی خلا سے نظر آ رہی تھی باقی کمرے تاریک پڑے تھے۔ یقیناً روشن کمرے میں ہی ایلن اور پیٹرک موجود تھے۔

کچھ دیر پہلے عمران پلاننگ کر کے جولیا کے ساتھ آرمی کلب پہنچا تھا اور جولیا کو میجر پیٹرک کو پھنسانے کے لئے کلب کے اندر بھیج کر وہ باہر ہی اپنی کار میں بیٹھا رہا تھا مگر چند لمحوں بعد اس نے ایک آدمی کو تیزی سے کلب سے باہر آتے اور کلب کے گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر واقع ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھتے دیکھا تو اسے شبہ ہوا کہ شاید وہ شخص کسی خفیہ ایجنسی کا ممبر ہے اور جولیا کے بارے میں کسی کو اطلاع دینے جا رہا ہے۔ چنانچہ عمران فوراً کار سے اتر کر فون بوتھ کے عقب میں پہنچا اور بوتھ کی دیوار سے کان لگا کر اندر ہونے والی گفتگو سنی تو اس کا شبہ درست ثابت ہوا تھا۔ اس آدمی کا نام کیپٹن فلپ تھا اور اس نے مارکر کو

اطلاع دی تھی کہ ایک لڑکی میجر پیٹرک کی میز پر پہنچی اور میجر سے بیٹھنے کی اجازت لے کر بیٹھ گئی وہ لڑکی بظاہر ایکریمین ہے لیکن میک اپ میں لگتی ہے۔ جواب میں مارکر نے کیپٹن فلپ کو ہدایت کی کہ چیف میٹنگ میں ہے اس لئے وہ لڑکی پر نگاہ رکھے اور چند منٹ بعد دوبارہ رپورٹ دے۔ یہ گفتگوسن کر عمران نے کیپٹن فلپ کو کور کرنے کا فیصلہ کیا اور جیسے ہی وہ فون بوتھ سے باہر آیا تھا۔ عمران نے ریوالور اس کے پہلو سے لگایا اور اسے کور کیئے اپنی کار کے پاس لا کر اس کی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔ پھر جیسے ہی اس کے حکم پر کیپٹن فلپ عقبی نشست پر بیٹھنے لگا۔ عمران نے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا اور اسے عقبی نشستوں کے پائیدان میں لٹا دیا تھا۔ اس کے چند منٹ بعد ایلن کے روپ میں جولیا، میجر پیٹرک کی کار میں کلب سے باہر آئی تو اس نے عمران کو مخصوص اشارہ کیا تھا جس کا مطلب تھا کہ ان کے پلان کے مطابق میجر پیٹرک سے اپنے گھر لے جا رہا ہے۔ چنانچہ عمران کچھ فاصلے سے میجر پیٹرک کی کار کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میجر پیٹرک کے بنگلے پر سیکورٹی گارڈ ہوں گے اس لئے وہ بنگلے کے عقب سے اندر آیا تھا۔

روشن کمرے کے پاس پہنچتے ہی اسے اندر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی جو یقیناً میجر پیٹرک کی تھی اور وہ فون پر کسی کو جولیا کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کی باتوں سے عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ میجر پیٹرک سے بات کرنے والا سی آئی اے کا ہی کوئی ممبر ہو گا۔ چند لمحوں بعد اندر سے

آنے والی آواز بند ہو گئی۔ پھر جولیا کی آواز ابھری۔ وہ میجر پیٹرک سے فون کرنے والے کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

”سی آئی اے کا میجر ہارڈن تھا۔ تم بیٹھو میں چینج کر کے آتا ہوں“۔ میجر پیٹرک کی آواز سنائی دی اور پھر اس کے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں تو عمران اس کے استقبال کے لئے تیار ہو گیا۔ قدموں کی آہٹیں دروازے کے قریب آ گئیں اور دروازہ کھلا تو عمران نے پھرتی سے ریوالور کی نال میجر پیٹرک کے سینے سے لگا دی۔ میجر پیٹرک عمران کو دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔ مگر اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے کوئی آواز نکلتی عمران اسے ریوالور کی نال سے پیچھے دھکیلتا ہوا اندر آیا اور ایک ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا۔ صوفے پر بیٹھی جولیا خاموشی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”میجر پیٹرک۔ ہاتھ بلند کر لو۔ ریوالور بے آواز ہے۔ فائر کی آواز کسی کو نہیں سنائی دے گی اور تمہارے دل میں گولی اتر جائے گی“۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو میجر پیٹرک نے گھبرا کر ہاتھ اٹھا دیئے۔

”تم۔تم کون ہو۔ کیا چاہتے ہو“...... میجر پیٹرک نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”آہستہ بولو۔ ورنہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دوں گا۔ باہر تمہارے کتنے گارڈز اور ملازم ہیں“...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”چچ۔ چار“...... میجر پیٹرک نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا چاروں گیٹ پر ہیں“...... عمران نے جولیا کی طرف دیکھے بغیر

کہا۔

''نہیں۔ دو ڈیوٹی پر ہیں۔ دو کوارٹر میں۔ مگر تم کون ہو''...... میجر پیٹرک نے جواب میں کہا۔

''ابھی میرے باس میجر ہارڈن نے تم سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا اور تم نے غلط بیانی کی تھی''...... عمران نے ہاتھ سے جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ تم سی آئی اے کی ممبر ہو''...... میجر پیٹرک نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اور ایلن بھی سی آئی اے کی ممبر ہے''...... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

''کیا۔ کیا''...... میجر پیٹرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور جولیا کی طرف دیکھا تو خوف سے لرزنے لگا۔ صوفے پر بیٹھی جولیا کے ہاتھ میں بھی ریوالور چمک رہا تھا جس کا رخ میجر پیٹرک کی طرف تھا۔

''ہاں۔ اب تم ایلن کی طرف رخ کر لو۔ کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو مارے جاؤ گے''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر پیٹرک، جولیا کی طرف گھوم گیا اور عمران کے اشارے پر جولیا صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ عمران نے ریوالور کی نال میجر پیٹرک کی کمر سے لگائی اور ایک ہاتھ سے اس کی جیبوں کو ٹٹولا لیکن کوئی ریوالور برآمد نہ ہوا۔

''چلو۔ اب صوفے پر بیٹھ جاؤ''...... عمران نے سامنے آ کر صوفے

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو میجر پیٹرک آگے بڑھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ عمران نے جولیا کو بیٹھنے کا شارہ کیا اور پھر خود بھی جولیا کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''تم سی آئی اے کے ممبر ہو تو تم نے ڈاکوؤں کی طرح نقاب کیوں لگا رکھا ہے۔ کیا گیٹ پر کھڑے گارڈز نے تمہیں اندر آنے سے روکنے کی کوشش نہیں کی''...... میجر پیٹرک نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ خفیہ والے ہمیشہ متبادل راستے اختیار کرتے ہیں۔ تمہارے گارڈز نے مجھے دیکھا ہی نہیں تو کیسے روکتے البتہ تم سے کوئی پردہ نہیں ہے''...... عمران نے کہا اور چہرے سے نقاب اتار کر جیب میں رکھ لیا۔ وہ ادھیڑ عمر ایکریمین کے میک اپ میں تھا۔

''میں اب تک اس ڈرامے کا مقصد نہیں سمجھ سکا''...... میجر پیٹرک نے آہستہ سے کہا۔

''ابھی سمجھ جاؤ گے۔ پہلے میرے چند سوالوں کے جواب دو۔ اگر تم نے ذرا بھی غلط بیانی کی تو اس ریوالور کی گولی تمہارا بھیجہ اڑا ڈالے گی''۔ عمران نے دھمکی دیتے ہوئے ریوالور کو جنبش دے کر کہا تو میجر پیٹرک کا چہرہ خوف سے سیاہ پڑ گیا۔ عمران اس سے سوالات کرنے لگا۔ اس میں سے کئی باتیں اسے اپنے مخبر مارٹی سے معلوم ہو چکی تھیں کہ میجر پیٹرک ایراک جنگ میں کرنل گلبرٹ کی ماتحتی کرتا رہا تھا اور کرنل گلبرٹ اس جنگ میں مارا گیا تھا جبکہ اس کی فیملی ناراک میں رہتی ہے اور میجر پیٹرک کا یونٹ آج کل آرڈیننس فیکٹری کی حفاظت پر مامور ہے۔ عمران

تقریباً پانچ منٹ تک میجر پیٹرک سے اس کی آرڈیننس فیکٹری میں مصروفیات، وہاں کی سیکورٹی اور چیک پوسٹوں کے عملہ وغیرہ کے بارے میں سوالات کرتا رہا اور پھر وہ صوفے سے اٹھ کر میجر پیٹرک کے عقب میں آ کھڑا ہوا اس سے پہلے کہ میجر پیٹرک اس کے ارادے سے باخبر ہوتا عمران کا ریوالور والا ہاتھ بلند ہوا اور ریوالور کا دستہ میجر پیٹرک کے سر پر مارتے ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے میجر پیٹرک کا منہ دبا دیا۔ چنانچہ اس کے منہ سے نکلنے والی کراہ منہ میں ہی دب گئی اور وہ صوفے سے فرش پر لڑھک کر بے ہوش ہو گیا۔ عمران نے ریوالور جیب میں ڈالا اور دیوار پر لگے انٹرکام کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے انٹرکام کا بٹن پریس کیا۔

"یس سر"...... ایک لمحہ بعد انٹرکام کے لاؤڈر سے آواز آئی جو یقیناً کسی گارڈ کی تھی۔

"سنو۔ جب تک میں حکم نہ دوں تم میں سے کوئی برآمدے میں نہ آئے کوئی ملنے آئے تو اسے باہر سے ہی ٹرخا دینا کہ میں کھانا کھانے ایلن کے ساتھ شہر گیا ہوا ہوں۔ کوئی زبردستی یا دھمکی دے کر اندر آنے کی کوشش کرے تو اسے گرفتار کر لینا چاہے وہ کوئی جنرل کرنل ہی کیوں نہ ہو۔ سمجھ گئے"...... عمران نے میجر پیٹرک کی آواز میں کہا۔

"یس سر۔ آپ بے فکر رہیں"...... دوسری طرف سے گارڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے انٹرکام آف کیا اور دروازے کا بولٹ چڑھا کر واپس میجر پیٹرک کے قریب آ گیا۔ جولیا نے بھی ریوالور اپنے پرس میں رکھ لیا تھا۔

میجر ہارڈن نے میجر پیٹرک سے بات کرنے کے بعد فون کا رسیور رکھا ہی تھا کہ دوسرے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ میجر ہارڈن بول رہا ہوں"...... اس نے کہا۔

"کرنل بریڈلے بول رہا ہوں۔ گورڈن نے کیا رپورٹ دی ہے"۔ دوسری طرف سے اس کے چیف کی مخصوص آواز آئی۔

"حیرت انگیز سر۔ گورڈن نے آرمی کلب سے چند منٹ پہلے رپورٹ دی تھی کہ وہاں کیپٹن فلپ کی گاڑی تو موجود ہے لیکن وہ خود کہیں نظر نہیں آیا۔ اس کے علاوہ میجر پیٹرک اور مشتبہ لڑکی بھی غائب تھے۔ جب گورڈن وہاں پہنچا تو کلب کے کاؤنٹر مین نے بتایا کہ میجر پیٹرک پانچ منٹ پہلے لڑکی کے ساتھ کلب سے رخصت ہوا تھا۔ گورڈن نے مجھے رپورٹ دی تو میں نے میجر پیٹرک کے بنگلے کا فون نمبر معلوم کر کے اس

سے فون پر لڑکی کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور مجھے خاصی حیرت ہوئی''...... میجر ہارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ میجر پیٹرک نے کیا بتایا''...... کرنل بریڈلے نے جلدی سے کہا۔

''میجر پیٹرک کے بیان کے مطابق وہ لڑکی اس کے مرحوم آفیسر کرنل گلبرٹ کی صاحبزادی ایلن ہے اور اس سے ملنے ناراک سے آئی ہے''...... میجر ہارڈن نے کہا۔

''کرنل گلبرٹ۔ جو ایراک جنگ میں مارا گیا تھا''...... کرنل بریڈلے کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

''یس سر۔ اس وقت میجر پیٹرک کیپٹن تھا اور کرنل گلبرٹ کی ماتحتی میں اس نے بھی ایراک میں ڈیوٹی دی تھی۔ میجر پیٹرک کے کرنل گلبرٹ کی فیملی سے بھی تعلقات تھے۔ ایلن یہاں اس سے ملنے آئی ہے اور کل شام تک اس کی مہمان رہے گی۔ چونکہ میجر پیٹرک گھر پر موجود نہیں تھا اس لئے ایلن نے آرمی کلب میں آ کر اس سے ملاقات کی۔ ایلن یہاں نیشنل یونیورسٹی میں ایم بی اے کر رہی ہے اور ہوسٹل میں رہتی ہے''۔ میجر ہارڈن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کیپٹن فلپ کہاں غائب ہو گیا''...... کرنل بریڈلے نے پوچھا۔

''میں نے گورڈن کو ہدایت کی ہے کہ وہ کیپٹن فلپ کو تلاش کرے۔ کچھ دیر بعد وہ رپورٹ دے گا''...... میجر ہارڈن نے کہا۔

''کیا تم نے میجر پیٹرک کے بیان کی تصدیق کی ہے''...... کرنل بریڈلے کی آواز سنائی دی۔

''تصدیق کی کیا ضرورت ہے چیف۔ کرنل گلبرٹ کے بارے میں آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی''...... میجر ہارڈن نے چونک کر کہا۔

''کیپٹن فلپ نے ایلن کے بارے میں شبہ ظاہر کیا ہے کہ وہ میک اپ میں ہے اور تم جانتے ہو کہ کیپٹن فلپ کو میک اپ ٹریس کرنے میں مہارت حاصل ہے۔ پھر وہ ایلن کے بارے میں اطلاع دینے کے بعد سے غائب ہے۔ اس سے تو یہی لگتا ہے کہ کیپٹن فلپ کا شبہ غلط نہیں ہے۔ تم ایلن کے ہوسٹل سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ ہو سکتا ہے ایلن نے میجر پیٹرک سے غلط بیانی کی ہو''...... کرنل بریڈلے نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''رائٹ سر۔ میں ابھی ہوسٹل سے معلومات حاصل کرتا ہوں''۔ میجر ہارڈن نے کہا۔

''ہاں۔ یہ ضروری ہے۔ مجھے لگتا ہے کیپٹن فلپ کے غائب ہونے میں اس کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ ورنہ وہ اتنا غیر ذمہ دار نہیں ہے کہ دوبارہ ہمیں کال نہ کرتا۔ ڈیٹس آل''...... کرنل بریڈلے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر ہارڈن نے رسیور رکھا اور میز پر رکھا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر اٹھا لیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے اس پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور کال کرنے لگا۔

''ہیلو رالف۔ میجر ہارڈن کالنگ۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے سخت

لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ رالف رسیونگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک آواز ابھری۔

''نیشنل یونیورسٹی جاؤ اور وہاں سے ایک سٹوڈنٹ ایلن گلبرٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ ایلن ایم بی اے کر رہی ہے اور ایک مرحوم آرمی کرنل گلبرٹ کی بیٹی ہے جو ایراک جنگ میں مارا گیا تھا۔ ایلن گلبرٹ کا گھر ناراک میں ہے۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''رائٹ باس لیکن اس وقت تو یونیورسٹی بند ہے۔ کیا صبح جاؤں۔ اوور''...... رالف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''احمق آدمی۔ ایلن یونیورسٹی ہوسٹل میں رہتی ہے لیکن اس وقت ایک میجر پیٹرک کے بنگلے میں بطور مہمان موجود ہے۔ تم ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ سے معلوم کرو کہ ایلن کب سے وہاں پڑھ رہی ہے اور کیا ایلن باقاعدہ اجازت لے کر ہوسٹل سے باہر رات گزارنے گئی ہے۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''رائٹ سر۔ میں روانہ ہو رہا ہوں۔ اوور''...... رالف نے دوسری طرف سے کہا۔

''کتنی دیر بعد رپورٹ دو گے۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے کہا۔

''تقریباً بیس پچیس منٹ لگ جائیں گے باس کیونکہ ہوسٹل یونیورسٹی کے عقب میں ہے اور یونیورسٹی شہر سے پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

اوور''...... رالف نے جواب میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جلد سے جلد رپورٹ دو۔ ایمرجنسی معاملہ ہے۔ اوور اینڈ آل''...... میجر ہارڈن نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے میز پر رکھے سگریٹ کا پیکٹ اور ایک سگریٹ نکال کر لائٹر سے سلگانے کے بعد بے تابی سے گورڈن کی رپورٹ کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھری تو اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور آن کر دیا۔

''ہیلو باس۔ گورڈن کالنگ۔ اوور''...... ٹرانسمیٹر سے مؤدبانہ آواز بلند ہوئی۔

''یس گورڈن۔ میجر ہارڈن رسیونگ یو۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے جلدی سے کہا۔

''باس۔ میں نے کلب کے آس پاس کی تمام جگہوں میں کیپٹن فلپ کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور عمارتوں کے گارڈز کے علاوہ کلب کے عملہ سے بھی کیپٹن فلپ کے بارے میں پوچھ گچھ کی ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ کاؤنٹر مین نے دوبارہ یہی بیان دیا ہے کہ جب وہ لڑکی میجر پیٹرک کی میز پر بیٹھی تو کیپٹن فلپ اپنی میز سے اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا اور لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا لیکن جب کاؤنٹر مین نے بتایا کہ اس نے پہلی مرتبہ لڑکی کو وہاں دیکھا ہے تو کیپٹن فلپ تیز قدموں سے کلب کے ہال سے باہر چلا گیا تھا۔ کلب کے گیٹ پر موجود گارڈ کا بھی یہی بیان ہے کہ اس نے کیپٹن فلپ کو باہر جاتے دیکھا تھا۔ اس

کے بعد کیپٹن فلپ واپس نہیں آیا تھا۔ چونکہ گارڈ گیٹ کی اندرونی جانب کھڑا تھا اس لئے وہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ کیپٹن فلپ کہاں گیا۔ البتہ گارڈ نے یہ ضرور بتایا ہے کہ کیپٹن فلپ گیٹ سے نکلتے ہی بائیں جانب مڑ گیا تھا اور اسی جانب ٹیلی فون بوتھ ہے۔ میں نے بوتھ کا جائزہ بھی لیا ہے لیکن وہاں بھی کوئی کلیو نہیں ملا۔ اوور''...... گورڈن نے رپوٹ دیتے ہوئے کہا۔

''عجیب بات ہے۔ بہرحال تم اس گارڈ سے پوچھو کہ وہ لڑکی جسے اس نے میجر پیٹرک کی کار میں جاتے دیکھا تھا وہ کلب میں کیسے آئی تھی اور اس کے ساتھ کون تھا۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے کہا۔

''میں نے معلوم کیا ہے باس۔ گارڈ کا بیان ہے کہ لڑکی اکیلی اندر آئی تھی اور میجر پیٹرک لڑکی سے ایک منٹ پہلے کلب میں داخل ہوا تھا۔ اوور''...... گورڈن نے جواب میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم وہیں ٹھہرو اور میری کال کا انتظار کرو۔ اوور اینڈ آل''...... میجر ہارڈن نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے دوبارہ سگریٹ کے کش لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھری تو میجر ہارڈن نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور آن کر دیا۔

''ہیلو باس۔ رالف کالنگ۔ اوور''...... ٹرانسمیٹر سے رالف کی آواز سنائی دی۔

''یس رالف۔ میجر ہارڈن رسیونگ یو۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''باس۔ ایلن گلبرٹ نام کی کوئی لڑکی یونیورسٹی ہاسٹل میں نہیں رہتی۔ اوور''...... رالف نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر ہارڈن بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ تم نے کس سے معلوم کیا ہے۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل سے۔ اس نے مجھے ہوسٹل میں مقیم سٹوڈنٹس کا رجسٹر بھی دکھایا ہے اس میں ایلن گلبرٹ کا نام مجھے نظر نہیں آیا۔ اوور''...... رالف نے جواب میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم واپس آ جاؤ۔ اوور اینڈ آل''...... میجر ہارڈن نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے نمبر پریس کر رہا تھا۔

''یس۔ کرنل بریڈلے بول رہا ہوں''...... چند سیکنڈ بعد دوسری طرف سے کرنل بریڈلے کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''میجر ہارڈن بول رہا ہوں چیف۔ ایلن گلبرٹ نام کی کوئی لڑکی یونیورسٹی ہوسٹل میں نہیں رہتی''...... میجر ہارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو میجر ہارڈن''...... دوسری طرف سے کرنل بریڈلے نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یس چیف۔ میں نے رالف کو یونیورسٹی ہاسٹل بھیجا تھا اس نے ابھی رپورٹ دی ہے کہ ایلن گلبرٹ نامی کوئی لڑکی ہوسٹل میں نہیں رہتی اور نہ رجسٹر میں اس کا نام موجود ہے''...... میجر ہارڈن نے جلدی سے کہا۔

”فوراً کسی کو میجر پیٹرک کے بنگلے پر بھیجو اور اس لڑکی کو حراست میں لے کر اس سے پوچھ گچھ کرو“...... کرنل بریڈلے نے غرا کر کہا۔

”رائٹ سر۔ میں گورڈن کو بھیجتا ہوں۔ میجر پیٹرک کے بارے میں کیا حکم ہے اس نے بھی تو غلط بیانی کی ہے۔ یقیناً وہ ایلن کی اصلیت سے واقف ہے“...... میجر ہارڈن نے کہا۔

”تم خود جا کر تفتیش کرو۔ ہوسکتا ہے وہ کسی ممبر کے قابو نہ آئے جبکہ تم سینئر آفیسر ہو۔ اگر اس معاملے میں میجر پیٹرک مزاحمت کرے تو اسے گرفتار کر کے یہاں لے آ نا“...... کرنل بریڈلے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں خود جا رہا ہوں۔ گورڈن اور رالف کو ساتھ لے جاؤں گا“...... میجر ہارڈن نے سر ہلا کر کہا۔

”جو بھی صورت حال ہو مجھے وہیں سے مطلع کر دینا۔ دیٹس آل“۔ کرنل بریڈلے نے آخر میں کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

ولنگٹن کے شمال مغربی پہاڑوں کی طرف جانے والی سڑک پر ایک آرمی جیپ تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر میجر پیٹرک بیٹھا تھا جو اصل میں عمران ہی تھا۔ اس وقت وہ میجر پیٹرک کے میک اپ میں اور اسی کی فوجی یونیفارم میں ملبوس تھا۔ عقبی نشست پر ایک مسلح گارڈ موجود تھا اور وہ بھی یونیفارم میں تھا لیکن اصل میں وہ صفدر تھا۔ میجر پیٹرک کے بنگلے میں عمران نے میک اپ کرنے اور یونیفارم پہننے کے بعد انٹرکام پر گیٹ گارڈ کو حکم دیا تھا کہ اس کے جانے کے لئے جیپ تیار کی جائے اسے ایمرجنسی ڈیوٹی پر جانا ہے۔ اس کے بعد وہ جولیا کے ساتھ باہر آیا تو جیپ برآمدے کے سامنے کھڑی تھی اور اس کے پاس ایک گارڈ جو کہ ڈرائیور بھی تھا۔ موجود تھا۔

”ایلن۔ میں تمہیں یونیورسٹی ہوسٹل چھوڑنے کے بعد پراجیکٹ کی طرف جاؤں گا“...... عمران نے جولیا سے بلند آواز میں کہا اور جولیا جیپ

کی عقبی نشست پر بیٹھ گئی تو عمران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے پہلے اپنے ٹھکانے کے قریب جولیا کو ڈراپ کرنا اور وہاں سے صفدر کو لینا تھا جسے اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر ہدایات دے دی تھیں۔

"سر۔ کیا مجھے نہیں لے جائیں گے"...... گارڈ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔ شہر سے تم ڈرائیونگ کرنا"...... عمران نے فرنٹ سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ڈرائیور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور عمران نے انجن اسٹارٹ کر کے جیپ کا رخ گیٹ کی طرف کر دیا۔ گیٹ پر اب ایک گارڈ موجود تھا اور اس نے گیٹ کھول دیا تھا۔

"میں اپنی مہمان کو یونیورسٹی پہنچانے جا رہا ہوں۔ وہاں سے پراجیکٹ پر جاؤں گا۔ کوئی ملنے آئے تو اسے بتا دینا"...... عمران نے گیٹ کے پاس جیپ روک کر وہاں کھڑے گارڈ سے کہا اور جیپ آگے بڑھا دی۔ کالونی سے نکل کر وہ اس سمت جیپ دوڑانے لگا جس طرف مارٹی کا بنگلہ تھا۔ جولیا کو عمران نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اپنے ٹھکانے کے قریب پہنچ کر جیسے ہی عمران نے رفتار کم کی عقب میں بیٹھی جولیا نے یکدم ریوالوار پرس سے نکال کر ڈرائیور کے سر پر ریوالور کا دستہ پوری قوت سے رسید کیا اور وہ بے ہوش ہو کر سیٹ سے گرنے ہی لگا تھا کہ عمران نے اسے پکڑ لیا۔ اسی لمحے قریبی گلی سے صفدر نکل کر جیپ کے قریب آیا اور عمران کے اشارے پر اس نے بے ہوش ڈرائیور کو اٹھا کر عقبی حصے میں ڈال دیا جولیا ریوالور پرس میں رکھ کر جیپ سے اتری اور گلی کی طرف بڑھ گئی تو عمران نے جیپ آگے بڑھا دی۔

چونکہ ڈرائیور جیپ کے فرش پر دراز تھا اس لئے باہر سے نظر نہیں آ سکتا تھا۔ صفدر نے اپنے ساتھ لائی ہوئی سیاہ چادر بے ہوش ڈرائیور پر پھیلا دی تھی۔ چند منٹ بعد وہ کسی رکاوٹ کے بغیر شہر سے باہر نکل آئے تو عمران کی ہدایت پر صفدر نے گارڈ کی یونیفارم اتار کر پہن لی اور ڈرائیور کو سیاہ چادر میں لپیٹ دیا تھا۔ تھوڑی دور آ کر عمران نے جیپ روکی اور صفدر کو ہدایات دیں تو صفدر جیپ سے اترا اس نے ڈرائیور کو کندھے پر ڈالا اور سڑک کے کنارے واقع گھنے درختوں کی دوسری جانب آ کر ڈرائیور کو ایک گڑھے میں پھینک کر بے آواز ریوالور سے ڈرائیور کے سر میں فائر کر کے وہ واپس جیپ میں آ بیٹھا تھا۔

اب تک وہ تقریباً چالیس کلو میٹر کا فاصلہ طے کر چکے تھے اور مزید بیس کلو میٹر کے بعد انہیں بائیں ہاتھ پر واقع آرڈیننس فیکٹری کو جانے والی سڑک پر مڑنا تھا۔ راستے میں ہر دس کلو میٹر کے فاصلے پر فوجی چیک پوسٹیں تھیں اور وہ پہلی چیک پوسٹ کے قریب پہنچنے والے تھے۔ چنانچہ عمران نے جیپ روک کر صفدر کو ڈرائیونگ سیٹ پر آنے کا اشارہ کیا اور خود فرنٹ سیٹ پر سرک گیا۔ صفدر نے اسٹیئرنگ سنبھال کر جیپ دوبارہ آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد جیپ چیک پوسٹ کے قریب پہنچی جہاں سڑک پر رکاوٹ موجود تھی اور وہاں دو گارڈز کھڑے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی سڑک سے رکاوٹ ہٹا دی اور پھر ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کر دیا۔ عمران نے ہاتھ کے اشارے سے ان کے سلام کا جواب دیا لیکن ابھی وہ چیک پوسٹ سے تقریباً دو کلو میٹر کے فاصلے پر ہی پہنچے تھے کہ فضاء میں عجیب

سا شور سنائی دینے لگا۔

عمران نے چونکتے ہوئے دائیں جانب دیکھا تو بے اختیار چونک پڑا۔ فضاء میں کافی فاصلے پر ایک ہیلی کاپٹر کی روشنیاں چمک رہی تھیں اور وہ سیدھا سڑک جانب اڑا چلا آ رہا تھا۔

''عمران صاحب۔ ہیلی کاپٹر ہماری طرف آ رہا ہے''...... صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''لگتا تو کچھ ایسا ہی ہے۔ بہرحال فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید وہ فیکٹری کی طرف ہی جا رہا ہے قریب آئے گا تو صورت حال کا پتا چلے گا''...... عمران نے لا پروائی سے کہا۔

چند لمحوں بعد ہی ہیلی کاپٹر قریب آ گیا اور پھر اس سے سرخ روشنی کے ذریعے انہیں رکنے کا سگنل دیا جانے لگا تو عمران فکر مند ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر اب نیچے پرواز کر رہا تھا اور اس میں پائلٹ کے علاوہ تین افراد نظر آ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کی اندرونی لائٹس روشن تھی جبکہ پائلٹ کے برابر میں بیٹھا شخص سرخ روشنی والی ٹارچ کا رخ جیپ کی طرف کئے جلا بجھا رہا تھا لیکن صفدر نے جیپ نہ روکی۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر سڑک سے قریب آ گیا اور جیپ کے ساتھ ساتھ اڑنے لگا۔ اب عمران کو اس میں پائلٹ کے تینوں ساتھیوں کے لباس واضح دکھائی دے رہے تھے جو عام لباس تھے۔ گویا وہ لوگ ایئر فورس یا آرمی کے افراد نہیں تھے۔ عمران اس دوران اپنی پنڈلی سے بندھا اپنا مخصوص ہتھیار کھول کر جیب میں رکھ چکا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق ہیلی کاپٹر میں سوار لوگ سی آئی اے یا

کسی دوسری خفیہ ایجنسی کے افراد ہی ہو سکتے تھے۔

''عمران صاحب۔ کہیں وہ فائرنگ نہ شروع کر دیں ہمیں روکنے کے لئے''...... صفدر نے آہستہ سے کہا۔

''ٹھیک ہے سائیڈ پر روک دو۔ ان سے نمٹے بغیر ہم آگے نہیں جا سکتے''...... عمران نے کہا اور ہاتھ باہر نکال کر ہیلی کاپٹر کی طرف لہرایا جس کا مطلب تھا کہ وہ رک رہے ہیں۔ صفدر نے رفتار کم کی اور سڑک کے کنارے جیپ روک دی تو ہیلی کاپٹر سیدھا نکل گیا۔ کچھ دور جا کر وہ مڑا اور واپس آ کر جیپ سے چند قدم کے فاصلے پر سڑک پر اترنے لگا۔

''ہوشیار رہنا''...... عمران نے صفدر سے کہا اور جیب سے راکٹ پسٹل نکال کر اس کا رخ ہیلی کاپٹر کی طرف کر دیا۔ پھر جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے پیڈ نے سڑک کو چھوا عمران نے پسٹل کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے پسٹل سے نکلنے والا سگار راکٹ ہیلی کاپٹر کے فرنٹ سے ٹکرایا اور ایک زور دار دھماکے سے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔

''چلو''...... عمران نے صفدر سے کہا اور صفدر نے جیپ آگے بڑھا دی۔ ہیلی کاپٹر کے ڈھانچے میں آگ بھڑکنے لگی تھی۔ صفدر نے اس کے سائیڈ سے جیپ گزاری اور رفتار میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اگلی چیک پوسٹ کے قریب پہنچے تو وہاں کھڑے گارڈ نے رکارٹ ہٹا دی۔ وہاں گارڈ کے علاوہ ایک کیپٹن بھی موجود تھا۔ عمران کے اشارے پر صفدر نے اس کے قریب جیپ روکی تو گارڈ اور کیپٹن نے بیک وقت عمران کو سیلوٹ کر دیا۔ شاید ہیلی کاپٹر کے دھماکے کی آواز وہاں سنی گئی

تھی۔

''کیپٹن۔ ہمارے پیچھے کچھ دور دھماکا ہوا ہے۔ شاید کوئی ہیلی کاپٹر گرا ہے۔ جا کر اس کی خبر لو''...... عمران نے میجر پیٹرک کی آواز میں کیپٹن سے کہا اور اس کے اشارے پر صفدر نے جیپ آگے بڑھا دی۔ چند لمحوں بعد عمران نے پیچھے کا جائزہ لیا تو چیک پوسٹ سے ایک جیپ مخالف سمت میں روانہ ہو رہی تھی۔ تھوڑی دور جا کر مین روڈ سے ایک سڑک بائیں جانب مڑتی دکھائی دی تو صفدر نے اس جانب جیپ موڑ دی۔ اس طرف کچھ فاصلے پر ایک اور چیک پوسٹ تھی اور پہاڑی علاقہ شروع ہو رہا تھا۔ اس چیک پوسٹ سے بھی وہ بخیریت گزر آئے۔ اب سڑک کے دونوں اطراف میں گہرائیاں اور چٹانیں تھیں اور سڑک بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھی لیکن یہ سڑک بالکل سیدھی نہیں تھی بلکہ اس میں جگہ جگہ موڑ تھے۔ کچھ دیر بعد سڑک گہرائی میں جانے لگی تو صفدر نے رفتار خاصی کم کر دی کیونکہ تیز رفتاری کے باعث کسی وقت بھی کار سلپ ہو کر سڑک سے ہزاروں فٹ گہرے نشیب میں گر سکتی تھی جیسے جیپ آگے بڑھ رہی تھی اطراف میں واقع چٹانیں اور پہاڑیاں بلند ہوتی جا رہی تھیں اور سڑک بھی بل کھانے لگی تھی جس کے سبب صفدر کو بار بار رفتار کم کرنا اور بے حد احتیاط سے موڑ کاٹنا پڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اگلی چیک پوسٹ کی سرخ روشنی دکھائی دینے لگی جو راستے میں حائل چٹانوں اور پہاڑیوں کے سبب بار بار نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔ ابھی وہ چیک پوسٹ سے کافی پیچھے ہی تھے کہ جیپ میں نصب فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ دونوں

چونک پڑے۔

''کس کی کال ہو سکتی ہے''...... صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''میرا خیال ہے کسی چیک پوسٹ سے کال کی جا رہی ہے۔ بہرحال اٹینڈ تو کرنا ہی پڑے گی''...... عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر وائرلیس فون کا رسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو۔ میجر پیٹرک بول رہا ہوں''...... عمران نے آواز بدل کر میجر پیٹرک کے لب و لہجے میں کہا۔

''کیپٹن روٹر بول رہا ہوں سر۔ ہیلی کاپٹر بری طرح تباہ ہوا ہے اور اس میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اندر پائلٹ سمیت چار افراد کی لاشیں پڑی ہیں لیکن آگ کے سبب ہم انہیں نہیں نکال سکتے''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ یقیناً وہ اس چیک پوسٹ کا انچارج تھا جسے عمران نے جائے حادثہ پر پہنچنے کا حکم دیا تھا۔

''کیا امدادی ٹیمیں وہاں نہیں پہنچیں''...... عمران نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''ابھی تک تو ہمارے سوا یہاں کوئی نہیں پہنچا سر۔ شاید کسی کو اس حادثے کی اطلاع نہیں ملی''...... کیپٹن روٹر نے کہا۔

''ہیلی کاپٹر والوں میں سے کوئی زندہ ہو تو اسے نکالنے کی کوشش کرو''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''نو سر۔ ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہے اور ان کی لاشیں بھی جل

چکی ہیں“...... کیپٹن روٹر نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم واپس چیک پوسٹ پر پہنچو۔ کوئی تم لوگوں سے پوچھ گچھ کرنے آئے تو حادثے سے لاعلمی کا اظہار کرنا۔ ورنہ تم پر الزام آئے گا کہ تم لوگوں نے ہیلی کاپٹر والوں کی مدد نہیں کی جبکہ حادثہ تمہاری چیک پوسٹ کے قریب ہوا تھا“...... عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اگلی چیک پوسٹ کے قریب پہنچ گئے لیکن اسی لمحے چیک پوسٹ کی دوسری سمت ایک موڑ سے ایک گاڑی نمودار ہوئی اور چیک پوسٹ کی طرف آتی دکھائی دی تو عمران ہوشیار ہو گیا۔ وہ جیپ کافی تیز رفتاری سے آ رہی تھی۔ شاید وہ جلدی میں تھی۔ چیک پوسٹ کے باہر کھڑے گارڈز نے سڑک سے رکاوٹ ہٹا دی اور سامنے سے آنے والی جیپ وہاں پہنچ کر رکاوٹ کی دوسری جانب رک گئی۔ صفدر نے بھی رفتار کم کی اور وہاں پہنچ کر بریک لگا دی تو باہر کھڑے گارڈز نے عمران کو سیلوٹ کیا۔ مگر عمران کی نگاہیں دوسری جیپ سے اترنے والے کیپٹن پر مرکوز تھیں جو تیز قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ عمران کو خطرہ ہوا کہ کیپٹن صفدر کو دیکھ کر پہچان نہ لے کہ وہ اصل ڈرائیور نہیں ہے۔ چنانچہ وہ بھی جیپ سے اترا اور دو قدم آگے بڑھ گیا تو کیپٹن نے اپنی جگہ رک کر اسے سیلوٹ کیا۔ جیپ کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں کیپٹن کی جیب پر ” کیپٹن مارش“ کے نام کا بیج نظر آ رہا تھا۔

”خیریت تو ہے۔ کہاں جا رہے ہو“...... عمران نے میجر پیٹرک کی

آواز میں کہا۔

”سر۔ کیا آپ کو ہیلی کاپٹر حادثے کی خبر نہیں ملی“...... کیپٹن مارش نے چونکتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں نے کیپٹن روٹر کو وہاں بھیجا تھا اس نے رپورٹ دی کہ پائلٹ سمیت اس میں چار افراد تھے جو سویلین تھے ہیلی کاپٹر کے ساتھ ہی ان کی لاشیں جل گئی ہیں۔ امدادی ٹیمیں وہاں پہنچنے والی ہوں گی۔ مجھے ایمرجنسی طور پر فیکٹری پہنچنے کا حکم ملا ہے۔ ورنہ میرا تو صبح ویک اینڈ تھا“...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ مجھے معلوم تھا۔ مجھے سیکورٹی چیف نے وائرلیس پر حکم دیا تھا کہ میں جائے حادثہ پر پہنچوں کیونکہ اس ہیلی کاپٹر میں سی آئی اے کے اہلکار تھے جو کسی مشن پر تھے“...... کیپٹن مارش نے سر ہلا کر کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی۔ کیا سیکورٹی چیف نے ان کے مشن کے بارے میں نہیں بتایا تھا“...... عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”نو سر۔ مجھے ان کی امداد کے لئے بھیجا گیا ہے“...... کیپٹن مارش نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں سیکورٹی چیف سے تفصیل معلوم کر لوں گا“...... عمران نے کہا تو کیپٹن مارش نے سیلوٹ کیا اور مڑ کر اپنی جیپ میں جا بیٹھا۔ جیپ کے ڈرائیور نے جیپ آگے بڑھائی تو عمران نے مڑ کر صفدر کو مخصوص اشارہ کیا اور صفدر نے اپنا چہرہ جھکا لیا۔ جیپ اس کے پہلو سے گزر گئی اور عمران واپس اپنی جیپ میں آ بیٹھا تو صفدر نے جیپ

آگے بڑھا دی۔

''صفدر۔ میری چھٹی حس پھڑک رہی ہے۔ رفتار بڑھا دو۔ تاکہ جلد منزل تک پہنچ سکیں''...... عمران نے صفدر سے کہا۔

''کیا کہہ رہا تھا وہ کیپٹن''...... صفدر نے چونکتے ہوئے کہا اور رفتار بڑھانے لگا تو عمران نے مختصراً بتا دیا۔

''مجھے اندیشہ ہے کہ کیپٹن مارش ہمارے بارے میں سیکورٹی چیف سے بات کرے گا تو وہ کیپٹن مارش کو ہماری گرفتاری کا حکم دے گا کیونکہ سیکورٹی چیف کو سی آئی اے ہیڈکوارٹر سے ہیلی کاپٹر اور مشن کے بارے میں تفصیل بتائی گئی ہو گی لیکن سیکورٹی چیف جلد بازی میں کیپٹن مارش کو پوری بات نہیں بتا سکا ہو گا''...... عمران نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ پھر تو واقعی ہم خطرے میں ہیں''...... صفدر نے فکر مند ہو کر کہا۔

''خطرات تو ہماری زندگی کا حصہ ہیں برخوردار اس لئے میں کنفیوشس کے اس قول کو ہمیشہ یاد رکھتا ہوں کہ جو ڈر گیا، وہ مر گیا''...... عمران نے سامنے دیکھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں کہا اور صفدر بے اختیار مسکرا کر پیچھے دیکھنے لگا مگر پھر چونک پڑا۔ عقب میں کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکی تھی جو درمیان میں کسی موڑ کی وجہ سے اوجھل ہو گئی تھیں۔

''عمران صاحب کوئی گاڑی آ رہی ہے''...... صفدر نے جلدی سے کہا۔

''یقیناً وہی جیپ ہو گی۔ بہرحال ابھی وہ کافی فاصلے پر ہے اور ہماری

منزل بھی تھوڑی دور رہ گئی ہے اگر وہ کیپٹن مارش کی جیپ ہے تو اس کے ساتھ صرف چار سپاہی ہیں''...... عمران نے لاپروائی سے کہا۔

''کیا آپ اس کی جیپ کو نشانہ بنائیں گے''...... صفدر نے پوچھا۔

''نہیں۔ جیپ تباہ کی تو علاقے میں موجود تمام محافظ چوکنے ہو جائیں گے۔ البتہ ہم جیپ چھوڑ دیں گے اور پیدل ہی سفر کریں گے''...... عمران نے کہا۔ کچھ فاصلے پر سڑک مڑ رہی تھی اور وہاں دونوں جانب بلند چٹانیں تھیں۔ عمران نے خود ہی جیپ کی تمام لائٹس آف کر دیں۔ اسی لمحے عقب میں پھر ہیڈلائٹس کی روشنی دکھائی دی اور چند سیکنڈ بعد اوجھل ہو گئی لیکن اس سے صفدر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گاڑی ابھی کم از کم ایک کلو میٹر کے فاصلے پر تھی۔ صفدر نے ستاروں کی روشنی میں سامنے دیکھتے ہوئے رفتار کم کر دی اور پھر عمران کی ہدایت پر موڑ کی دوسری طرف پہنچتے ہی سائیڈ پر جیپ روک دی۔ اس نے انجن بند کیا اور عمران جیپ سے اتر آیا۔ صفدر بھی جیپ سے اترا اور عمران دائیں جانب سڑک کے نشیب میں جھانکنے لگا۔ نشیب میں تقریباً دو سو فٹ گہرائی میں چھوٹی چھوٹی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ سڑک کا وہ نشیب ڈھلوان تھا۔ عمران مڑا اور جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور جیپ کا رخ موڑ کر اسے ڈھلان کے قریب روک کر انجن بند کر دیا۔ وہ جیپ سے اترا اور جیپ کے عقب میں آیا تو صفدر اس کا ارادہ سمجھ گیا۔

''چلو دھکا لگاؤ''...... عمران نے صفدر سے کہا اور پھر دونوں جیپ کو عقب سے آگے دھکیلنے لگے۔

کرنل بریڈلے بے تابی سے میجر ہارڈن کی رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے حکم پر میجر ہارڈن خود دو ماتحتوں کے ساتھ میجر پیٹرک کے بنگلے میں پہنچا تھا لیکن میجر پیٹرک اور مشتبہ لڑکی ایلن گلبرٹ وہاں نہیں ملے تھے۔ گارڈ نے میجر ہارڈن کو بتایا تھا کہ نصف گھنٹہ پہلے میجر پیٹرک ایمرجنسی طور پر اپنی جیپ میں آرڈیننس فیکٹری کی طرف روانہ ہوا تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ ایلن کو یونیورسٹی ہوسٹل پہنچا کر وہاں سے فیکٹری جائے گا۔ چنانچہ میجر ہارڈن وہاں سے فوری طور پر یونیورسٹی ہوسٹل پہنچا لیکن میجر پیٹرک وہاں بھی نہ ملا تو اسے شبہ ہوا کہ میجر پیٹرک نے گارڈ سے غلط بیانی کی تھی اس نے واپس ہیڈکوارٹر پہنچ کر کرنل بریڈلے کو رپورٹ دی اور اس کے حکم پر سیٹلائٹ کی مدد سے معلوم کرلیا تھا کہ میجر پیٹرک کی جیپ شہر سے باہر اس سڑک پر موجود تھی جو آرڈیننس فیکٹری کی طرف جاتی تھی اور تقریباً تیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔

''یہ معلوم ہونے پر کرنل بریڈلے کے حکم پر سی آئی اے کے خصوصی ہیلی کاپٹر میں میجر ہارڈن اپنے دونوں ماتحتوں گورڈن اور رالف کے ساتھ فیکٹری کی جانب پرواز کر گیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میجر ہارڈن نے ٹرانسمیٹر پر کرنل بریڈلے کو اطلاع دی تھی کہ انہوں نے میجر پیٹرک کی جیپ کو دیکھ لیا ہے تو کرنل بریڈلے نے اسے حکم دیا کہ وہ جیپ کو روکے اور میجر پیٹرک کو گرفتار کر کے ہیلی کاپٹر میں واپس لائے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد میز پر رکھے ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھری تو کرنل بریڈلے نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

''ہیلو چیف۔ میجر ہارڈن کالنگ۔ اوور''...... ٹرانسمیٹر سے حسب توقع میجر ہارڈن کی آواز سنائی دی۔

''یس میجر ہارڈن۔ کرنل بریڈلے رسیونگ یو۔ اوور''...... کرنل بریڈلے نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''چیف۔ میجر پیٹرک نے میرے اشارے پر جیپ روک دی ہے اور اب ہم اس کے سامنے سڑک پر لینڈنگ کر رہے ہیں۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''گڈ۔ کیا ایلن نامی لڑکی بھی اس کے ساتھ ہے۔ اوور''...... کرنل بریڈلے نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''نو سر۔ جیپ میں صرف میجر پیٹرک اور ڈرائیور ہے۔ اوور''...... میجر ہارڈن نے جواب میں کہا۔

''خیر۔ تم اسے ہیلی کاپٹر میں یہاں لے آؤ۔ اس سے ایلن کے

بارے میں معلوم کر لیا جائے گا۔ اوور اینڈ آل“...... کرنل بریڈلے نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے ایک سگار سلگایا اور میجر ہارڈن کا انتظار کرنے لگا لیکن کافی دیر گزر گئی اور میجر ہارڈن واپس نہ آیا اور نہ ہی اس نے دوبارہ رابطہ کیا تو کرنل بریڈلے بے چین ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر پچاس کلو میٹر کا فاصلہ دس بارہ منٹ میں طے کر سکتا تھا لیکن بیس منٹ گزر چکے تھے۔ چنانچہ کرنل بریڈلے نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور میجر ہارڈن کو کال کرنے لگا۔ کئی لمحات گزر گئے مگر میجر ہارڈن کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو کرنل بریڈلے پریشان ہو گیا۔ اس نے کچھ سوچ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔

”یس چیف“...... ایک لمحہ بعد انٹرکام کے لاؤڈر سے کنٹرول روم انچارج مارکر کی آواز بلند ہوئی۔

”مارکر۔ میجر ہارڈن سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم نہیں ہو رہا۔ ہیلی کاپٹر کو اسکرین پر چیک کرو کہ وہ کہاں ہے۔ اسے اب تک واپس آ جانا چاہئے تھا“...... کرنل بریڈلے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی چیک کر کے بتاتا ہوں“...... مارکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کرنل بریڈلے نے انٹرکام آف کر دیا۔ تقریباً دو منٹ بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل بریڈلے نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام آن کر دیا۔

”یس مارکر۔ کیا خبر ہے“...... کرنل بریڈلے نے بے تابی سے کہا۔

”چیف۔ ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا ہے“...... دوسری طرف سے مارکر کی

آواز ابھری تو کرنل بریڈلے بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو“...... کرنل بریڈلے کے حلق سے چیختی ہوئی آواز نکلی۔

”یس چیف۔ میں نے سیٹلائٹ کے ذریعے شمال مغرب کو جانے والی سڑک کو چیک کیا ہے اور وہاں چیک پوسٹ نمبر دو اور تین کے درمیان سڑک پر ہمارا ہیلی کاپٹر جل رہا ہے۔ ایک فوجی جیپ اور چند گارڈز وہاں موجود ہیں“...... مارکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کرنل بریڈلے نے جبڑے بھینچ لئے۔

”فوراً وہاں چند ممبرز کو بھیجو۔ میں آرڈننس فیکٹری کے سیکورٹی چیف سے بات کرتا ہوں“...... کرنل بریڈلے نے غراتے ہوئے کہا اور انٹرکام آف کر کے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے نمبر پریس کر رہا تھا۔

”ہیلو۔ کرنل ہڈسن فرام دس اینڈ“...... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”کرنل بریڈلے فرام سی آئی اے ہیڈکوارٹرز“...... کرنل بریڈلے نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یس کرنل بریڈلے۔ کیسے مزاج ہیں“...... دوسری طرف سے کرنل ہڈسن نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

”فائن۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ فیکٹری کی طرف آنے والے مین روڈ پر سی آئی اے کا ہیلی کاپٹر تباہ ہوا ہے“...... کرنل بریڈلے نے پوچھا۔

''اوہ نو۔ ہیلی کاپٹر کب تباہ ہوا ہے''...... کرنل ہڈسن نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''تھوڑی دیر پہلے''...... کرنل بریڈلے نے کہا اور تفصیل بتانے لگا۔

''حیرت انگیز واقعہ ہے۔ کیا آپ کے خیال میں ہیلی کاپٹر کو میجر پیٹرک نے تباہ کیا ہے''...... کرنل ہڈسن کی آواز آئی۔

''شاید۔ بہرحال میجر پیٹرک اتنا بڑا جرم نہیں کرسکتا۔ شاید ہیلی کاپٹر سڑک پر لینڈنگ کرتے ہوئے تباہ ہوا ہو یا یہ بھی ممکن ہے پائلٹ کی غلطی یا جلد بازی کے سبب حادثہ پیش آیا ہو۔ صحیح صورت حال میجر پیٹرک ہی بتا سکتا ہے لیکن اس وقت اس کی جیپ ہیلی کاپٹر کے قریب موجود نہیں ہے اور شاید وہ اب تک پہاڑیوں میں پہنچ چکا ہو جبکہ اسے حادثہ کے بعد وہاں رکے رہنا چاہئے تھا''...... کرنل بریڈلے نے جواب میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اس سے معلوم کرتا ہوں اور جائے حادثہ پر نفری بھی بھیجتا ہوں''...... کرنل ہڈسن کی آواز آئی۔

''رائٹ۔ بہتر ہے کہ آپ میجر پیٹرک کو وہاں پہنچتے ہی گرفتار کر لیں اور مجھے اطلاع دیں''...... کرنل بریڈلے سخت لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔ اس نے ایک سگار سلگایا اور کش لے کر انٹرکام آن کر دیا۔

''لیس چیف''...... فوراً ہی مارکر کی مؤدبانہ آواز انٹرکام سے بلند ہوئی۔

''کیا ہیلی کاپٹر سے فوجیوں نے کسی کو نکالا ہے''...... کرنل بریڈلے نے کہا۔

''نو سر۔ وہ لوگ واپس چلے گئے ہیں اپنی جیپ میں۔ اس وقت وہاں کوئی شخص موجود نہیں ہے اور ہیلی کاپٹر کے ڈھانچے میں بدستور آگ لگی ہوئی ہے۔ اوہ۔ ہیلی کاپٹر کا فیول ٹینک پھٹ گیا ہے چیف''۔ مارکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ ہمارے آدمیوں کی لاشیں بھی ضائع ہو گئیں''...... کرنل بریڈلے نے چیخ کر کہا۔

''لیس چیف۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر کے اندر ہی تھے تو ان کے بھی پرخچے اڑ گئے ہوں گے۔ بہرحال ہمارے ممبرز کا ہیلی کاپٹر وہاں پہنچنے والا ہو گا۔ ابھی صورتحال واضح ہو جائے گی''...... مارکر نے کہا تو کرنل بریڈلے نے انٹرکام آف کر دیا۔

عمران اور صفدر سنسان سڑک پر تقریباً دوڑنے کے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ جیپ کو انہوں نے دھکیل کر سڑک کے نشیب میں گرایا تھا اور جیپ گہرائی میں واقع چٹانوں سے جا ٹکرائی تھی جس سے اچھا خاصا دھماکا ہوا تھا اور جیپ تباہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد ان دونوں نے سڑک پر پیدل ہی سفر شروع کر دیا تھا۔ وہ جلد سے جلد اس مقام سے دور پہنچ جانا چاہتے تھے۔ عمران کو یقین تھا کہ جیپ گرنے کا دھماکا عقب میں آنے والی گاڑی کے سواروں نے بھی ضرور سنا ہو گا اور وہ وہاں رک کر نشیب میں جلتی جیپ کا نظارہ کریں گے۔ سامنے کی جانب ایک بلند پہاڑ کے عقب میں افق روشن نظر آ رہا تھا اور یقیناً وہاں اسلحہ ساز فیکٹری تھی۔

ابھی انہوں نے تقریباً نصف کلو میٹر کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ سامنے کی جانب سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکیں اور ایک لمحہ بعد کسی موڑ

کے سبب نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں لیکن وہ رکے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد سامنے سے آنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس مسلسل نظر آنے لگیں جو اب زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ عمران نے اپنی رفتار نارمل کر دی۔ چند لمحوں بعد وہ گاڑی جو کہ جیپ تھی، قریب آ پہنچی اور پھر ان سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئی۔ اس جیپ کی فرنٹ سیٹ سے ایک فوجی اترا اور اس نے عمران کو سیلوٹ کیا۔

''سر۔ آپ۔ ہم نے ابھی دھماکے کی آواز سنی تھی''...... اس فوجی کیپٹن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ڈرائیور کی غلطی سے جیپ کا پچھلا ٹائر سڑک سے نیچے ڈھلان پر چلا گیا تھا۔ ہم بروقت چھلانگیں نہ لگا دیتے تو تم اس وقت جیپ میں ہماری لاشیں تلاش کر رہے ہوتے''...... عمران نے مسکرا کر میجر پیٹرک کے لہجے میں کہا۔

''واقعی سر۔ آپ کو نئی زندگی مبارک ہو''...... کیپٹن نے جس کے سینے پر کیپٹن فورس کا بیج لگا ہوا تھا سر ہلا کر کہا۔

''اب ہم تمہاری گاڑی میں سفر کریں گے۔ ڈرائیور اور باقی سپاہیوں کو جائے حادثہ پر بھیج دو''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''صرف ڈرائیور ساتھ ہے سر۔ میں کیمپ سے آ رہا ہوں۔ تمام سولجرز گشت پر ہیں''...... کیپٹن فورس نے جلدی سے کہا۔

''تو ٹھیک ہے۔ تم ڈرائیونگ کرو۔ دونوں ڈرائیور پیچھے بیٹھیں گے''۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور جیپ کی طرف بڑھا تو ڈرائیور جیپ

سے اتر گیا۔ عمران نے فرنٹ سیٹ سنبھالی اور کیپٹن فورس ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ صفدر ڈرائیور کے ساتھ جیپ کے عقبی حصے میں جا بیٹھا۔

''سر۔ آپ کا تو کل ویک اینڈ تھا''...... کیپٹن فورس نے جیپ کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ چیف نے ایمرجنسی ڈیوٹی کے لئے طلب کیا ہے۔ کیمپ میں کون کون ہے''...... عمران نے جواب میں کہا۔

''صرف ایک گارڈ چھوڑ آیا ہوں۔ کیا آپ اب آفس جائیں گے''۔ کیپٹن فورس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ پہلے کیمپ چلو۔ میں چند منٹ آرام کرنے کے بعد جاؤں گا''...... عمران نے کہا تو کیپٹن فورس خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جیپ اس بلند پہاڑ کے قریب پہنچ گئی جس کی دوسری جانب فیکٹری تھی۔ سڑک پہاڑ کے گرد گھوم کر فیکٹری کی طرف جاتی تھی اور اس پہاڑ کی بلندی پر اینٹی ایر کرافٹ گنیں نصب تھیں۔ پہاڑ کے دامن میں سڑک سے تھوڑے فاصلے پر دو بڑے بڑے خیمے نصب تھے جن کے باہر دو جیپیں کھڑی تھیں۔ وہاں نصب ایک پول پر تیز روشنی جل رہی تھی۔ سڑک سے اس کیمپ تک غیر ہموار راستہ تھا۔ کیپٹن فورس نے وہاں پہنچ کر رفتار کم کر دی۔

''سنو۔ ڈرائیور کو اتار دو اور سیدھے فیکٹری چلو''...... عمران نے یکدم تحکمانہ لہجے میں کہا تو کیپٹن فورس نے بریک لگا دی۔

''چلو۔ تم کیمپ میں جاؤ''...... عمران نے چہرہ موڑ کر عقب میں بیٹھے ڈرائیور سے کہا تو وہ جیپ سے اتر گیا اور کیپٹن فورس نے جیپ آگے

بڑھا دی۔ عمران نے دوبارہ گردن موڑی اور صفدر کو مخصوص اشارہ کیا جو ڈرائیونگ سیٹ کے عقب میں بیٹھا تھا۔ جیپ جلد ہی پہاڑ کے گرد گھوم کر دوسری طرف جا پہنچی۔ اس طرف وسیع و عریض وادی میں آرڈیننس فیکٹری کی بڑی بڑی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ خار دار اور بلند باؤنڈری وال میں جگہ جگہ لگے پولز پر تیز روشنیوں والے بلب جل رہے تھے۔ عمارتوں پر بھی فلش لائٹس روشن تھیں اور اس احاطے کا کوئی گوشہ تاریک نہ تھا۔ سڑک باؤنڈری وال میں بنے کشادہ گیٹ تک جاتی تھی۔ گیٹ کھلا ہوا تھا اور اس کے اندر باہر چار چار گارڈز پہرہ دے رہے تھے۔ باؤنڈری وال کے ساتھ ساتھ بھی ہر پچیس تیس فٹ کے فاصلے پر ایک مسلح گارڈ ٹہل رہا تھا۔

فیکٹری کی عمارتیں داخلی گیٹ سے کم از کم سو فٹ کے فاصلے پر تھیں اور ان عمارتوں کے درمیان کشادہ راستہ تھا جو عمارتوں کے عقب کی طرف جاتا تھا۔ عمارتوں کے عقب میں بڑے بڑے پہاڑ تھے جن پر طیارہ شکن توپیں نصب تھیں جبکہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ریڈار حرکت کر رہا تھا۔ عمارتوں اور بیرونی گیٹ کے درمیان چھوٹا سا ہیلی پیڈ تھا جس پر صرف ایک ہیلی کاپٹر بائیں جانب کی آخری عمارت کے سامنے موجود تھا۔ اسی عمارت کی چھت پر کئی انٹینا نصب تھے۔ ہر عمارت کے باہر دو دو گارڈز پہرہ دے رہے تھے۔ ان میں سے کئی عمارتوں کی چھتوں پر نصب چمنیوں سے غبار اور دھواں نکل کر فضا میں پھیل رہا تھا۔ دائیں جانب ہیلی پیڈ کے اختتام پر ایک چھوٹی عمارت کے قریب چند بلند الیکٹرک پولز نصب

تھے اور ان پر لگی بجلی کی تاریں دوسری عمارتوں کی طرف جا رہی تھیں۔ یقیناً وہ فیکٹری کا پاور ہاؤس تھا جہاں جنریٹرز کے ذریعے بجلی پیدا کی جا رہی تھی۔

جیپ احاطے کے گیٹ کے پاس پہنچی تو کیپٹن فورس نے رفتار کم کر دی۔ وہاں کھڑے گارڈز نے عمران کو دیکھا تو فوراً ہی ان کی ایڑیاں بج اٹھیں۔ احاطے میں آ کر کیپٹن فورس نے جیپ بائیں جانب موڑ دی۔ شاید وہ اس آخری عمارت کی طرف جا رہا تھا جس کے سامنے ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔

''ایک منٹ رکو''...... عمران نے کیپٹن فورس سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو اس نے بریک لگا دی۔

''تم گیٹ پر جاؤ اور میرا انتظار کرو۔ تمہارا چیف کے آفس جانا مناسب نہیں ہے''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو کیپٹن فورس جیپ سے اتر گیا اور عمران ڈرائیور کی سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے جیپ آگے بڑھائی اور سائیڈ ویو مرر میں پیچھے دیکھا تو کیپٹن فورس گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''صفدر۔ کیا تم نے ٹائم بموں پر وقت ایڈجسٹ کر لیا ہے''...... عمران نے صفدر کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''جی ہاں۔ نصف گھنٹہ کا وقت ایڈجسٹ کیا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ایک پر دس منٹ کا وقت لگاؤ۔ وہ بم پاور ہاؤس کے لئے ہے۔ باقی بم دوسری عمارتوں کے لئے ہیں''...... عمران نے کہا اور

جیپ کے پہلی عمارت کے پاس پہنچتے ہی وہاں کھڑے دونوں گارڈز نے عمران کو دیکھ کر سیلوٹ کیا اور عمران نے چند قدم آگے پہنچ کر جیپ روکی۔

''لاؤ۔ بم مجھے دو اور ہوشیار رہو''...... عمران نے صفدر سے کہا تو اس نے اپنی جیب سے چند ٹائم بم نکال کر عمران کے حوالے کئے اور عمران ٹائم بم اپنی جیب میں ڈال کر جیپ سے اتر آیا۔ وہ مڑا اور عمارت کے برآمدے کی طرف بڑھنے لگا تو دونوں گارڈز مستعد ہو گئے۔ برآمدے میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ عمران اطمینان سے چلتا ہوا برآمدے میں داخل ہوا۔ اندر تین راہداریاں تھیں لیکن تینوں راہداریوں میں کوئی نہ تھا۔ بائیں جانب کی راہداری کے موڑ پر ایک ڈسٹ بن رکھا تھا۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور جیب سے ایک ٹائم بم نکال کر ڈسٹ بن میں موجود کاغذوں کے نیچے ڈال دیا۔ اور پھر واپس باہر کی طرف چل دیا۔ باہر کھڑے گارڈز کا رخ ہیلی کاپٹر کی طرف تھا۔ عمران باہر آیا اور جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ اس دوران صفدر کی نگاہیں گارڈز پر جمی رہی تھیں۔ عمران نے جیپ میں بیٹھ کر جیپ آگے بڑھائی اور اگلی عمارت سے چند قدم پیچھے روک کر جیپ سے اترا تو عمارت کے باہر کھڑے گارڈز نے اسے اپنی جانب آتے دیکھ کر جلدی سے سلام کیا۔

عمران سر کے اشارے سے جواب دیتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ برآمدے میں کوئی نہ تھا۔ البتہ راہداریوں میں بڑے بڑے کمروں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ برآمدے میں بائیں جانب ایک دروازے پر واش روم کے الفاظ لکھے تھے۔ عمران دروازہ کھول کر واش

روم میں داخل ہوا اور ایک ٹائم بم واش بیسن کے نیچے لگے آہنی پائپ کے ساتھ چپکا کر باہر نکل آیا۔ برآمدے سے نکل کر وہ جیپ میں آ بیٹھا اور گیئر بدل کر جیپ آگے بڑھا دی اسی طرح اس نے باقی عمارتوں میں بھی ٹائم بم ڈالے اور پھر پاور ہاؤس کی عمارت کی جانب جیپ بڑھا دی۔ پاور ہاؤس کے قریب کوئی محافظ موجود نہیں تھا عمران نے پاور ہاؤس کے آہنی گیٹ کے سامنے جیپ روکی اور صفدر کو اشارہ کیا تو صفدر اس کا مطلب سمجھ کر جیپ سے اترا اور گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ پاور ہاؤس کا گیٹ کھلا تھا اور اندر احاطے میں تین بڑے بڑے ہیوی جنریٹرز نصب تھے جن میں سے ایک جنریٹر چل رہا تھا۔صفدر نے قریب پہنچ کر جیب سے ٹائم بم نکالا اور آہنی گیٹ کے پہلو میں رک کر چوکھٹ کے ساتھ چپکا دیا۔مگر اسی لمحے فضاء خطرے کے سائرن سے گونجنے لگی۔

صفدر چونکا اور جلدی سے جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ سائرن فیکٹری کی ایک عمارت کے باہر نصب تھا اور سائرن سن کر احاطے میں موجود محافظوں میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ صفدر جیپ کے عقبی حصے میں بیٹھا تو عمران نے جیپ موڑ کر اس کا رخ احاطے کے گیٹ کی طرف کر دیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر کے سامنے والی عمارت سے چند گارڈز دوڑتے ہوئے آئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور ان کے آگے کوئی سیکورٹی آفیسر تھا۔ ان کا رخ عمران کی جیپ کی طرف تھا اور آفیسر ہاتھ سے عمران کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا۔

’’عمران صاحب۔ شاید ہماری شناخت ہو گئی ہے۔ اب کیا کرنا

ہے‘‘...... صفدر نے پریشان ہو کر کہا۔

’’ہاں۔ غلطی ہو گئی۔ پاور ہاؤس کو فوراً اڑا دینا تھا‘‘...... عمران نے رفتار کم کرتے ہوئے کہا۔

’’آپ نے کہا تھا کہ دس منٹ کا وقت ایڈجسٹ کروں‘‘...... صفدر نے کہا۔

’’گن تیار رکھو۔ اب صرف ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہی یہاں سے نکلا جا سکتا ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

گیٹ اور احاطے میں پہرہ دینے والے گارڈز اب ان کی جیپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسی لمحے پہاڑ کے عقب سے ایک ہیلی کاپٹر نمودار ہوا اور فیکٹری کے اوپر پہنچ کر نیچے آنے لگا۔ عمران نے دیکھا وہ کوئی پرائیویٹ ہیلی کاپٹر تھا اور ان کے عقب میں پاور ہاؤس کے قریب ہیلی پیڈ پر لینڈنگ کر رہا تھا۔ عمران کے ذہن میں پلک جھپکتے ایک خیال آیا اور اس نے جیپ سے راکٹ پسٹل نکال لیا۔ ہیلی کاپٹر ابھی زمین سے تقریباً پچاس فٹ کی بلندی پر تھا کہ عمران نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر اس کی جانب فائر کیا اور پسٹل سے راکٹ نکل کر ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے میں جا لگا۔ دوسرے ہی لمحے ایک زور دار دھماکا ہوا اور ہیلی کاپٹر تباہ ہو کر پاور ہاؤس کے احاطے میں گرتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پاور ہاؤس میں زبردست سپارکنگ ہوئی اور نہ صرف پوری فیکٹری کی برقی رو کا سلسلہ منقطع ہو گیا بلکہ پاور ہاؤس میں آگ بھڑک اٹھی اور تباہ ہونے والا ہیلی کاپٹر شعلوں میں گھر گیا۔ برقی رو بند ہونے سے سائرن بھی خاموش ہو

گیا جبکہ گیٹ اور عمارتوں کے باہر کھڑے گارڈز میں کھلبلی مچ گئی اور وہ پاور ہاؤس کی طرف دوڑنے لگے۔ اتنے میں عمران کی جیپ سامنے سے آنے والے گارڈز اور ان کے آفیسر کے قریب پہنچ گئی اور سیکورٹی آفیسر نے اپنے ریوالور کا رخ جیپ کی طرف کر دیا تو اس کے ساتھی گارڈز نے جیپ کی طرف مشین گنیں تان لیں۔

عمران نے بریک لگاتے ہوئے صفدر کو شارہ کیا اور صفدر فوراً جیپ سے اتر کر جیپ کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ سیکورٹی آفیسر میجر کے رینک کا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے قریب آ کر عمران نے پر ریوالور تان لیا۔

''کوئی حرکت مت کرنا میجر پیٹرک۔ ہاتھ اٹھا کر باہر آ جاؤ''...... میجر نے عمران کو گھورتے ہوئے تحکمانہ لہجے کہا تو عمران نے انجن بند کر کے ہاتھ بلند کئے اور جیپ سے اترا۔ میجر نے فوراً اس کے عقب میں آ کر ریوالور کی نال عمران کی کمر سے لگا دی اس کا رخ جیپ کے سامنے کھڑے مشین گن برادروں کی طرف تھا۔

''چلو آگے بڑھو''...... میجر نے عمران سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اسی لمحے صفدر نے جیپ کی آڑ سے نکل کر تیزی سے قدم بڑھائے اور میجر کی کمر سے مشین گن لگا دی۔

''خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا ورنہ چھلنی کر ڈالوں گا۔ ریوالور جیب میں رکھ لو''...... صفدر نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا تو میجر نے گردن موڑ کر صفدر کی طرف دیکھا اور عمران کی کمر سے ریوالور ہٹا کر اپنے ہولیسٹر میں رکھنے لگا۔ مگر صفدر نے جلدی سے دوسرا ہاتھ بڑھایا اور اس

نے ریوالور چھین لیا۔ عمران نے ہاتھ گرائے اور میجر کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا۔

''میجر۔ زندگی چاہتے ہو تو ان گارڈز کو پاور ہاؤس کی طرف بھیج دو۔ ہری اپ''...... عمران نے میجر سے پیٹرک کی آواز میں آہستہ سے کہا تو میجر چونک پڑا۔

''تم۔ کیا تم میجر پیٹرک ہو''...... میجر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جو کہا ہے وہ کرو''...... عمران نے کہا۔

''تم لوگ پاور ہاؤس کی طرف چلے جاؤ اور امدادی کام کرو''...... میجر نے اپنے ماتحتوں سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو تمام گارڈز مشین گنیں جھکا کر پاور ہاؤس کی طرف بڑھ گئے۔ عمران نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

''ہیلی کاپٹر کی طرف چلو''...... اس نے میجر سے کہا تو پیچھے سے صفدر نے اسے مشین گن سے آگے دھکیلا اور میجر ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے ہی عمران اور صفدر اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچے۔ پاور ہاؤس میں ایک زور دار دھماکا ہوا اور آگ کا دائرہ پھیلتا چلا گیا۔ شاید ہیلی کاپٹر کا پیٹرول ٹینک پھٹ گیا تھا۔ عمران ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہوا اور میجر کو بھی اوپر آنے کا حکم دیا۔ میجر گھبراتا ہوا ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا تو عمران نے اس پر ریوالور تان لیا۔ میجر کے بعد صفدر بھی اوپر آ گیا اور اس نے دروازہ بند کر کے میجر کو کور کر لیا اس دوران عمارتوں

سے بے شمار افراد باہر آ چکے تھے اور پاور ہاؤس کی طرف بڑھ رہے تھے۔
عمران نے جلدی سے پائلٹ سیٹ سنبھالی اور صفدر کے حکم پر میجر عمران کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ صفدر نے اس کے عقب میں بیٹھ کر مشین گن کی نال میجر کے سر سے لگا دی۔

عمران نے ہیلی کاپٹر کا انجن اسٹارٹ کیا ہی تھا کہ پاور ہاؤس میں ایک اور کان پھاڑ دھماکا ہوا اور اس طرف جانے والے لوگ بوکھلا کر واپس دوڑنے لگے۔ عمران نے ہیلی کاپٹر اوپر اٹھایا تو تمام لوگ ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگے۔ یقیناً کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔ عمران نے کافی بلندی پر پہنچ کر ہیلی کاپٹر کا رخ مشرق کی جانب کر دیا۔ عمارتوں میں ڈالے گئے ٹائم بموں کے بلاسٹ ہونے میں ابھی پچیس منٹ باقی تھے اور عمران کو یقین تھا کہ اتنے وقت میں اگر ولنگٹن میں اس حادثے کی اطلاع دے دی گئی تو یقیناً انہیں گھیرنے اور ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ملک میں ایک مرتبہ پھر بھونچال سا آ گیا تھا۔ آرڈیننس فیکٹری کی تباہی معمولی واقعہ تھا فیکٹری میں تیار ہونے والے اسلحہ اور گولہ بارود کے پھٹنے سے لگنے والی آگ پر چار گھنٹے گزر جانے کے باوجود قابو نہ پایا جا سکا تھا۔ حکومت پر بوکھلاہٹ طاری تھی اور ایکریمین پریذیڈنٹ نے گھبرا کر فوراً اعلیٰ سطحی میٹنگ بلا لی تھی۔ ایوان صدر کے میٹنگ ہال میں اس وقت صرف سیکورٹی فورسز کے سربراہ موجود تھے۔ ان میں خفیہ اداروں کے سربراہ بھی موجود تھے اور ایکریمین صدر سی آئی اے کے چیف کرنل ریڈلے سے موجودہ واقعہ کی تفصیل سن رہا تھا۔

”سر۔ میں نے اپنے ہیلی کاپٹر کی تباہی کے فوراً بعد آرڈیننس فیکٹری کے سیکورٹی چیف کرنل ہڈسن کو ہدایت کی تھی کہ میجر پیٹرک کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ اس نے تھوڑی دیر بعد مجھے اطلاع دی کہ میجر پیٹرک کی جیپ سڑک کے نشیب میں گر کر تباہ ہو گئی ہے اور وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ

مارا گیا ہے۔ میں نے اپنے چار ماتحتوں کو دوسرے ہیلی کاپٹر میں فیکٹری کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ مجھے میرے ماتحتوں نے اطلاع دی کہ وہ فیکٹری پہنچ چکے ہیں اور ہیلی پیڈ پر لینڈنگ کرنے والے ہیں لیکن اس کے پانچ منٹ بعد ہی مجھے کرنل ہڈسن نے اطلاع دی کہ ہیلی کاپٹر پاور ہاؤس پر گر کر تباہ ہو گیا ہے اور وہاں آگ لگ چکی ہے جبکہ برقی رو کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا جس کے سبب فیکٹری کے کنٹرول روم کی تمام مشینری بیکار ہو گئی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ میجر پیٹرک زندہ ہے اور وہ کیپٹن فورس کے ہمراہ اس کی جیپ میں فیکٹری میں داخل ہوا تھا۔ کرنل ہڈسن نے فوراً اپنے ماتحتوں میجر پیٹرک کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا اور اسی لمحے ہیلی کاپٹر اور پاور ہاؤس تباہ ہونے کے سبب وہ اسکرین پر باہر کی صورت حال نہ دیکھ سکا تھا۔ چند منٹ بعد پاور ہاؤس میں ایک اور دھماکا ہوا تو کرنل ہڈسن کنٹرول روم سے نکل کر باہر آیا اور اسی لمحے فیکٹری انچارج کا ہیلی کاپٹر فضاء میں بلند ہونے لگا تھا۔ کرنل ہڈسن فوری طور پر یہی سمجھا کہ شاید خطرے کے سبب فیکٹری انچارج جنرل ہوپ وہاں سے روانہ ہو رہا ہو لیکن ہیلی کاپٹر کی روانگی کے دو منٹ بعد جنرل ہوپ عمارت سے باہر آتا دکھائی دیا تو اس وقت کرنل ہڈسن سمجھ گیا کہ ہیلی کاپٹر میجر پیٹرک لے گیا ہے۔ وہاں موجود گارڈز نے بتایا کہ میجر پیٹرک میجر مورس کو اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر میں لے گیا تھا۔ کرنل ہڈسن نے فوری طور پر مجھے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی اور میں نے ایئر فورس کو آرڈر دیا کہ اس ہیلی کاپٹر کو راستے میں ہی گھیر کر اتار لیا جائے۔ چنانچہ ایئر فورس کے چار جنگی

ہیلی کاپٹر فوری طور پر اس جانب روانہ ہو گئے لیکن انہیں راستے میں میجر پیٹرک کا ہیلی کاپٹر نہ ملا اور جب وہ ہیلی کاپٹرز آرڈیننس فیکٹری کے قریب پہنچے تو اسی وقت فیکٹری کی عمارتوں میں پے در پے دھماکے ہوئے جس سے تمام عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ ایئر فورس نے اغوا شدہ ہیلی کاپٹر کی تلاش میں سرچ آپریشن کیا اور ہم نے سیٹلائٹ کے ذریعے اس ہیلی کاپٹر کو تلاش کر لیا۔ وہ ہیلی کاپٹر ولنگٹن کے نواحی دیہات میں شہر سے تقریباً دو کلو میٹر کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ مگر اس میں صرف میجر مورس کی لاش پڑی تھی جس کے سر میں گولی ماری گئی تھی۔ میجر پیٹرک اور اس کا ڈرائیور غائب تھے۔ اب ان دونوں کو شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے''۔ کرنل بریڈلے نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''آرڈیننس فیکٹری کی تباہی بہت عظیم نقصان ہے کرنل بریڈلے''۔ صدر نے کرنل بریڈلے کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ آپ درست فرما رہے ہیں''...... کرنل بریڈلے نے سر ہلاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کرنل بریڈلے۔ میں آپ سے اپنی بات کی تصدیق نہیں چاہ رہا۔ آپ کو احساس دلا رہا ہوں کہ موجودہ نقصان صرف آپ کی کوتاہی کے سبب ہوا ہے۔ اگر آپ گزشتہ دھماکوں کے مجرموں کو گرفتار کر لیتے تو یہ واقعہ پیش نہ آتا اور کھربوں ڈالرز کے نقصان کے علاوہ دو اڑھائی سو انسانی جانیں ضائع نہ ہوتیں''...... صدر نے غضبناک لہجے میں کہا۔

''میں اس کوتاہی پر معافی چاہتا ہوں سر''...... کرنل بریڈلے نے

انتہائی شرمندہ لہجے میں کہا۔

"آپ کی معافی سے اتنا بڑا قومی نقصان پورا نہیں ہو سکتا کرنل بریڈلے کیا ایکریمین قوم اس عظیم صدمے پر خاموش رہے گی۔ ہمارا ملک جو کرہ ارض کا سب سے سپر پاور ہے، جو دوسرے ملکوں کی تقدیریں بدلنے پر قادر ہے جس پر دنیا کی تین چوتھائی آبادی کی معیشت کا انحصار ہے، چند دہشت گردوں کے ہاتھوں تباہ ہو رہا ہے اور تمام تر ذمہ داری آپ کے ڈیپارٹمنٹ پر عائد ہوتی ہے۔ آپ نے ہی گزشتہ میٹنگ میں مطالبہ کیا تھا کہ دہشت گردوں کی تلاش میں دوسرے خفیہ ادارے حصہ نہ لیں اور آپ چند گھنٹوں میں مجرموں کو گرفت میں لے لیں گے لیکن اڑتالیس گھنٹوں میں آپ دہشت گردوں کا سراغ تک نہیں لگا سکے اور آپ کی کارکردگی زیرو رہی۔ آرمی کا ایک میجر دہشت گردوں کا ساتھی ہے تو یقیناً دوسرے محکموں میں بھی ایسے ملک دشمن موجود ہوں گے جن کے دہشت گردوں سے روابط ہیں لیکن آپ نے آج تک کسی کو ٹریس کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ آخر سی آئی اے کس مرض کی دوا ہے۔ دوسری عالمی طاقتیں ہم پر ہنس رہی ہیں۔ یقیناً انہیں ہمارا اتحادی ہونے پر افسوس ہو رہا ہو گا کہ جب ہم اپنے ملک میں دہشت گردوں کو نہیں پکڑ سکتے تو باقی دنیا کو دہشت گردی سے کیسے نجات دلا سکیں گے۔ بولیں کرنل بریڈلے"۔ ایکریمین صدر نے مسلسل بولتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا تو کرنل بریڈلے کچھ نہ بول سکا اور اس نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ میٹنگ کے باقی شرکاء خاموش بیٹھے کرنل بریڈلے کی طرف دیکھ رہے تھے جسے

ائیر کنڈیشنڈ ہال میں بھی پسینہ آ رہا تھا اور وہ ٹشو سے پسینہ خشک کر رہا تھا۔

"سنیئے کرنل بریڈلے۔ میں آپ کے سابقہ کارناموں کی وجہ سے آپ کا بہت احترام کرتا ہوں لیکن مجھے ملکی مفاد کو بھی پیش نظر رکھنا ہے۔ چنانچہ فی الحال جگ ہنسائی سے بچنے کے لئے آپ کے خلاف کوئی انتہائی قدم اٹھانے کی بجائے میں آپ کو ایک اور موقع دے رہا ہوں کہ آپ کل شام سے پہلے پہلے تمام انٹیلی جنس اداروں کی مدد سے مجرموں کو گرفتار کر لیں۔ پولیس، آرمی اور ائیر فورس سے بھی آپ ہر قسم کی مدد لے سکتے ہیں۔ تمام فورسز آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گی۔ اس قدر پاور فل ہونے کے باوجود بھی آپ ناکام رہے اور دہشت گردی کی کوئی اور واردات ہو گئی تو اس کی تمام تر ذمہ داری صرف آپ پر عائد ہو گی اور قانون کے مطابق آپ کو سزا ملے گی۔ کیا آپ کچھ کہنے چاہتے ہیں"۔ صدر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ میں استعفا دینا چاہتا ہوں"...... کرنل بریڈلے نے مردہ سی آواز میں کہا تو ایک لمحہ کے لئے میٹنگ میں موجود تمام افراد کو سانپ سونگھ گیا۔ ایکریمین صدر کو بھی حیرت ہوئی۔

"کیا آپ استعفا دے کر بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں کرنل بریڈلے"...... صدر نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نو سر۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب میں سی آئی اے کی سربراہی کے قابل نہیں رہا یا شاید میری ذہنی صلاحیتیں بڑھاپے کے سبب ماند پڑ گئی

ہیں۔ مجھے یقین نہیں کہ میں اپنی ذمہ داریاں نبھا سکوں گا''..... کرنل بریڈلے نے کہا۔

''اوکے۔ فی الحال آپ اپنی سیٹ پر کام کرتے رہیں۔ آپ کے متبادل کا انتظام ہونے کے بعد آپ کو فارغ کر دیا جائے گا۔ موجودہ حالات میں آپ کے مستعفی ہونے پر ادارے کی ساکھ متاثر ہو گی اور آپ کے ماتحتوں میں بھی بددلی پیدا ہو جائے گی۔ آپ تشریف رکھیں''۔ ایکریمین صدر نے سخت لہجے میں کہا تو کرنل بریڈلے نے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کرنل ہوگن۔ کیا آپ دہشت گردوں کو گرفتار کرنے کی ذمہ داری اٹھا سکتے ہیں''..... صدر نے وائٹ روز ایجنسی کے چیف کرنل ہوگن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو بلڈاگ شکل کرنل ہوگن اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔

''یس سر۔ میں تیار ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایکریمیا کے دشمن دہشت گردوں کو گرفتار نہ کر سکا تو خود کو شوٹ کر لوں گا''..... کرنل ہوگن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''گڈ۔ میں اس آپریشن کے لئے سی آئی اے سمیت تمام ایجنسیز کو دہشت گردوں کی گرفتاری تک آپ کی کمان میں دیتا ہوں تاکہ چوبیس گھنٹے کے اندر آپریشن مکمل کیا جا سکے''..... صدر نے حتمی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میٹنگ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

عمران اپنے ساتھیوں کے پاس بیٹھا ٹیلی ویژن پر نیوز بلیٹن دیکھ رہا تھا جس میں گزشتہ رات تباہ ہونے والی آرڈیننس فیکٹری کے حوالے سے خبریں شامل تھیں۔ عمران اور صفدر نے فیکٹری سے واپسی پر شمال مغرب کی سمت سے ونگٹن کی طرف آنے کی بجائے مشرقی جانب سفر کیا تھا کیونکہ عمران کو یقین تھا کہ ونگٹن سے لازمی طور پر امدادی ہیلی کاپٹرز کو فیکٹری بھیجا جائے گا اور عمران ان سے ٹکراؤ کے بغیر دارالحکومت پہنچنا چاہتا تھا۔ شہر کی مشرقی جانب انہوں نے کھیتوں میں لینڈنگ کی تھی اور جب وہ دو کلومیٹر پیدل سفر کر کے اندھیری گلیوں میں چھپتے چھپاتے اپنی کمین گاہ پہنچے تو دارالحکومت میں بھونچال سا آ چکا تھا اور پولیس، آرمی اور دوسرے اداروں کی گاڑیاں جائے حادثہ کی طرف بھاگی جا رہی تھیں۔

دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو تمام ممبرز فون کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عمران نے میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھایا اور ساتھ ہی لاؤڈر کا بٹن پریس

کر دیا۔

"ہیلو۔ پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں"...... اس نے محتاط لہجے میں کہا۔

"براؤن بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا خبر ہے پیارے"......عمران نے جلدی سے کہا۔

"حکومت میں زلزلہ آیا ہوا ہے جناب اور اب وائٹ روز ایجنسی دہشت گردوں کو تلاش کر رہی ہے"...... براؤن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"وائٹ روز۔ سی آئی اے کو کیا ہوا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سی آئی اے کے چیف نے اپنی ناکامی پر مستعفی ہونے کا اعلان کیا تھا۔ گزشتہ رات ایوان صدر میں اعلیٰ سطحی میٹنگ کال کی گئی تھی جس میں تینوں مسلح افواج کے علاوہ پولیس اور خفیہ اداروں کے سربراہوں نے شرکت کی تھی اس میں صدر نے سی آئی اے کے چیف کرنل بریڈلے پر سخت برہمی کا اظہار کیا تھا اور آرڈیننس فیکٹری کی تباہی کا ذمہ دار سی آئی اے کو ٹھہرایا تھا۔ کرنل بریڈلے کو حکم دیا گیا کہ وہ تمام ایجنسیوں کی مدد سے کل شام تک دہشت گردوں کو گرفتار کریں لیکن کرنل بریڈلے نے یہ ذمہ داری قبول کرنے کی بجائے صدر سے کہا کہ وہ استعفا دینا چاہتا ہے۔ تب صدر نے وائٹ روز ایجنسی جو کہ سی آئی اے کے بعد سب سے

بڑی اور خطرناک ایجنسی ہے، کے چیف کرنل ہوگن کو حکم دیا کہ وہ دہشت گردوں کو گرفتار کریں اور ان کی گرفتاری تک تمام خفیہ اداروں کو کرنل ہوگن کے ماتحت کر دیا گیا تاکہ وہ کل شام تک ہر صورت میں کامیابی حاصل کر سکے"...... براؤن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"گویا اس وقت تمام خفیہ ایجنسیاں دہشت گردوں کی تلاش میں مصروف ہیں"......عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ آرمی میجر پیٹرک کے ہم شکل کو بھی تلاش کیا جا رہا ہے کیونکہ میجر پیٹرک کی لاش اس کے بنگلے سے دریافت کر لی گئی ہے اور یقین کر لیا گیا ہے کہ اس کے میک اپ میں دہشت گرد آرڈیننس فیکٹری میں پہنچا تھا اور اس نے گرفتاری سے بچنے کے لئے سی آئی اے کا ہیلی کاپٹر تباہ کیا تھا اور اپنی جیپ بھی خود ہی سڑک کے نشیب میں گرائی تھی۔ پھر کیپٹن فورس کی جیپ میں فیکٹری پہنچا تھا"...... دوسری طرف سے براؤن کی آواز سنائی دی۔

"شہر کی کیا صورت حال ہے"...... عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"وائٹ روز اور دوسری ایجنسیاں دارالحکومت میں خفیہ طور پر آپریشن کر رہی ہیں تاکہ شہر میں افراتفری اور بدنظمی پیدا نہ ہو اور امن و امان کے حوالے سے ایکریمیا کی جگ ہنسائی نہ ہو۔ شہر کی ہر سڑک، گلی، دکانوں، مارکیٹوں، ہوٹلوں، ریسٹورانوں، کلبوں، پارکوں اور تفریحی مقامات پر خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار متعین ہیں جو ہر آنے جانے والے کو شائستہ

انداز میں چیک کر رہے ہیں اور میجر پیٹرک کی تصویر دکھا کر پوچھتے ہیں کہ اس آدمی کو کسی نے دیکھا تو نہیں۔ چند حکومت مخالف ایکریمی باشندوں کو پوچھ گچھ کے لئے حراست میں بھی لیا گیا ہے''...... براؤن نے جواب میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم فی الحال آرام کریں گے۔ تم مجھے حالات سے برابر مطلع کرتے رہنا۔ او کے''...... عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا۔

''عمران صاحب۔ ہم کل سے آرام کر رہے ہیں اور کتنے دن آرام کرنا ہے''...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فی الحال تو ہم چوہے دان میں پھنسے ہوئے ہیں۔ باہر نکلنے کی کوشش کی تو ہمیں کچل دیا جائے گا اس لئے ایک ہفتہ اور آرام کرنا پڑے گا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایک ہفتہ اور۔ اتنی دیر ہم یہاں کیا کریں گے''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''بقول کنفیوشس تیل دیکھیں گے، تیل کی دھار دیکھیں گے''۔ عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو ممبرز مسکرانے لگے۔

''بکواس مت کرو۔ کیا تم کنفیوشس کا نام لئے بغیر بات نہیں کر سکتے''...... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں تیرا نام نہ لوں، پھر بھی لوگ پہچانیں اس لئے نام لینے میں کیا قباحت ہے۔ ویسے تم ابھی شہر کی صورت حال کے بارے میں سن ہی چکی ہو۔ ایسے میں ہمارا باہر نکلنا بیل کو دعوت دینے کے مترادف ہے''۔ عمران

نے کہا۔

''بیل کا کیا مطلب ہے۔ سیدھی طرح کیوں نہیں بتاتے''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اف۔ میں کیسے بتاؤں کہ آ بیل مجھے مار کس دانشور نے کہا تھا''۔ عمران نے بے چارگی کے انداز میں کہا۔

''وہ احمق دانشور تمہارے سوا کوئی نہیں ہو سکتا''...... جولیا نے بے اختیار مسکرا کر کہا تو دوسرے ممبرز بھی مسکرا دیئے۔

''نہیں۔ میرا قول تو یہ ہے کہ جب گیدڑ کی شامت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے اور اگر ہماری شامت آئی تو ہم اس بنگلے سے باہر نکلیں گے۔ صفدر تم ذرا جولیا کو سمجھاؤ''...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''عمران صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مس جولیا۔ موجودہ حالات میں یہاں سے نکلنا موت کو دعوت دینے سے کم نہیں ہے۔ ایجنسیاں کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتی پھر رہی ہیں''...... صفدر نے جولیا سے کہا۔

''اسی لئے تو کہتا ہوں کہ پرفیوم کم استعمال کیا کرو''...... عمران نے جولیا کی طرف دیکھ کر جلدی سے کہا۔

''بکومت۔ کیا تم پرفیوم نہیں لگاتے''...... جولیا نے غصے سے کہا۔

''نہیں۔ بے شک سونگھ کر دیکھ لو۔ میری بو سے تو کتے دور بھاگتے ہیں''...... عمران نے مسکرا کر کہا تو جولیا برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی اور ممبرز عمران کی بات پر بے اختیار مسکرانے لگے۔

''عمران صاحب۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ خفیہ والے ہماری تلاش کے

لئے کتوں سے مدد لیں''...... چند لمحوں بعد صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

''ہاں۔ ممکن تو ہے لیکن تمہیں یہ خیال کیوں آیا''...... عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''آپ نے خود ہی تو کہا ہے ایجنسیاں کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتی پھر رہی ہیں تو اس مقصد کے لئے وہ کتوں کو استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ گزشتہ رات ہم جس ہیلی کاپٹر میں فیکٹری سے فرار ہوئے تھے، اس میں ہماری بو اور انگلیوں کے نشانات موجود ہیں''...... صفدر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''یہ بات تو درست ہے لیکن یہاں کتوں کو صرف پولیس استعمال کرتی ہے۔ ایجنسیاں جدید ترین آلات کے ذریعے مجرموں کا سراغ لگاتی ہیں اور سیٹلائٹ سے بھی مدد لیتی ہیں۔ باقی رہے انگلیوں کے نشانات تو یہ صرف اسی صورت میں ان کے کام آ سکتے ہیں جب ہم دونوں پکڑے جائیں اور جب ہم باہر نکلیں گے ہی نہیں تو کیسے پکڑے جائیں گے''۔ عمران نے جواب میں کہا تو اس کے ساتھی مطمئن نظر آنے لگے۔

تیسرے روز عمران نے حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا۔ گزشتہ دو دن میں اس کا ایکسٹو کے مقامی ایجنٹ ابرار عرف براؤن اور اپنے مخبر مارٹی سے فون پر رابطہ رہا جو اسے شہر کی صورت حال، حکومتی اقدامات اور ایجنسیوں کی کارگردگی سے مطلع کرتے رہے۔ وائٹ روز ایجنسی اور دوسرے خفیہ ادارے ابھی تک چند مشتبہ افراد کو پکڑنے کے سوا کوئی

کامیابی حاصل نہ کر سکے تھے اور اب ایکریمیا کے دوسرے شہروں میں سرچ آپریشن کئے جا رہے تھے۔ حکومت کے مسلسل دباؤ کے باوجود ایجنسیوں کی کارگردگی زیرو تھی جبکہ عوام اور ٹی وی اینکرز حکومت کو لتاڑ رہے تھے اور اپوزیشن لیڈرز بھی حکمران پارٹی کے خلاف عوام میں اشتعال پیدا کر رہے تھے۔ وہ اپنی تقریروں اور بیانات میں نہ صرف ایکریمیا میں ہونے والے حالیہ دہشت گردی کے واقعات میں مرنے والے فوجیوں کی ہلاکت کا حکومت کو ذمہ دار ٹھہرا رہے تھے بلکہ بہادرستان اور ایراک آپریشن کی زور شور سے مخالفت اور وہاں سے ایکریمی فوج کو واپس بلانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ حکومت اپوزیشن کی تنقید سے بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔ اسی لئے ایکریمی صدر بار بار وائٹ روز ایجنسی کے چیف سے باز پرس کر رہے تھے۔

اس وقت شام کے سات بجے تھے۔ ڈرائنگ روم میں جولیا، چوہان، صفدر اور خاور چائے پی رہے تھے مگر ان کی توجہ عمران کی طرف مرکوز تھی جو فون پر مارٹی سے بات کر رہا تھا اور فون لاؤڈر آن تھا۔

''اس کا نام کیپٹن شیراڈ ہے اور وہ نیوی کے ایک گشتی اسٹیمر کا انچارج ہے۔ اس کی ڈیوٹی ساحل سمندر پر ہوتی ہے۔ ساحل پر پیراکی اور نہانے کے لئے آنے والوں کو جب سمندر میں جان کو خطرہ پیدا ہوتا ہے یا وہ ڈوب جاتے ہیں تو کیپٹن شیراڈ اور اس کے ماتحت ان کی مدد کرتے ہیں۔ کیپٹن شیراڈ ادھیڑ عمر مگر عیاش آدمی ہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد وہ شہر آ جاتا ہے اور آدھی رات تک نائٹ کلب میں وقت گزارتا ہے

اس کے علاوہ وہ ناجائز ذرائع سے بھی دولت کما رہا ہے جسے وہ عیاشی پر خرچ کرتا ہے اگر اسے بڑی رقم کی پیش کش کی جائے تو وہ انکار نہیں کرے گا“...... مارٹی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کیا اس کی ڈیوٹی شام کو ختم ہو جاتی ہے“......عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ اس کی ڈیوٹی شام چار بجے سے رات بارہ بجے تک ہوتی ہے اس کی غیر موجودگی میں اس کے ماتحت بارہ بجے تک سمندر میں ہی رہتے ہیں“...... مارٹی نے جواب میں کہا۔

”کیا وہ تمہارے کلب میں آتا ہے“......عمران نے کچھ سوچ کر کہا۔

”کبھی کبھی آتا ہے اور میری اس سے شناسائی بھی ہے۔ ایک مرتبہ وہ میرے کلب میں جواء کے دوران بری طرح ہار گیا تھا اور اسے مزید رقم کی ضرورت تھی اس کی درخواست پر میں نے اسے دو ہزار ڈالر دیئے اور اس نے دوبارہ کھیل کر اپنی ہاری ہوئی رقم سے تین گنا زیادہ رقم جیت لی تھی اس نے میری رقم تو واپس دے دی لیکن اس روز سے وہ میرا احسان مند ہے اور جب بھی ملتا ہے یا فون پر رابطہ ہوتا ہے تو میرے احسان کا ضرور ذکر کرتا ہے“...... مارٹی نے تفصیل سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کتنی رقم میں وہ مان جائے گا“......عمران نے کہا۔

”دس پندرہ ہزار ڈالرز اس کے لئے بڑی رقم ہے“...... مارٹی کی آواز سنائی دی۔

”گڈ۔ تم اسے بات کرو اور اسے تیس ہزار ڈالرز کی پیش کش کرو“۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”رائٹ سر۔ کام کیا ہوگا“...... مارٹی نے پوچھا۔

”یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم اس سے بات کرلو اور مجھے نصف گھنٹہ کے اندر اندر جواب دو۔ میں تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔ اوکے“......عمران نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا۔

رات کے دس بجے تفریحی ساحل کی پارکنگ میں کیپٹن شیراڈ اپنی کار میں بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ ادھیڑ عمر شیراڈ دراز قامت اور قوی الجثہ شخص تھا۔ اس کے جسم پر نیوی کی مخصوص یونیفارم تھی اور وہ بار بار پارکنگ کے داخلی گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد پارکنگ میں ایک سفید کار داخل ہوئی اور اس میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر کیپٹن شیراڈ نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ شخص مارٹی کلب کا مالک مارٹی تھا۔ کار میں مارٹی کے علاوہ ڈرائیور اور عقبی نشست پر تین افراد بیٹھے تھے۔ ڈرائیور سیاہ فام ایکریمی تھا البتہ باقی تینوں ایکریمی سفید فام تھے کیپٹن شیراڈ اپنی کار سے اترا اور مارٹی کی کار کی طرف بڑھ گیا جو پارکنگ میں داخل ہوتے ہی رک گئی تھی۔ مارٹی اور عقبی نشست پر بیٹھے تینوں افراد بھی کار سے باہر آ گئے۔

”ہیلو مارٹی۔ تم پانچ منٹ لیٹ آئے ہو“...... کیپٹن شیراڈ نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ٹریفک سگنلز پر بار بار رکنا پڑا تھا“...... مارٹی نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔

”ہیلو پرنس“...... کیپٹن شیراڈ نے باقی تینوں میں سے ایک ادھیڑ عمر آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔ ایک گھنٹہ پہلے اس نے مارٹی کلب میں اسی آدمی سے ملاقات کی تھی۔ مارٹی نے اس کا نام پرنس بتایا تھا اور پرنس نے اپنا نام پرنس آف ڈھمپ بتایا تھا۔ وہاں پرنس کے ساتھ مارٹی نے کیپٹن شیراڈ کی ڈیل کرائی تھی اور پرنس آف ڈھمپ کے روپ میں عمران نے اسے بتایا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ بالٹی مور پہنچنا چاہتا ہے جہاں اس کی مال بردار لانچ ایک ویران و بے آباد جزیرہ نما ٹاپو پر موجود ہے اور چونکہ اس پر اسمگل کیا ہوا سونا موجود ہے، اس لئے وہ اپنا سونا محفوظ طریقے سے ونگٹن میں لانا چاہتا ہے۔ پرنس نے یہ شرط بھی عائد کی کہ کیپٹن شیراڈ کے تمام ماتحت یہاں ساحل پر موجود رہیں گے اور صرف کیپٹن شیراڈ ہی اس کے ساتھ جائے گا۔ اس صورت میں کیپٹن شیراڈ کو تیس ہزار ڈالرز کے علاوہ نصف کلو سونا بھی دیا جائے گا اس پیش کش کو کیپٹن شیراڈ نے قبول کر لیا تھا۔

”یہ میرے ماتحت ہیں“...... پرنس نے اپنے دونوں ساتھیوں کے بارے میں کیپٹن شیراڈ سے کہا۔

”آیئے۔ میں نے اپنے ماتحتوں کو آرام کرنے شہر بھیج دیا ہے۔ اسٹیمر پر صرف ڈرائیور ہے“...... کیپٹن شیراڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو پرنس

یعنی عمران اور اس کے دونوں ساتھی جو کہ خاور اور چوہان تھے، کیپٹن شیراڈ کے ساتھ پارکنگ سے باہر چل دیئے اور مارٹی واپس اپنی کار میں بیٹھ کر واپس جانے کے لئے کار بیک کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد عمران، خاور اور چوہان ساحل کے قریب کھڑے کیپٹن شیراڈ کے اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ اسٹیمر پر صرف ایک ڈرائیور موجود تھا۔ کیپٹن شیراڈ نے اسے روانگی کا حکم دیا اور خود کیبن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس آ بیٹھا۔

''پرنس۔ آپ نے بتایا تھا کہ آپ پرنس آف ڈھمپ ہیں لیکن مجھے اب تک یاد نہیں آ سکا کہ ڈھمپ کس علاقے یا ملک کا نام ہے اور براعظم ایکریمیا میں کہاں پر واقع ہے''...... کیپٹن شیراڈ نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ڈھمپ کوئی بڑی اور مشہور جگہ نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے خاندان اور نسل کا نام ہے۔ ہمارے جد امجد کا نام رچرڈ آف ڈھمپ تھا اس کے بعد ڈھمپ خاندان کا ہر سربراہ پرنس آف ڈھمپ کہلانے لگا۔ فلاڈیفنا کے نواح میں ہمارا گاؤں ہے اور اس کا نام بھی ڈھمپ ہے''...... عمران نے جواب میں کہا تو خاور اور چوہان اس کی بے تکی وضاحت پر آہستہ سے مسکرا دیئے۔ البتہ کیپٹن شیراڈ کافی متاثر نظر آ رہا تھا۔

''لانچ میں آپ کے کتنے ماتحت یا عملہ کے افراد ہیں''...... کیپٹن شیراڈ نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر کہا۔

''چھ افراد۔ انہیں بھی وہاں سے لانا ہے۔ کیا ان کے لئے یونیفارم

مل سکتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''یونیفارم کی کیا ضرورت ہے پرنس''...... کیپٹن شیراڈ نے چونک کر کہا۔

''اصل میں مجھے اندیشہ ہے کہ واپسی میں کوسٹ گارڈز یا سی پورٹ پر نیوی پولیس ان سے پوچھ گچھ کرے گی اور ان کے پاس شناختی کاغذات بھی نہیں ہیں لیکن یونیفارم میں ان پر کوئی شبہ نہیں کر سکے گا اور تم ضرورت پڑنے پر انہیں اپنے ماتحت ظاہر کر کے پوچھ گچھ سے محفوظ رہو گے۔ کیا غلط کہہ رہا ہوں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''واقعی آپ درست کہہ رہے ہیں پرنس۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں پر شبہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ آپ بھی سول ڈریس میں ہیں۔ خوش قسمتی سے میرے ماتحت لائف گارڈز لباس بدل کر شہر گئے اور ان کے یونیفارم یہاں موجود ہیں لیکن یونیفارم صرف چھ ہیں جبکہ واپسی پر آپ کی لانچ کے عملہ سمیت آپ نو افراد ہوں گے''...... کیپٹن شیراڈ نے جلدی سے کہا۔

''نو پرابلم۔ واپسی پر میں صرف تین ساتھیوں کو لاؤں گا''...... عمران نے بے پروائی سے کہا۔

کیبن میں ہینگرز پر لائف گارڈز کی مخصوص وردیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد عمران، خاور اور چوہان یونیفارم پہن چکے تھے۔ اسٹیمر اندھیرے سمندر میں فل رفتار سے رواں دواں تھا لیکن عمران کی منزل وہ نہیں تھی جو اس نے کیپٹن شیراڈ کو بتائی تھی۔ انہیں بالٹی مور کی بندرگاہ

سے تقریباً سو کلو میٹر دور مشرق کی جانب ایک چھوٹے سے جزیرے تک پہنچنا تھا جہاں اسرائیل کے لئے اسرائیلی سرمایہ سے ایک جدید میزائل پراجیکٹ تعمیر کیا جا رہا تھا اور وہ پراجیکٹ تکمیل کے آخری مراحل میں تھا۔ یہ پراجیکٹ اگر اسرائیل میں تعمیر کیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ اسلامی دنیا کا کوئی ملک اسے تباہ کر دیتا، اس لئے اسرائیل کی درخواست پر ایکریمیا نے پراجیکٹ اپنے جزیرے پر قائم کرنے کی نہ صرف اجازت دی تھی بلکہ بڑی تعداد میں اپنے ماہرین اور تکنیکی عملہ بھی فراہم کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس پراجیکٹ پر تیار کئے جانے والے میزائل یہودی حکومت نے اپنے دشمن اسلامی ملک کے خلاف استعمال کرنے تھے اس لئے عمران نے پاکیشیا واپس جانے سے پہلے اس پراجیکٹ کو بھی نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

چونکہ اسٹیمر پر ایکریمین نیوی کا جھنڈا بھی نصب تھا اور لائف گارڈز کے الفاظ بھی لکھے تھے، اس لئے راستے میں نیوی کے گشتی اسٹیمرز کئی مرتبہ ان کے قریب سے گزرے مگر کسی نے انہیں روکنے کی کوشش نہ کی اور ان کا اسٹیمر رکاوٹ کے بغیر سفر کرتا رہا۔ صبح ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے تک انہوں نے تقریباً دو سو کلو میٹر کا فاصلہ طے کر لیا۔ اس دوران عمران اور اس کے ساتھی جاگتے رہے تھے۔ کیپٹن شیراڈ صبح پانچ بجے سو گیا تو عمران نے اپنے پلان کے مطابق اسے بے ہوش کر دیا۔ پھر خاور اور چوہان کو ڈرائیور کی نگرانی کے لئے بھیجا۔ ان کی غیر موجودگی میں اس نے اپنے چہرے پر کیپٹن شیراڈ کا میک اپ کیا اور پھر اس کی یونیفارم پہننے

کے بعد وہ مکمل طور پر کیپٹن شیراڈ نظر آنے لگا۔

فارغ ہو کر وہ کیبن سے نکلا اور اسٹیمر ڈرائیور کے پاس آ کھڑا ہوا جبکہ خاور اور چوہان اس کے اشارے پر کیبن میں چلے گئے۔ عمران نے کیپٹن شیراڈ کے لب و لہجے میں مورس نامی ڈرائیور سے سفر کی پوزیشن معلوم کی تو مورس کو ذرا بھی شک نہ ہوا کہ وہ کیپٹن شیراڈ کی بجائے کوئی اور ہے۔

"اس وقت ہم بالٹی مور سے سو کلو میٹر پیچھے ہیں سر"...... مورس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہاں سے مشرق کی سمت مڑ جاؤ۔ ہمیں نوبل آئی لینڈ کی طرف جانا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ نوبل آئی لینڈ۔ وہ تو ممنوعہ جزیرہ ہے سر۔ کسی اسٹیمر یا جہاز کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس پر کوئی دفاعی پراجیکٹ بنایا گیا ہے"...... مورس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے لیکن ہمیں اس جزیرے پر نہیں جانا بلکہ اس سے چند کلو میٹر بائیں جانب ایک ٹاپو پر پہنچنا ہے جہاں پرنس کی لانچ لنگر انداز ہے اور جانتے ہو اس لانچ میں کیا ہے"...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

"یس سر۔ آپ نے بتایا تھا اس میں کروڑوں ڈالر مالیت کا سونا ہے اور ہم نے پرنس کو ختم کر کے اس سونے پر قبضہ کرنا ہے"...... مورس نے جواب میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

"ہاں اور اس سونے میں تمہیں بھی حصہ ملے گا۔ کم از کم نصف کلو"۔

عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"سر۔ آپ نے پہلے ایک کلو دینے کا وعدہ کیا تھا"...... مورس نے جلدی سے کہا اور اسٹیمر کا رخ موڑنے لگا۔

"ہاں ہاں۔ ایک کلو ہی دوں گا اور اس شرط پر کہ باقی ماتحتوں کو علم نہ ہونے پائے کیونکہ وہ بھی اپنا حصہ مانگیں گے اور نہ ملنے پر ہیڈکوارٹر کو سارے معاملے سے آگاہ کر دیں گے"...... عمران نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ میں کبھی زبان نہیں کھولوں گا لیکن ہم پرنس اور اس کے ساتھیوں پر کیسے قابو پائیں گے جبکہ ہم صرف دو ہیں"۔ مورس نے کہا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وقت آنے پر تم دیکھو گے کہ میں انہیں کیسے مچھلیوں کی غذا بناتا ہوں۔ بس تم توجہ سے اسٹیمر چلاؤ اور جب نوبل آئی لینڈ کے آثار نظر آئیں تو مجھے بتا دینا"...... عمران نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ اور واپس کیبن میں آ گیا جہاں فرش پر کیپٹن شیراڈ بے ہوش پڑا تھا۔

"عمران صاحب۔ اس کا کیا کرنا ہے"...... خاور نے شیراڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اسے موت کی سزا دینی ہے"...... عمران نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تو خاور اور چوہان چونک پڑے۔

"سزا۔ کس جرم میں"...... چوہان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس بدبخت نے ہمیں ہلاک کرنے اور ہمارے سونے پر قبضہ کرنے

کا پلان بنا رکھا تھا جس کا مجھے ابھی مورس سے علم ہوا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور مورس کا بیان دہرا دیا۔

"اس گدھے کو یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ آپ خود ہی اس کا شکار کرنے والے ہیں"...... خاور نے ہنس کر کہا۔

"ہاں۔ اب سائیلنسرڈ ریوالور کی ایک گولی اس کے سر میں اتار کر اسٹیمر کے عقبی جانب سے سمندر میں ڈال دو اسے"...... عمران نے سر ہلا کر کہا تو خاور اور چوہان نے اس کی ہدایات پر فوراً عمل کر ڈالا۔ وہ دونوں کیپٹن شیراڈ کو سمندر برد کر کے واپس آئے تو عمران انہیں اپنے آئندہ پلان کے بارے میں بتانے لگا۔

دوپہر سے کچھ دیر پہلے مورس نے کافی فاصلہ طے کر لیا اور بہت دور سمندر میں ایک جزیرے کا دھندلا سا خاکہ دکھائی دینے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ خاکہ قدرے واضح ہو گیا اور جزیرے کے ساحل پر لنگر انداز دو بحری جہاز بھی نظر آنے لگے۔ ابھی جزیرہ تقریباً پانچ کلو میٹر دور تھا۔ عمران کے حکم پر مورس نے اسٹیمر کا رخ ذرا تبدیل کیا کیونکہ عمران جزیرے کی شمالی جانب سے جزیرے کے عقب میں پہنچنا چاہتا تھا۔ خاور اور چوہان بھی عمران کے قریب کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر پہلے عمران نے اسٹیمر ڈرائیور کو بتایا تھا کہ اس نے پرنس کو خاموشی سے ختم کر کے سمندر کی نذر کر دیا تھا اور اب اسٹیمر پر پرنس کے صرف دو ماتحت باقی ہیں جو پرنس کی لانچ تک اس کی رہنمائی کریں گے۔ یہ بات اس نے ڈرائیور کو اس لئے بتائی تھی کہ وہ پرنس کے غائب ہونے پر کوئی سوال نہ کرے۔

تھوڑی دیر بعد وہ جزیرے کی شمالی سمت میں پہنچے تو اس طرف کوئی ساحل نہیں تھا اور جزیرے پر قائم عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جزیرے کے ساحل کے پاس کھڑے دونوں جہازوں پر اسرائیلی پرچم لہرا رہے تھا۔ جبکہ وہاں چند اسٹیمر بھی موجود تھے۔ تقریباً دو کلو میٹر میں پھیلا ہوا جزیرہ تین اطراف میں چٹانوں اور پہاڑیوں پر محیط تھا اور صرف مغربی جانب ساحل تھا۔ سطح آب سے تقریباً تیس فٹ بلند جزیرے کے اطراف کی چٹانیں کٹی پھٹی اور ان میں بڑی بڑی دراڑیں تھیں۔ عمران نے دور بین سے شمالی چٹانوں کا جائزہ لیا۔ مگر اس جانب سے جزیرے پر پہنچنے کا کوئی مناسب راستہ نظر نہ آیا تو اس نے مورس کو جزیرے کے عقب میں چلنے کا حکم دیا۔

''سر۔ پرنس کی لانچ کہاں ہے''...... مورس نے پوچھا تو عمران نے مناسب سمجھا کہ مورس کو اعتماد میں لیا جائے یا پھر اس سے پیچھا چھڑا لیا جائے۔ یوں بھی انہیں اب موس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔

''سنو مورس۔ پرنس نے غلط بیانی کی تھی کہ سونا اس کی لانچ میں ہے۔ پرنس کے ان دونوں ماتحتوں نے تھوڑی دیر پہلے بتایا ہے کہ اصل میں اس جزیرے پر سونے کی ایک کان ہے اور پرنس اس کان سے سونا نکالنا چاہتا تھا۔ اب یہ دونوں مجھ سے اپنی زندگی کے بدلے تعاون کر رہے ہیں۔ یہ کان کی نشاندہی کریں گے۔ تمہارا کیا اردہ ہے کیونکہ یہ انتہائی خطرناک مشن ہے۔ جزیرے پر ہمیں سیکورٹی سے بھی ٹکرانا ہے اور انہیں ہلاک کئے بغیر ہم کان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پکڑے جانے کی

صورت میں مجھے اندیشہ ہے کہ تم اپنی جان بچانے کے لئے مجھ سے غداری کرو گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ختم کر دیا جائے''۔عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''نن۔نہیں۔سر۔میں تو ہمیشہ سے آپ کا وفادار ہوں۔میں اپنی جان تو دے سکتا ہو لیکن آپ سے غداری کا تصور بھی نہیں کر سکتا''۔ مورس نے گھبرا کر جلدی سے کہا۔

''اوکے لیکن یاد رکھو۔خطرے کی صورت میں تم نے میرے خلاف زبان کھولی تو تمہارے منہ سے کوئی لفظ نکلنے سے پہلے ہی میں تمہیں شوٹ کر دوں گا''...... عمران نے مورس کو وارننگ دیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اسٹیمر جزیرے کی مشرقی جانب پہنچا تو اس طرف بھی بلند و بالا چٹانیں واقع تھیں۔عمران نے دوربین سے اس چٹانوں کا جائزہ لیا تو وہاں کوئی گارڈ وغیرہ نظر نہ آیا اس نے مورس کو جزیرے کے قریب پہنچنے کا حکم دیا اور خود چوہان اور خاور کے ساتھ کیبن میں آ گیا۔

''جزیرے کے قریب یقینی طور پر پانی میں چھپی چٹانیں ہوں گی۔ لہٰذا ہم لائف بوٹ چٹانوں کے پاس پہنچیں گے۔تم لوگ غوطہ خوری کے لباس پہن لو''...... عمران نے خاور اور چوہان سے کہا اور خود بھی ایک لباس پہننے لگا۔غوطہ خوری کے یہ مخصوص لباس پہلے سے اسٹیمر میں موجود تھے اور ان کے ساتھ آکسیجن سلنڈر بھی منسلک تھے البتہ اسلحہ کے طور پر ان کے پاس صرف اپنے ریوالور اور دیگر خفیہ ہتھیار تھے۔چند منٹ بعد وہ تینوں تیار ہو کر باہر آئے تھے۔جزیرہ اسٹیمر سے تقریباً نصف کلو میٹر

دور رہ گیا تھا۔

''مورس۔اسٹیمر کا انجن بند کر دو اور کچھ فاصلہ طے کر کے رک جانا''......عمران نے مورس سے کہا تو مورس نے انجن بند کر دیا اور اسٹیمر سست رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔چونکہ انجن بند تھا اس لئے آہستہ آہستہ اس کی رفتار بھی کم ہوتی جا رہی تھی اور پھر وہ جزیرے کے چٹانی ساحل سے تقریباً سو فٹ کے فاصلے پر رک گیا۔چونکہ یہ فاصلہ معمولی تھا اس لئے عمران نے لائف بوٹ استعمال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔اسٹیمر پر جزیرے کی چٹانوں کا سایہ پڑ رہا تھا۔عمران چاہتا تھا کہ اسٹیمر کو کسی طرح چٹانوں کے مزید قریب لے جایا جائے تاکہ چٹانوں کی آڑ میں ہونے کے سبب اسے بلندی سے نہ دیکھا جا سکے۔

''مورس۔تم اسٹیمر کو کنٹرول کرو۔ہم اسے رسے کے ذریعے کھینچ کر اس چٹان کے قریب لے جائیں گے جو پانی پر جھکی ہوئی ہے''......عمران نے مورس سے کہا اور اس چٹان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا جو سمندر پر اس حد تک جھکی ہوئی تھی کہ اسٹیمر کے لئے سائبان کا کام دے سکتی تھی جبکہ وہ چٹان اطراف سے اندر کو کافی حد تک دبی ہوئی تھی۔

''اس چٹان کے نیچے اسٹیمر محفوظ رہے گا اور تم ہماری واپسی تک یہیں رہو گے۔ہم اندھیرا پھیلنے سے پہلے واپس آ جائیں گے''......عمران نے مورس سے دوبارہ کہا۔

اتنی دیر میں عمران کے اشارے پر چوہان اور خاور اسٹیمر کے فرنٹ ریلنگ کے ساتھ مضبوط رسہ باندھ چکے تھے۔عمران، خاور اور چوہان رسہ

پکڑ کر اسٹیمر سے پانی میں اترے اور چٹان کی سمت تیرتے ہوئے اسٹیمر کو کھینچنے لگے۔ تیرنے کے ساتھ رسہ کھینچنا آسان کام نہ تھا۔ اسٹیمر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اتفاق سے وہاں زیر آب کوئی پتھر یا چٹان نہیں تھی اس لئے وہ چند منٹ کی مسلسل کوشش سے اسٹیمر کو چٹان کے جھکے ہوئے حصے کے نیچے لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر عمران نے رسہ چٹان کی ایک ابھری ہوئی نگر کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا۔

اس طرف سے فارغ ہو کر عمران کچھ فاصلے پر موجود دوسری چٹان کی طرف بڑھا جسے وہ پہلے ہی تاڑ چکا تھا۔ اس چٹان میں ایک کشادہ شگاف تھا جو بالکل سیدھا نہیں بلکہ ترچھا تھا اور نیچے سے بتدریج اوپر تک چلا گیا۔ اس شگاف کا کچھ حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ عمران نے قریب پہنچ کر اس شگاف کا جائزہ لیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا تو خاور اور چوہان تیرتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی شگاف کا جائزہ لیا۔ شگاف کے اختتام پر جزیرے کی سطح دکھائی دے رہی تھی اور شگاف کی چوڑائی چھ فٹ سے کم نہ تھی۔ عمران نے اس شگاف کے ذریعے اوپر پہنچنے کا فیصلہ کیا اور غوطہ خوری کا لباس اتارتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی لباس سے چھٹکارہ پانے کی ہدایت کی۔ لباس اتار کر انہوں نے وہیں چھپا دیئے۔ اس کے بعد عمران شگاف میں قدم جما کر رکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ خاور اور چوہان اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ اس ڈھلوان شگاف کے اختتام پر پہنچ کر عمران نے چہرہ باہر نکال کر احتیاط سے آس پاس کا جائزہ لیا تو ہر طرف چھوٹی بڑی چٹانیں اور

پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں لیکن محافظ یا کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا چنانچہ وہ خاور اور چوہان کے ساتھ اطمینان سے باہر آیا۔ سامنے کی جانب چند چٹانوں کی دوسری طرف ایک بلند پہاڑی نظر آ رہی تھی۔ عمران نے خاور اور چوہان کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں راستے کی چٹانوں کے دائیں بائیں سے گزرتے ہوئے وہ بلند پہاڑی کے قریب پہنچ گئے۔ اس پہاڑی کے بالکل قریب ایک دوسری پہاڑی تھی اور دونوں پہاڑیوں کے درمیان پندرہ سولہ فٹ کا فاصلہ تھا۔ عمران نے رخ بدلا اور اس درے کی طرف محتاط قدموں سے بڑھنے لگے۔ ابھی تک انہیں کوئی محافظ نظر نہیں آیا تھا۔ شاید اس جانب پہرے کا انتظام نہیں کیا گیا کہ اس جانب سے کسی خطرے کا امکان نہ تھا۔ خطرہ صرف فضا سے یا پھر ساحل کی جانب سے ہو سکتا تھا۔ فضا کی حفاظت کے لئے ایک بلند پہاڑ پر ریڈار حرکت کر رہا تھا۔ درے تک راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی چٹانیں اور بڑے بڑے پتھر موجود تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی ان پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور چند منٹ میں درے کے قریب پہنچ گئے۔

”تم اس چٹان کے پیچھے رہو۔ میں درے کا جائزہ لے کر تمہیں کاشن دوں گا“...... عمران نے ایک چھوٹی چٹان کے قریب رکتے ہوئے کہا تو خاور اور چوہان چٹان کی آڑ میں بیٹھ گئے اور عمران درے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران کے جانے کے بعد خاور اور چوہان چوکنے انداز میں دائیں بائیں کی نگرانی کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان کی سماعت سے ہلکی سی مگر کربناک چیخ سنائی دی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ وہ چیخ درے کی جانب سے ابھری تھی۔ ان دونوں نے پریشان ہو کر چٹان کی آڑ سے درے کی طرف دیکھا جو وہاں سے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر تھا لیکن عمران نظر نہ آیا۔ یقیناً وہ درے کے اندر تھا۔ خاور اور چوہان اندازہ نہ لگا سکے کہ وہ چیخ عمران کی تھی یا کسی اور کی، اسی لئے وہ پریشان ہو گئے۔

”یقیناً درے میں عمران صاحب کا کسی سے ٹکراؤ ہوا ہے“...... خاور نے چوہان سے کہا۔

”اس چیخ سے تو یہی لگتا ہے۔ بہرحال ہمیں معلوم کرنا چاہئے۔ آؤ“...... چوہان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے عمران صاحب کو اعتراض ہو۔ ہمیں ان کے سگنل کا

انتظار کرنا چاہئے“...... خاور نے کہا تو چوہان کچھ نہ بولا۔ چند لمحوں بعد انہیں قدموں کی ہلکی سی آہٹیں سنائی دیں۔ چوہان نے فوراً چٹان کی آڑ سے سر نکال کر درے کی طرف دیکھا اور اطمینان کا سانس لیا۔ اس طرف سے عمران آ رہا تھا۔ جلد ہی عمران ان کے قریب آ گیا۔

”آؤ۔ ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لو“...... عمران نے ان سے کہا اور مڑ کر واپس درے کی طرف بڑھا تو چوہان اور خاور اپنے اپنے ریوالور نکال کر اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔

”عمران صاحب۔ ہم نے ایک چیخ سنی تھی۔ کس کی تھی“...... خاور نے آہستہ سے کہا۔

”ایک گارڈ کی۔ وہ درے میں ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھا آرام کر رہا تھا۔ میری آہٹیں سن کر اس نے پتھر کی آڑ سے نکل کر مجھے دیکھا اور زمین سے اپنی مشین گن اٹھانے کے لئے لپکا مگر میں نے اس پر جست لگا دی۔ اس کا سر پتھر سے ٹکرایا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور میں نے اس کے سنبھلنے سے پہلے اس کی گردن توڑ ڈالی تھی“...... عمران نے قدم روکے بغیر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ تنہا تھا“...... چوہان نے پوچھا۔

”تو کیا بیوی کے ساتھ ہوتا“...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اس کے جواب میں خاور اور چوہان مسکرانے لگے۔

”میرا مطلب تھا اس کے ساتھ دوسرے گارڈز نہیں تھے“...... چوہان نے کہا۔

”نہیں۔ البتہ درے کے اختتام پر یقیناً گارڈز ہوں گے کیونکہ دوسری جانب وادی میں میزائل پراجیکٹ ہے۔ بہرحال تم چوکنے رہو“...... عمران نے جواب میں کہا اور درے میں داخل ہو گیا۔ چوہان اور خاور اس کے پیچھے تھے۔

درے میں جگہ جگہ خودرو گھاس اور کانٹے دار جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور پورے راستے میں بڑے بڑے چٹانی پتھر پڑے تھے۔ درے کی لمبائی تقریباً دو سو میٹر تھی۔ درے کے باہر کافی فاصلے پر چند عمارتیں اور بلند ٹاور نظر آ رہے تھے البتہ عمارتوں کے نیچے کا منظر راستے میں پڑے پتھروں کے سبب نگاہوں سے اوجھل تھا۔ وہ تینوں جھاڑیوں سے بچتے ہوئے قدم جما جما کر آگے بڑھ رہے تھے تاکہ ان کی ٹھوکر سے وہاں بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے پتھر لڑھک کر آواز پیدا نہ کریں۔ درے کے تقریباً وسط میں پہنچ کر عمران ایک پتھر کے قریب رک گیا۔ وہاں ایک گارڈ کی لاش پڑی تھی۔ اس کے جسم پر یونیفارم تھی اور پیشانی کے زخم سے خون رس رہا تھا۔ عمران نے خاور اور چوہان کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا اور جھک کر تیزی سے گارڈ کی یونیفارم اتارنے لگا۔ خاور اور چوہان درے کی دوسری جانب کی نگرانی کر رہے تھے۔

چند لمحوں بعد عمران اپنے لباس کے اوپر ہی گارڈ کی یونیفارم پہن چکا تھا۔ اس نے گارڈ کی کیپ سر پر جمائی اور زمین سے اس کی مشین گن اٹھا کر کندھے سے لٹکائی اور پھر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ درے کے اختتام سے تھوڑا پیچھے رک کر اس نے خاور اور چوہان کو ہدایت کی کہ وہ

دونوں اس سے دس، بارہ قدم پیچھے رہیں اور اس کا اشارہ ملتے ہی خود کو پتھروں کی آڑ میں پوشیدہ کر لیں چنانچہ خاور اور چوہان نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور جب عمران ان سے تقریباً بارہ قدم کے فاصلے پر پہنچا تو وہ دونوں آگے بڑھنے لگے۔ عمران اب بے آواز قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ درے کے اختتام کے قریب پہنچا اور ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھ کر دوسری طرف کا جائزہ لینے لگا۔

سورج مغرب کی طرف جھک چکا تھا اور دھوپ درے میں پڑ رہی تھی لیکن درے کے باہر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ درے سے تھوڑے فاصلے پر خار دار تاروں کی باڑ تھی۔ باڑ کے دوسری جانب عمارتیں تھیں جن کی پشت درے کی طرف تھی اور ان عمارتوں کے درمیان تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔ سامنے والی دو عمارتوں کے درمیانی خلاء سے دوسری طرف ایک میدان نظر آ رہا تھا اور اس میدان کے پار بھی عمارتیں تھیں جن کا فرنٹ میدان کی طرف تھا۔ چند لمحوں بعد عمران پتھر کی آڑ سے نکلا اور آگے بڑھ کر اس نے درے سے باہر دائیں بائیں کا جائزہ لیا مگر فوراً ہی پیچھے ہٹ آیا۔ درے کے بائیں جانب ایک چھوٹی سے چٹان کے سائے میں دو گارڈز بیٹھے سگریٹ پھونکتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ پراجیکٹ کی تمام عمارتیں مشرق، مغرب اور جنوب کی سمتوں میں قائم تھیں جبکہ شمال کی جانب کوئی عمارت نہیں تھی اور اسی جانب جزیرے کا ساحل تھا۔ عمران نے مڑ کر خاور اور چوہان کی طرف دیکھا جو کچھ فاصلے پر رکے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران نے انہیں اشارہ کیا اور وہ دبے پاؤں

چلتے ہوئے اس کے قریب آ گئے۔

''باہر دو گارڈز چٹان کے سائے میں بیٹھے ہیں اور ہمیں ان کی وردیوں کی ضرورت ہے لہٰذا انہیں اس طرح گرفت میں لینا کہ ان کے منہ سے آواز نہ نکلنے پائے''...... عمران نے سرگوشی کے انداز میں خاور اور چوہان سے کہا اور انہیں پوزیشن سمجھائی تو وہ دونوں بائیں جانب ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ یہاں سے وہ درے میں داخل ہونے والوں کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔ عمران ان سے دو قدم پیچھے درے کی طرف پشت کر کے زمین پر بیٹھا اور اس نے حلق سے کربناک چیخ نکالی اور سر کو اوپر نیچے جھٹکے دینے لگا۔ خاور اور چوہان پتھر کی آڑ میں بیٹھے درے سے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد ہی اس جانب سے بھاری قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور پھر دو گارڈز بائیں جانب سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے عمران کو دیکھا اور تیز قدموں سے اس طرف بڑھے۔

''کیا ہوا جیمز۔ تم ٹھیک تو ہو''...... ایک گارڈ نے بلند آواز سے عمران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جو ان کی طرف پشت کئے مسلسل سر جھٹک رہا تھا۔ یقیناً اس گارڈ کا نام جیمز تھا جس کی عمران نے یونیفارم پہن رکھی تھی۔

عمران نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ دونوں گارڈز تیزی سے قریب آتے چلے گئے اور پھر جیسے ہی وہ پتھر کے آگے سے گزرے، خاور اور چوہان تیزی سے اٹھے اور انہوں نے انتہائی پھرتی کے ساتھ گارڈز پر بیک وقت چھلانگ لگا دی۔ گارڈز کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور وہ منہ کے بل

زمین پر گر گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ سیدھے ہوتے، عمران نے یکدم مڑ کر ان دونوں پر مشین گن تان لی۔ خاور اور چوہان جلدی سے اٹھے اور انہوں نے بھی ریوالور نکال لئے۔ گارڈز عمران کی شکل دیکھ کر چونکے اوور پھر ان پر گھبراہٹ طاری ہوتی چلی گئی۔

''خبردار۔ کوئی حرکت کرنے یا منہ سے آواز نکالنے کی کوشش کی تو بھون ڈالوں گا''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو گارڈز خوف سے اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ عمران کے اشارے پر خاور اور چوہان نے ان کے کندھوں سے مشین گنیں اتار لیں۔

''کھڑے ہو جاؤ۔ ہاتھ بلند کر لو''...... عمران نے گارڈز سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''تم۔ تم کون ہو۔ جیمز کہاں ہے''...... ایک گارڈ نے خوفزدہ لہجے میں آہستہ سے کہا۔

''جیمز جہنم میں پہنچ چکا ہے اور اگر تم نے میرے چند سوالوں کے جواب نہ دیئے تو تمہیں بھی اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ میرے ساتھیوں کے ریوالور بے آواز ہیں۔ کسی کو تمہارے مرنے کا علم نہ ہو سکے گا''...... عمران نے کہا تو دونوں گارڈز کے چہرے موت کے خوف سے سیاہ پڑ گئے۔ خاور اور چوہان نے ان پر ریوالور تان لئے تھے۔

''پپ۔ پوچھو''...... دوسرے گارڈز کے منہ سے ہکلاہٹ بھری آواز نکلی تو عمران ان سے پراجیکٹ اور اس کی سیکورٹی انتظامات کے بارے میں سوال کرنے لگا۔

گارڈز کے بیان کے مطابق ان کی طرح باڑ کے باہر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین تین گارڈز گروپ کی صورت میں پہرہ دینے پر مامور تھے لیکن وہ دھوپ کے سبب چٹانوں یا پتھروں کے سائے میں رہتے تھے۔ ایک گھنٹہ بعد یعنی چھ بجے گارڈز کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی تھی اور ان کی جگہ دوسرے گارڈز ڈیوٹی پر آ جاتے تھے۔ ڈیوٹی ٹائم ختم ہونے پر گارڈز شمالی جانب واقع پراجیکٹ کے مین گیٹ سے پراجیکٹ کے احاطے میں واقع سیکورٹی آفس جا کر رپورٹ کرتے تھے اور اس کے بعد آئندہ شفٹ تک آرام کرتے تھے۔ ساحل سے پراجیکٹ کے گیٹ تک ایک کشادہ راستہ بنایا گیا تھا جس کے ذریعے ساحل تک آمد و رفت ہوتی تھی۔ گیٹ سے ساحل تک کا فاصلہ نصف کلو میٹر تھا مگر یہ راستہ سیدھا نہ تھا بلکہ چٹانوں کی وجہ سے اس میں کئی موڑ تھے۔ پراجیکٹ کے گرد واقع بلند پہاڑوں پر اینٹی ایئر کرافٹ گنیں نصب تھیں جبکہ ساحل سے پراجیکٹ کے احاطے کے گیٹ تک کے راستے کی نگرانی کی جاتی تھی۔ ساحل پر اسرائیلی نیوی

کے مال بردار دو جہازوں کے علاوہ چند ایکریمین اسٹیمرز بھی موجود تھے۔ پراجیکٹ کے احاطے میں ایک ہیلی پیڈ بنایا گیا تھا جہاں سے گاہے بگاہے ایکریمین حکام ہیلی کاپٹرز کے ذریعے پراجیکٹ کے معائنہ کے لئے آتے جاتے تھے۔ پراجیکٹ کے داخلی گیٹ کے ساتھ ہی سیکورٹی آفس کی عمارت تھی جبکہ اس سے اگلی عمارت میں ایڈمنسٹریشن آفس اور کنٹرول روم تھا۔ چونکہ پراجیکٹ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اور فی الحال اس میں میزائل سازی کی مشینری اور پلانٹ نصب کئے جا رہے تھے اس لئے اندرونی سیکورٹی انتظامات زیادہ سخت نہیں تھے۔ احاطے کی باڑ کے گرد ایک شفٹ میں پینتالیس گارڈز ڈیوٹی دیتے تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں تین شفٹوں کے لئے ایک سو پینتیس گارڈز تھے۔ اسی طرح احاطے کے اندر ہر شفٹ میں تیس گارڈز اور ساحل پر بیس گارڈز ڈیوٹی دیتے تھے۔ پراجیکٹ میں انتظامیہ، ماہرین اور دوسرے تکنیکی عملہ کی تعداد سو کے قریب تھی۔

ساحل پر موجود اسٹیمرز میں صرف ڈرائیور تھے جبکہ دونوں اسرائیلی جہازوں کا عملہ جہازوں پر ہی موجود تھا۔ وہ جہاز آج صبح یہاں پہنچے تھے۔ ان پر آنے والا سامان پراجیکٹ میں منتقل کیا جا چکا تھا اور جہازوں نے رات کے وقت واپس جانا تھا۔ ساحل سے پراجیکٹ تک آنے جانے کے لئے چند جیپیں اور سامان کی ترسیل کے لئے دس بارہ ٹرک پراجیکٹ میں موجود تھے۔

گارڈز سے معلومات حاصل کرنے کے بعد انہیں بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ ایک گھنٹہ بعد شفٹ تبدیل ہونی تھی اس لئے عمران نے پراجیکٹ

کے اندر پہنچنے کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ وہ تینوں گارڈز کے ہم شکل بن جائیں۔ گارڈز کے میک اپ میں وہ کسی مشکل کے بغیر اپنا مشن انجام دے سکتے تھے چنانچہ عمران کی ہدایت پر چوہان اور خاور نے دونوں گارڈز کی وردیاں اتار کر پہن لیں۔ عمران اتنی دیر میں پہلے گارڈ جیمز کو اٹھا کر وہاں لے آیا جو کہ بے ہوش تھا۔ اس نے میک اپ باکس نکالا اور باری باری خاور، چوہان کے چہروں پر گارڈز کے میک اپ کئے۔ اس کے بعد اس نے خود پر جیمز کا میک اپ کیا۔ اس کام میں تقریباً چالیس منٹ صرف ہوئے۔ اب وہ مکمل طور پر گارڈز کے ہم شکل نظر آ رہے تھے۔

"اب ان تینوں کو اٹھا کر کچھ دور لے جاؤ اور کسی پتھر کی آڑ میں ڈال کر ان کے سروں میں ایک ایک گولی اتار دو۔ اپنے یونیفارم داغدار ہونے سے بچا لینا"...... عمران نے خاور اور چوہان کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں میں خاور اور چوہان فارغ ہو کر واپس آئے تو عمران ان کے ساتھ درے سے نکلا اور اس چٹان کی طرف بڑھ گیا جہاں مرنے والے گارڈز کچھ دیر پہلے آرام کر رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہیں دائیں بائیں کچھ گارڈز دکھائی دیئے جو پتھروں کے سائے میں بیٹھے تھے۔ ان گارڈز نے بھی عمران، خاور اور چوہان کی طرف دیکھا مگر تیس چالیس گز کے فاصلے پر ہونے کے سبب وہ ان کے قدوقامت پر شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد پراجیکٹ سے سائرن کی تیز آواز بلند ہوئی اور چند سیکنڈ بعد سائرن خاموش ہو گیا۔ یہ سائرن شفٹ کی تبدیلی کے

لئے بجایا گیا تھا چنانچہ باؤنڈری وال کے باہر پہرہ دینے والے گارڈز حرکت میں آئے اور شمال کی جانب بڑھنے لگے۔ عمران بھی خاور اور چوہان کے ساتھ اس سمت میں روانہ ہو گیا۔ محافظوں کی ہر ٹولی کے درمیان تقریباً چالیس قدم کا فاصلہ تھا اس لئے عمران نے تیز چلنے سے گریز کیا اور فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے خاور اور چوہان کو ٹائم بموں پر وقت ایڈجسٹ کرنے کی ہدایت کی تو انہوں نے چلتے چلتے اپنی رانوں سے بندھی پلاسٹک کی تھیلیاں کھولیں اور جیبوں میں رکھنے کے بعد ایک ایک ٹائم بم نکالنے اور ان پر چار چار گھنٹے کا ٹائم ایڈجسٹ کرنے لگے۔ عمران بھی اپنے پاس موجود ٹائم بموں پر وقت ایڈجسٹ کرتا جا رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چار گھنٹوں میں وہ جزیرے سے رخصت ہو کر بالٹی مور کی بندرگاہ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

کچھ دیر بعد وہ باؤنڈری وال کے ساتھ ساتھ پراجیکٹ کی شمالی سمت میں مڑ گئے۔ اس جانب کچھ فاصلے پر احاطے کا گیٹ تھا اور ان سے اگلی ٹولی گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ عمران نے ایک ٹائم بم دوسری جیب میں رکھ لیا تھا جس پر اس نے ٹائم ایڈجسٹ نہیں کیا تھا۔ گارڈز سے وہ معلوم کر چکا تھا کہ گیٹ پر گارڈز کو چیک نہیں کیا جاتا تھا۔ تمام گارڈز سیکورٹی آفس میں پہنچ کر سیکورٹی سارجنٹ کے سامنے پیش ہوتے جہاں وہ سارجنٹ ایک رجسٹر میں گارڈز کی واپسی کے خانے میں نشان لگاتا تھا اور گارڈز وہاں سے فارغ ہو کر بیرکوں میں چلے جاتے تھے لیکن چونکہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو بیرکوں میں آرام کرنے کی بجائے اپنا

کام کرنے کے لئے دوسری عمارتوں کی طرف جانا تھا اور اگر وہ خلاف قاعدہ دوسری عمارتوں کی طرف جاتے تو ان پر شبہ کیا جا سکتا تھا اس لئے اس نے ایک دھما کا بیرکس میں کرنے کا پلان بنایا تھا۔

گیٹ سے گارڈز باہر نکل نکل کر مغربی سمت میں جا رہے تھے۔ ان کے جانے کے لئے دوسری سمت سے ڈیوٹی اسپاٹ پر پہنچنے کا راستہ رکھا گیا تھا اور انہوں نے واپس آنے والے گارڈز کی جگہ لینی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران، چوہان اور خاور پراجیکٹ کے گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔ گیٹ کے باہر دو گارڈز کھڑے تھے جبکہ اندر کی طرف چار گارڈز موجود تھے۔ وہ تینوں گیٹ سے اندر آئے اور سیکورٹی آفس کی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ سیکورٹی آفس کے باہر کوئی گارڈ موجود نہیں تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی برآمدے میں داخل ہوئے۔ آگے ایک طویل راہداری تھی جس میں کئی کمرے بنے ہوئے تھے۔ پہلے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اس پر ڈیوٹی روم کے الفاظ کی تختی نصب تھی۔ عمران اس کمرے کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اس کمرے سے تین گارڈز باہر آئے اور برآمدے کی طرف بڑھے۔ وہ عمران اور اس کے دونوں ساتھیوں کے قریب سے گزرنے لگے تو عمران، خاور اور چوہان نے اپنے چہرے کچھ جھکا لئے۔ وہ تینوں ڈیوٹی روم میں داخل ہوئے تو اس ہال نما کمرے کے وسط میں ایک میز کے پیچھے سخت چہرے والا ایکریمین شخص بیٹھا تھا اور اس کے سامنے میز پر ایک رجسٹر کھلا ہوا تھا۔ کمرے کے دائیں بائیں دیواروں کے پاس دو میزوں پر دو افراد بیٹھے کچھ لکھنے لکھانے میں مصروف تھے۔ عمران، خاور اور

چوہان آگے پیچھے سخت چہرے والے سیکورٹی سارجنٹ کی میز کے پاس پہنچ کر رک گئے۔

''نام''...... سارجنٹ نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میز پر رکھا قلم اٹھا لیا۔

''جیمز''...... عمران نے آہستہ سے کھانستے ہوئے ایکریمین لب و لہجے میں کہا تو سارجنٹ نے رجسٹر پر لکھے جیمز کے نام کے سامنے والے خانے میں قلم سے ٹک کا نشان لگایا اور عمران ایک طرف ہٹ گیا اور چوہان آگے بڑھ آیا۔ سارجنٹ نے اس سے بھی نام پوچھا۔ چوہان کے بعد خاور نے اپنا نام بتایا اور پھر وہ دونوں مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ کمرے سے نکل کر وہ برآمدے کی طرف بڑھے تو اسی لمحے تین گارڈ کی ایک ٹولی برآمد میں داخل ہوئی اور ڈیوٹی روم کی طرف بڑھ گئی۔

عمران، خاور اور چوہان برآمدے سے باہر آئے اور سیکورٹی آفس سے ملحقہ عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ اس میں گارڈز کی رہائشی بیرکس بنی ہوئی تھیں۔ عمارت کے برآمدے سے ڈیوٹی پر جانے والے افراد باہر آ رہے تھے اور شاید وہ آخری گارڈز تھے کیونکہ جب عمران اور اس کے ساتھی برآمدے کے پاس پہنچے تو برآمدے میں کوئی گارڈ نہ تھا۔ برآمدے میں پہنچ کر عمران رک گیا۔ طویل راہداری میں آمنے سامنے آٹھ بیرکس تھیں۔ چار برآمدے کے دائیں جانب کی راہداری میں اور چار بائیں جانب۔ بیرکس تقریباً سو سو فٹ لمبی تھیں۔ ہر بیرک کا ایک دروازہ تھا جبکہ اس دروازے کے ساتھ ہی ایک دوسرا دروازہ تھا۔ دوسرے دروازے

پر واش روم کے الفاظ کی تختی نصب تھی۔ دونوں راہداریوں میں کوئی گارڈ نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران نے چوہان اور خاور کو سرگوشی کے انداز میں ہدایت کی اور وہ دونوں بائیں جانب کی راہداری میں داخل ہو کر سست قدموں سے آگے بڑھنے لگے جبکہ عمران دائیں جانب کی راہداری میں داخل ہوا اور پہلی بیرک کے واش روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر کوئی نہ تھا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور جیب سے ٹائم بم نکال کر اس پر وقت ایڈجسٹ کرنے کے بعد واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس نے ہاتھ دھوئے اور دروازہ کھول کر باہر آیا تو خاور اور چوہان دوسری جانب کی راہداری کے وسط میں پہنچ چکے تھے۔ عمران کی ہدایت کے مطابق وہ وہاں سے مڑے اور واپس آنے لگے۔ عمران نے انہیں برآمدے میں آنے کا اشارہ کیا اور خود راہداری سے نکل کر برآمدے سے باہر جانے کے لئے بڑھا۔ وہ راہدری سے نکلا ہی تھا کہ بیرونی گیٹ کی طرف سے ایک ٹرک آتا دکھائی دیا۔ اس ٹرک پر لکڑی کی چند بڑی بڑی پیٹیاں لدی ہوئی تھیں جبکہ ٹرک کے اگلے حصے میں ایک ڈرائیور اور ایک گارڈ کے سوا کوئی نہ تھا۔ ٹرک کا رخ اسی جانب تھا جدھر بیرکوں سے کچھ فاصلے پر ایک بڑی عمارت واقع تھی۔ عمران سرسری انداز میں ٹرک کے راستے میں آیا اور گیٹ کی سمت بڑھنے لگا۔

ٹرک کی رفتار کافی سست تھی۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال لیا پھر جیسے ہی ٹرک اس کے قریب سے گزرنے لگا اس نے پھرتی سے جیب میں پڑا ٹائم بم نکال کر ٹرک کے پچھلے حصے میں پھینک دیا۔

چوہان اور خاور برآمدے میں پہنچے تو انہیں عمران نظر نہ آیا۔ وہ رک کر سوچنے لگے کہ انہیں برآمدے میں رہنا چاہئے یا وہ برآمدے سے باہر جائیں۔ اسی لمحے سامان بردار ٹرک ان کے سامنے سے گزر کر دائیں جانب گیا تو چوہان نے آگے بڑھ کر برآمدے سے باہر جھانکا۔ گیٹ کی سمت سے عمران کو آتے دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ عمران تیز قدموں سے چلتا ہوا قریب آیا اور برآمدے میں داخل ہوا۔ چوہان نے اس سے کچھ کہنا چاہا لیکن اسی لمحے ایک خوفناک دھماکے سے فضا گونج اٹھی۔

دھماکا ہوتے ہی پراجیکٹ کی فضا میں خطرے کا سائرن چیخنے لگے اور بیرکوں سے دوڑتے بھاگتے قدموں کی آہٹیں بلند ہونے لگیں۔

''آؤ۔ اب ہمیں اپنا کام مکمل کرنا ہے''...... عمران نے تیزی سے اپنے ساتھیوں سے کہا اور ان کے ساتھ برآمدے سے نکلا تو گیٹ کی

طرف سے چند گارڈز آتے دکھائی دیئے۔ وہ دائیں جانب دوڑ رہے تھے۔ ٹرک اس جانب واقع عمارت کے باہر دھڑا دھڑ جل رہا تھا جبکہ دھماکے سے اس عمارت کا اگلا حصہ تباہ ہو چکا تھا اور اس میں بھی آگ لگی ہوئی تھی۔ عمران، خاور اور چوہان بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں اس سمت دوڑنے لگے۔ دوسری عمارتوں سے بھی کچھ گارڈز ٹرک کی طرف بھاگتے جا رہے تھے۔ ابھی عمران اور اس کے ساتھی بیرکس کے اختتام پر پہنچے تھے کہ ٹرک میں پے درپے دھماکے ہونے لگے۔ یقیناً ٹرک میں لدی پیٹیوں میں گولہ بارود تھا جو پھٹنے لگا تھا۔ ٹرک کے قریب پہنچنے والے چند گارڈز ان دھماکوں کی زد میں آئے اور باقی پلٹ کر مختلف اطراف میں دوڑنے لگے تو عمران نے رخ بدلا اور ہیلی پیڈ کی دوسری طرف واقع عمارتوں کی طرف دوڑنے لگا۔

خطرے کے سائرن مسلسل گونج رہے تھے۔ عمران، خاور اور چوہان نے تین مختلف جگہوں سے ہیلی پیڈ کراس کیا اور ایک ایک عمارت کے برآمدے میں داخل ہو گئے۔ ان عماتوں میں ورکشاپس تھیں لیکن ان کے بڑے بڑے دروازے بند تھے جو شاید دھماکوں کے سبب بند کر دیئے گئے تھے کیونکہ ان میں ماہرین اور ہنرمند کام کر رہے تھے۔ اس وقت تمام گارڈز باہر تھے اور عمارتوں کے برآمدے یا راہداریوں میں کوئی نہیں تھا اس لئے عمران اور اس کے ساتھیوں نے جلدی جلدی آہنی دروازوں کی بالائی چوکھٹ کے کناروں سے مقناطیسی پیندے والے گھڑی نما ٹائم بم چپکائے اور فوراً ہی دوڑتے ہوئے باہر نکل آئے۔ باہر افراتفری پھیلی ہوئی

تھی۔ سائرن چیخ رہے تھے۔ گولہ بارود سے آگ کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا اور بائیں جانب سے فائر بریگیڈ کی تین گاڑیاں تباہ ہونے والی عمارت کی طرف بھاگی جا رہی تھیں۔ سیکورٹی گارڈز بھی دوڑتے پھر رہے تھے۔ عمران نے سچویشن کا جائزہ لیا اور پھر مشرقی جانب واقع عمارتوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا لیکن اسی لمحے اس نے سیکورٹی آفس کے باہر کھڑے کچھ گارڈز کو احاطے کے گیٹ کی طرف دوڑتے دیکھا تو پروگرام بدل دیا۔ اسے ساحل پر پہنچنا تھا اور یہ بہترین موقع تھا چنانچہ اس نے چوہان اور خاور کو جو دوسری عمارتوں سے باہر آ چکے تھے، مخصوص اشارہ کیا اور پھر تینوں احاطے کے گیٹ کی طرف دوڑنے لگے۔ وہ ہیلی پیڈ کراس کر کے دوسری طرف پہنچے تو پہلے گارڈز گیٹ سے باہر نکل رہے تھے اور ان کی تعداد ایک درجن کے قریب تھی۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی گیٹ کی طرف لپکے جہاں دو گارڈز پہرہ دے رہے تھے۔

گارڈز نے ان کی طرف دیکھا مگر روکنے کی کوشش نہ کی اور وہ تینوں دوڑتے ہوئے گیٹ سے باہر نکل آئے۔ اسی لمحے خطرے کا سائرن خاموش ہو گیا۔ ان سے پہلے باہر آنے والے محافظوں کا رخ مغربی جانب تھے جبکہ گیٹ سے باہر ساحل کی طرف جانے والی سڑک تھی۔ عمران بھی مغربی جانب مڑ گیا مگر چند قدم آگے جا کر وہ شمالی جانب واقع چٹانوں کی طرف مڑ گیا جو ساحل پر جانے والے راستے کے بائیں جانب ساحل تک پھیلی ہوئی تھیں۔ خاور اور چوہان اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے ایک چٹان کے پاس پہنچے اور اس کے گرد گھوم کر دوسری جانب آڑ میں جا

رکے۔ خاور اور چوہان ہانپ رہے تھے البتہ عمران نارمل انداز میں گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

"اب ہمیں سڑک کے ساتھ ساتھ ان چٹانوں کی آڑ میں آگے بڑھنا ہے۔ اپنے ریوالور نکال لو۔ خطرے کی صورت میں مشین گنیں استعمال کی گئی تو ہماری نشاندہی ہو جائے گی اور تمام سیکورٹی یہاں پہنچ جائے گی۔ میری اجازت کے بغیر فائر مت کرنا۔ آؤ"...... عمران نے چند لمحوں بعد خاور اور چوہان سے کہا اور پھر ان کے آگے آگے احتیاط سے قدم بڑھانے لگا۔ سڑک پر اگرچہ گارڈز نہیں تھے لیکن چٹانوں پر نصب کیمروں کی مدد سے سڑک کی نگرانی کی جا رہی تھی اس لئے عمران نے چٹانوں کے پیچھے رہ کر آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ چٹانیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں کہ ان سے گزرنا ممکن نہیں تھا۔ چٹانوں کے ساتھ ساتھ گہری کھائیاں بھی تھیں اور بعض جگہوں سے بمشکل گزرنا پڑ رہا تھا۔ ذرا سی جلد بازی سے قدم پھسل کر انہیں کھائی کی نذر کر سکتا تھا اس لئے وہ بے حد احتیاط سے قدم اٹھا اور رکھ رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ان چٹانوں کے قریب پہنچ گئے جن کی دوسری طرف ساحل تھا۔ عمران ایک چھوٹی سی چٹان کے پیچھے رکا اور ساتھیوں کو انتظار کرنے کی ہدایت کر کے آگے بڑھ گیا۔ وہ چٹانوں کے گرد گھوم کے دوسری طرف آیا اور چند قدم کے فاصلے پر پڑے ایک بلند پتھر کی آڑ میں پہنچ کر دوسری جانب کا جائزہ لینے لگا۔ اسرائیلی بحری جہاز ساحل سے کچھ دور گہرے سمندر میں کھڑے تھے۔ جہازوں کے عرشہ پر چند مسلح گارڈز

کھڑے پراجیکٹ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ساحل پر دائیں بائیں چند اسٹیمرز لنگر انداز تھے۔ بائیں سمت میں موجود آخری اسٹیمر تقریباً سو گز کے فاصلے پر نظر آ رہا تھا جہاں ساحل کا اختتام تھا اور وہاں پانی میں ڈوبی چٹانیں واقع تھیں۔ ساحل پر کچھ گارڈز اور نیوی کی یونیفارم والے افراد سڑک کے سامنے جمع تھے اور وہ بھی پراجیکٹ کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں سے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے تھے۔ مکمل سچوئیشن دیکھ کر عمران نے آخری اسٹیمر تک پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ وہ مڑا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ۔ ہمیں ساحل کے آخری حصے کی طرف پہنچنا ہے"...... عمران نے خاور اور چوہان سے کہا اور ان کے ساتھ بائیں جانب مڑ کر چٹانوں کی آڑ میں آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مطلوبہ مقام پر پہنچے تو چٹانوں سے ٹکرانے والی سمندری لہروں کا شور سنائی دینے لگا لیکن یہاں چٹانوں کے درمیان اتنی اسپیس نہیں تھی جس سے گزر کر وہ ساحل تک پہنچ سکتے۔ وہاں رک کر عمران نے چند لمحوں تک چٹانوں کا جائزہ لیتے ہوئے کچھ سوچا پھر مزید آگے بڑھنے لگا۔ تیسری چٹان سے اگلی چٹان کی بلندی پندرہ سولہ فٹ سے زیادہ نہ تھی اور وہ چٹان ڈھلوان تھی۔ عمران نے خاور اور چوہان کو رکنے کا اشارہ کیا اور چٹان پر چڑھنے لگا۔ بلندی پر پہنچ کر اس نے دوسری طرف دیکھا تو وہاں مطلوبہ اسٹیمر تقریباً تیس گز پیچھے کھڑا تھا جبکہ چٹان سطح آب سے تقریباً بیس فٹ بلند تھی۔ یہاں سے وہ پانی میں اتر کر تیرتے ہوئے مطلوبہ اسٹیمر تک پہنچ سکتے تھے جس پر کوئی آدمی

نظر نہیں آ رہا تھا اور دوسرا اسٹیمر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

عمران نے مڑ کر چوہان اور خاور کو اوپر آنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں بھی آگے پیچھے چٹان پر چڑھ گئے۔ عمران چٹان پر دراز تھا۔ وہ دونوں بھی سینے کے بل لیٹ گئے۔

''اپنے ریوالور اور دیگر اسلحہ پلاسٹک بیگز میں محفوظ کر لو۔ ہمیں پانی میں تیر کر اسٹیمر تک پہنچنا ہے''...... عمران نے خاور اور چوہان سے کہا اور خود بھی اپنا ضروری اسلحہ پلاسٹک کی تھیلی میں بند کر لیا جبکہ مشین گنیں وہیں چٹان کی ڈھلوان پر چھوڑ دی گئیں۔ عمران چٹان کے دوسرے کنارے پر آیا اور چٹان کی ایک ابھری ہوئی کگر کو پکڑ کر چٹان سے نیچے جھولنے لگا۔ ایک لمحہ بعد اس نے کگر سے ہاتھ علیحدہ کئے اور سیدھا پیروں کے بل نیچے پانی میں گرتا چلا گیا۔ وہ کسی بھاری پتھر کی طرح پانی کے اندر کئی فٹ کی گہرائی تک پہنچا اور پھر فوراً ہاتھ پاؤں مارتا ہوا سطح آب پر آ کر اسٹیمر کی طرف تیرنے لگا۔

عمران کی طرح خاور اور چوہان بھی چٹان سے لٹک کر سمندر میں کودے اور سطح آب پر آ کر عمران کے پیچھے تیرنے لگے۔ عمران احتیاطاً پانی کے نیچے تیرتا ہوا اسٹیمر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے پانی سے سر نکالا اور اسٹیمر کے زینے پر چڑھ کر کیبن کے پہلو میں پہنچ گیا۔ اس نے کیبن کی کھڑکی کے شیشے سے اندر جھانکا تو کیبن میں کوئی نہ تھا۔ مطمئن ہو کر اس نے خاور اور چوہان کی طرف دیکھا جو قریب پہنچ چکے تھے۔ عمران نے نہیں اوپر آنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں بھی اسٹیمر پر

چڑھ آئے۔

''تم دونوں کیبن میں جاؤ اور اپنا اسلحہ تیار کر لو۔ ٹائم بموں پر تین گھنٹے کا وقت ایڈجسٹ کر لو تاکہ پراجیکٹ سے پہلے اسرائیل جہاز تباہ ہوں''...... عمران نے انہیں ہدایت کرتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر اسٹیمر کے اسٹیئرنگ کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا پھر چٹان سے لنگر جدا کیا اور اسٹیمر کو پیچھے ہٹا کر اس کا رخ اسرائیلی جہازوں کی طرف کر دیا جو ایک دوسرے سے تقریباً تین سو فٹ کے فاصلے پر لنگر انداز تھے۔ ان کے فرنٹ مشرقی جانب تھے۔ عمران نے اسٹیمر کو گھمایا اور پہلے جہاز کے عقب کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اسٹیمر کی رفتار کم رکھی تاکہ جہاز کے عرشہ پر موجود افراد کو شبہ نہ ہو۔

جہاز کے ڈیک پر عقبی جانب کوئی شخص نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران نے مڑ کر چوہان اور خاور کی طرف دیکھا تو وہ اپنا کام مکمل کر کے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران نے انہیں باہر آنے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں فوراً اس کے قریب پہنچ گئے۔ عمران نے انہیں ہدایات دیں اور وہ دونوں اسٹیمر کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحوں بعد اسٹیمر جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ ریلنگ کے پاس ڈیک پر کھڑے چند افراد ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران جہاز کے عقب سے گزر کر جہاز کے دوسرے پہلو پر آیا اور جہاز سے چند گز کے فاصلے سے گزرنے لگا۔ اسی جانب کی ریلنگ کے پاس ڈیک پر کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ اسٹیمر کے عقبی حصے میں کھڑے چوہان اور خاور نے جہاز کے پہلو میں پہنچتے ہی دو، دو ٹائم بم جہاز کے

عرشہ پر اس انداز میں اچھالے کہ بم ریلنگ کے قریب ہی گریں۔

اس جہاز کے قریب سے گزرنے کے بعد عمران نے اسٹیمر کو دوسرے جہاز کی طرف موڑ دیا۔ چند لمحوں بعد دوسرے جہاز کے پہلو سے گزر کر آگے نکل آئے تو عمران نے ساحل کی طرف دیکھا اور بے اختیار چونک پڑا۔ ساحل پر کھڑے چند افراد وہاں کھڑے اسٹیمر کی طرف دوڑ رہے تھے۔ چوہان اور خاور، عمران کے قریب آ کھڑے ہوئے اور ساحل کی طرف دیکھنے لگے۔ چند لمحوں بعد ساحل پر موجود اسٹیمرز حرکت میں آئے اور گھوم کر اس طرف بڑھنے لگے جس طرف عمران کا اسٹیمر جا رہا تھا۔

''اوہ۔ یہ تو شاید ہماری طرف آ رہے ہیں''...... چوہان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''شاید نہیں یقیناً۔ میرا خیال ہے ساحل پر موجود اس اسٹیمر کے ڈرائیور نے واویلا کیا ہو گا کہ اس کا اسٹیمر کوئی چوری کر کے لے جا رہا ہے اس لئے اب وہ ہمیں پکڑنے کے لئے آ رہے ہیں''...... عمران نے اسٹیمر کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کا رخ ساحل کی مخالف سمت میں کر دیا۔

''اپنے راکٹ پسٹل نکال لو''...... عمران نے چند لمحوں بعد خاور اور چوہان کو ہدایت کرتے ہوئے کہا کیونکہ تمام اسٹیمرز پیچھے اور دائیں بائیں سے ان کی طرف دوڑے چلے آ رہے تھے اور ان کی رفتار بھی خاصی تھی۔

''پوزیشن لے لو اور جو بھی اسٹیمر رینج میں آئے، اسے تباہ کر دو''۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا تو خاور اور چوہان کیبن کے دائیں بائیں ہو

گئے اور فرش پر سینے کے بل لیٹ گئے۔ وہ جہازوں سے تقریباً دو کلو میٹر دور نکل تھے۔ اتنے میں تعاقب کرنے والے دو اسٹیمر قریب آ پہنچے اور پھر فضا مشین گنوں کی فائرنگ سے گونجنے لگی۔ ان اسٹیمرز کے فرنٹ پر کھڑے چند گارڈز عمران کے اسٹیمر پر گولیاں برسا رہے تھے لیکن درمیانی فاصلہ زیادہ ہونے کے سبب گولیاں سمندر کی نذر ہو رہی تھیں۔ خاور اور چوہان نے جواب میں ان اسٹیمر کا نشانہ لے کر بیک وقت اپنے راکٹ پسٹل کا بٹن پریس کیا اور راکٹ ان اسٹیمرز کے کیبنوں سے جا ٹکرائے۔ دوسرے ہی لمحے خوفناک دھماکوں سے دونوں اسٹیمرز کے پرخچے اڑ گئے اور وہ سمندر میں ڈوبتے چلے گئے۔ عمران نے پلٹ کر دیکھا تو دوسرے اسٹیمرز کی رفتار سست پڑ گئی تھی مگر ایک اسٹیمر دائیں جانب سے قریب آ پہنچا تھا۔ اس پر کھڑے دو افراد فائرنگ کر رہے تھے۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھاما اور جیب سے راکٹ پسٹل نکال کر اس اسٹیمر پر فائر کر دیا۔ دھماکا ہوا اور وہ اسٹیمر بھی تباہ ہو گیا۔

ان کا حشر دیکھ کر باقی اسٹیمرز دائیں بائیں مڑتے چلے گئے۔ جلد ہی وہ عمران کے اسٹیمر سے اتنی دوری پر پہنچ گئے کہ ان تک راکٹ نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن چند لمحوں بعد وہ پانچوں اسٹیمر اسی سمت میں بڑھنے لگے جس طرف عمران اور اس کے ساتھی جا رہے تھے۔ گویا وہ ان کا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہیں تھے اور دور رہ کر آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ خاور اور چوہان دوبارہ عمران کے قریب پہنچ گئے۔

''عمران صاحب۔ شاید وہ آگے جا کر ہمارا راستہ روکنا چاہتے ہیں''۔

خاور نے عمران سے کہا۔

"نہیں۔ یقیناً انہوں نے پراجیکٹ پر یا قریبی بندرگاہ کو ٹرانسمیٹر پر ہمارے بارے میں اطلاع دے دی ہو گی اور ادھر سے امداد کے پہنچنے تک ہماری نگرانی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سے غلطی ہوئی کہ جہازوں پر ڈالے گئے ٹائم بموں پر زیادہ ٹائم ایڈجسٹ کیا۔ اگر دس پندرہ منٹ کا وقت لگاتے تو جہاز تباہ ہوتے ہی تمام اسٹیمرز جہازوں کی طرف متوجہ ہو جائے۔ بہرحال اب ہم خطرے میں ہیں"...... عمران نے کہا اور اسٹیمر کی رفتار بڑھانے لگا۔

وائٹ روز ایجنسی کا چیف کرنل ہوگن انتہائی پریشانی کے عالم میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا سگار پیتے ہوئے دہشت گردوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ایکریمین صدر کئی مرتبہ فون پر اسے لتاڑ چکے تھے لیکن بے چارہ کرنل ہوگن بھی کیا کرتا۔ دہشت گردوں نے کسی بھی ٹارگٹ پر اپنا معمولی سا نشان بھی نہیں چھوڑا تھا کہ جس سے تفتیش کی گاڑی کو آگے بڑھایا جا سکتا۔ اگرچہ سرچ آپریشن کا دائرہ کارولنگٹن اور آس پاس کے اہم شہروں تک پھیلا دیا گیا تھا اور صرف وائٹ روز ایجنسی ہی نہیں بلکہ تمام انٹیلی جنس ادارے دہشت گردوں کی تلاش میں مصروف عمل تھے لیکن اس کے باوجود نتیجہ صفر رہا۔ کسی خاص کلیو کے بغیر دہشت گردوں کا سراغ لگانا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے مترادف ثابت ہو رہا تھا اور کرنل ہوگن سوچ رہا تھا کہ اگر آج بھی دہشت گردوں کا سراغ نہ لگایا جا سکا تو وہ شام کے وقت صدر ایکریمیا کو کیا جواب دے گا کیونکہ دوپہر کے وقت

جب صدر نے اس سے رپورٹ طلب کی تھی تو کرنل ہوگن نے شام سات بجے تک کی مزید مہلت لے لی تھی اور اب سہ پہر کے چار بج رہے تھے۔

دفعتاً میز پر رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل ہوگن بے اختیار چونک پڑا اس نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو۔ کرنل ہوگن بول رہا ہوں''...... کرنل ہوگن نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''چیف۔ بالٹی مور آفس سے میجر ہنٹ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے وائٹ روز ایجنسی کی بالٹی مور برانچ کے انچارج میجر ہنٹ کی آواز سنائی دی تو کرنل ہوگن چونک پڑا۔

''سناؤ میجر ہنٹ۔ دہشت گردوں کے سلسلے میں کوئی کامیابی ہوئی ہے''...... کرنل ہوگن نے پوچھا۔

''نو سر۔ البتہ ایک اہم خبر ابھی موصول ہوئی ہے''...... میجر ہنٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کس سلسلے میں''...... کرنل ہوگن نے جلدی سے کہا۔

''نوبل آئی لینڈ کے پراجیکٹ میں دھماکا ہوا ہے۔ بندر گاہ سے میرے ایک ماتحت کو معلوم ہوا ہے کہ پراجیکٹ سے نیوی حکام کو اطلاع دی گئی تھی کہ اسرائیلی جہاز سے گولہ بارود کی چند پٹیاں ایک ٹرک کے ذریعے پراجیکٹ میں لائی گئی تھیں لیکن جیسے ہی ٹرک ایک عمارت کے سامنے پہنچ کر رکا، ایک دھماکا ہوا اور ٹرک تباہ ہوگیا اس میں لگی آگ سے

گولہ بارود پھٹنے لگا جس سے کئی لوگ مارے گئے اور عمارت تباہ ہوگئی''۔ دوسری طرف سے میجر ہنٹ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا دھماکے کی وجہ معلوم نہیں ہوئی''...... کرنل ہوگن نے پوچھا۔

''نو سر۔ فی الحال تو اتنی ہی خبر آئی ہے۔ اب میں خود بندر گاہ جا رہا ہوں۔ وہاں نیوی حکام سے تفصیلات معلوم کروں گا''...... میجر ہنٹ کی آواز سنائی دی۔

''ٹھیک ہے۔ تفصیلات معلوم کر کے مجھے فوری رپورٹ کرو میں منتظر رہوں گا''...... کرنل ہوگن نے آخر میں کہا اور فون بند کر کے اس واقعہ پر غور کرنے لگا۔ اس کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل ہوگن نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو۔ کرنل ہوگن بول رہا ہوں''...... کرنل ہوگن نے کہا۔

''میجر ہنٹ بول رہا ہوں چیف''...... دوسری طرف سے میجر ہنٹ کی آواز ابھری۔

''بولو۔ کیا رپورٹ ہے''...... کرنل ہوگن نے بے تابانہ لہجے میں کہا۔

''چیف۔ وہاں ایک اور گڑ بڑ ہوگئی ہے''...... میجر ہنٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ کیسی گڑ بڑ۔ کیا اور دھماکے ہوئے ہیں''...... کرنگ ہوگن نے چونکتے ہوئے کہا۔

''نو سر۔ پراجیکٹ انچارج نے یہاں نیوی حکام کو چند لمحے پہلے اطلاع دی تھی کہ نا معلوم افراد نے ساحل پر کھڑے نیوی کے اسٹیمرز میں

سے ایک اسٹیمر پر قبضہ کرلیا اور ساحل سے دور کھلے سمندر کی طرف گئے تو ساحلی گارڈز کے ہمراہ باقی آٹھ اسٹیمرز نے اس اسٹیمر کا پیچھا کیا اور اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اسٹیمر نہ رکا تو اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ جواب میں اس اسٹیمر پر موجود افراد نے کسی مخصوص قسم کے ہتھیار سے جوابی فائر کئے اور اسٹیمرز دھماکے سے تباہ ہو گئے۔ غالباً ان پر بم یا راکٹ فائر کئے گئے تھے۔ چنانچہ باقی اسٹیمرز اس اسٹیمر سے دور ہٹ گئے اور انہوں نے ٹرانسمیٹر پر پراجیکٹ انچارج کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انچارج نے ان اسٹیمرز کو دور رہ کر مسروقہ اسٹیمر کی نگرانی کا حکم دیا اور پھر یہاں نیوی حکام کو اطلاع دی“...... میجر ہنٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کہیں پراجیکٹ کے اندر بھی دھماکا انہی افراد نے تو نہیں کیا تھا“۔ کرنل ہوگن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”معلوم نہیں سر۔ اطلاع یہی ہے کہ اسٹیمر میں پراجیکٹ کے تین گارڈز سوار تھے ہیں کیونکہ انہوں نے گارڈز کی یونیفارم پہن رکھی ہے۔ اگر وہ ہمارے مطلوبہ دہشت گرد تھے تو پورے پراجیکٹ کو نشانہ بناتے جیسے کہ انہوں نے اسلحہ ساز فیکٹری کو تباہ کیا تھا“...... میجر ہنٹ کی آواز آئی۔

”نیوی نے اس سلسلے میں کیا قدم اٹھایا ہے“...... کرنل ہوگن نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

”انہوں نے چند جنگی اسٹیمرز کو روانہ کر دیا ہے جو مجرموں کے اسٹیمر کو

روکیں گے یا پھر تباہ کر دیں گے اس کے علاوہ نیوی اور آرمی کے چند افسران بھی ہیلی کاپٹرز میں پراجیکٹ کی طرف جا رہے ہیں جو وہاں کے حالات کا جائزہ لیں گے“...... میجر ہنٹ نے جواب میں کہا۔

”میجر ہنٹ۔ تم بھی فوری طور پر نیوی سے ہیلی کاپٹر لے کر اس طرف چلے جاؤ اور مغوی اسٹیمر پر موجود تینوں افراد کو زندہ گرفتار کرو۔ اس سلسلے میں تم خصوصی اختیارات سے کام لے کر نیوی کے اسٹیمرز کو حکم دو وہ اس اسٹیمر پر حملہ کرنے کی بجائے اس کی پیش قدمی روکیں اور اسے گھیرے میں لے لیں۔ اپنے کمانڈوز کے ذریعے تم خاموشی سے اس اسٹیمر پر کمانڈو ایکشن کرو اور مجرموں کو گرفتار کر لو“...... کرنل ہوگن نے کہا۔

”اوہ۔ اگر ان مجرموں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی اور مارے گئے تو پھر“...... میجر ہنٹ نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں میجر ہنٹ۔ ان میں سے کم از کم ایک آدمی کی زندہ گرفتاری ضروری ہے تاکہ اس سے تحقیقات کی جا سکیں۔ اگر ان کا دہشت گردوں سے تعلق ہے تو ان سے معلومات حاصل کر کے ہم ان کے پورے گروہ کو پکڑ سکتے ہیں“...... کرنل ہوگن نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں سمجھ گیا ہوں“...... میجر ہنٹ کی آواز سنائی دی۔

”بس۔ فوراً روانہ ہو جاؤ۔ اوکے“...... کرنل ہوگن نے آخر میں کہا اور فون بند کر دیا اور ان نئے مجرموں کے بارے میں سوچنے لگا جنہوں نے اسٹیمر اغوا کرنے کے بعد تعاقب میں آنے والے تین اسٹیمرز کو تباہ کر

دیا تھا اور خود ابھی تک محفوظ تھے۔ یقیناً پراجیکٹ کے اندر بھی انہوں نے ہی گولہ بارود سے لدے ٹرک کو نشانہ بنایا تھا لہٰذا یہ سوچنا فضول ہی تھا کہ وہ تینوں مجرم پراجیکٹ سیکورٹی گارڈز تھے۔ یقیناً وہ مجرم دہشت گرد تھے اور انہوں نے اپنی اصلیت چھپانے کے لئے گارڈز کی یونیفارم پہن رکھی تھیں یا پھر وہی دہشت گرد تھے جنہوں نے آرڈیننس فیکٹری تک پہنچنے کے لئے فوجی یونیفارم استعمال کی تھی اور میجر پیٹرک اور اس کے ڈرائیور کے میک اپ میں فیکٹری کو نہ صرف تباہ کیا تھا بلکہ وہاں سے ہیلی کاپٹر اغوا کر کے فرار ہو گئے تھے۔ ان خیالات نے کرنل ہوگن کو اور بھی پریشان کر دیا۔ ٹھیک اسی لمحے میز پر رکھے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر سے سگنل کی مخصوص آواز ابھرنے لگی تو کرنل ہوگن چونکا اور اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر آن کر دیا

”ہیلو چیف۔ کیپٹن رچرڈ کالنگ۔ اوور“...... ٹرانسمیٹر سے کرنل ہوگن کے ایک ماتحت کی آواز ابھری۔

”چیف۔ میں ساحل پر موجود ہوں اور یہاں نیوی افسران کی ایک ٹیم تحقیقات کے لئے آئی ہوئی ہے چونکہ معاملہ انتہائی اہم ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو مطلع کر دوں۔ اوور“...... کیپٹن رچرڈ نے کہا۔

”کیا معاملہ ہے۔ جلدی بتاؤ۔ اوور“...... کرنل ہوگن نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”ساحل پر ڈیوٹی دینے والے لائف گارڈز کا ایک اسٹیمر گزشتہ رات غائب ہو گیا تھا اس میں لائف گارڈز کا انچارج کیپٹن شیراڈ اور اسٹیمر

ڈرائیور مورس تھا۔ گزشتہ شام ڈیوٹی آف ہونے پر کیپٹن شیراڈ شہر چلا گیا تھا جبکہ باقی عملہ اسٹیمر پر ہی رہا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ بعد کیپٹن شیراڈ واپس آیا اور اس نے ماتحت گارڈز سے کہا کہ وہ لوگ شہر جا کر آرام کریں اور وہ خود مورس کے ساتھ بندرگاہ پر ایک دوست کے پاس رات گزارے گا جس نے اسے فون پر دعوت دی ہے۔ اس کے ماتحت ساحل پر پہنچے تو دوپہر تک اسٹیمر واپس نہ آیا۔ ماتحتوں نے سیل فون پر کیپٹن شیراڈ اور مورس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ ان لوگوں نے بندرگاہ سے معلوم کیا لیکن ان کا اسٹیمر وہاں بھی موجود نہ تھا۔ تب لائف گارڈز نے اپنے ہیڈکوارٹر کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو لائف گارڈز چیف نے کیپٹن شیراڈ کے اسٹیمر کی سمندر میں تلاش کی لیکن سو کلو میٹر کے ایریا میں کیپٹن شیراڈ کے اسٹیمر کا کہیں بھی سراغ نہیں ملا۔ اسی سلسلے میں اب نیوی افسران یہاں تحقیقات کے لئے آئے ہیں۔ اوور“...... دوسری طرف سے کیپٹن رچرڈ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو کرنل ہوگن کی ذہنی رو نوبل آئی لینڈ کے واقعہ کی جانب بہہ گئی۔

”پھر۔ نیوی ٹیم کو کیا معلوم ہو سکا ہے۔ اوور“...... کرنل ہوگن نے جلدی سے پوچھا۔

”کچھ نہیں چیف۔ ٹیم کو شبہ ہے کہ کیپٹن شیراڈ کا اسٹیمر بندرگاہ جاتے ہوئے راستے میں کہیں غرق ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب غوطہ خوروں کے ذریعے سمندر کے اندر اسٹیمر کی کھوج لگانے کی کوشش کی جائے گی یا پھر زیر آب کام کرنے والے خصوصی کیمروں اور مقناطیسی آلات استعمال کئے جائیں

گے۔ اوور"...... کیپٹن رچرڈ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم نیوی ٹیم کے ساتھ رہو اور جیسے ہی اس سلسلے میں مزید معلومات ملیں مجھے رپورٹ کرو۔ اوور اینڈ آل"...... کرنل ہوگن نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔

"یس چیف"...... ایک لمحہ بعد انٹرکام سے آپریٹر کی مؤدبانہ آواز ابھری۔

"میجر جیکال کو میرے کمرے میں بھیج دو"...... کرنل ہوگن نے مختصراً کہا اور انٹرکام آف کر دیا۔ تقریباً ایک منٹ بعد کمرے میں مترنم گھنٹی بج اٹھی۔

"کم ان"...... کرنل ہوگن نے بلند آواز سے کہا تو دروازہ کھلا اور ایک دراز قامت اور قوی الجثہ شخص اندر آ گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور قریب آ گیا۔

"یس چیف۔ آپ نے طلب فرمایا تھا"...... اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں میجر جیکال۔ بیٹھو"...... کرنل ہوگن نے سپاٹ لہجے میں کہا تو میجر جیکال اس کے سامنے والی کرسی پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ کر سوالیہ نگاہوں سے کرنل ہوگن کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک لمحہ بعد کرنل ہوگن اسے بالٹی مور آفس کے انچارج میجر ہنٹ سے نوبل آئی لینڈ کے بارے میں ملنے والی رپورٹ بتانے لگا۔ آخر میں اس نے لائف گارڈز کے اسٹیمر کے غائب ہونے کا ذکر کیا تو میجر جیکال بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ میں سمجھ گیا چیف"...... میجر جیکال نے جلدی سے کہا۔

"نوبل آئی لینڈ پراجیکٹ میں دھماکوں اور لائف گارڈز کے اسٹیمر کے درمیان گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے چیف۔ دہشت گرد یقیناً کیپٹن شیراڈ کو یرغمال بنا کر یا پھر اس کے میک اپ میں اسٹیمر میں نوبل آئی لینڈ پہنچے ہوں گے اور پھر کسی خفیہ جگہ سے جزیرے پر پہنچنے کے بعد انہوں نے گارڈز پر قابو پا کر ان کے یونیفارم حاصل کئے ہوں۔ چونکہ وہ پراجیکٹ کے گارڈز کی وردیوں میں تھے اس لئے کسی رکاوٹ کے بغیر پراجیکٹ میں داخل ہو کر انہوں نے ٹرک کو نشانہ بنایا اور جب گولہ بارود پھٹنے پر پراجیکٹ میں افراتفری پھیلی تو وہ تینوں وہاں سے نکل کر ساحل پر پہنچے جہاں سے وہ ایک اسٹیمر چوری کر کے فرار ہو گئے"...... میجر جیکال نے کہا تو کرنل ہوگن بے اختیار اچھل پڑا۔

"یقیناً۔ تمہارا تجزیہ درست ہے میجر جیکال۔ مجھے بھی یہی شبہ ہوا تھا"...... کرنل ہوگن نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا تو میجر جیکال کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم فوراً ہیلی کاپٹر میں نوبل آئی لینڈ روانہ ہو جاؤ میجر جیکال"۔ کرنل ہوگن نے تیزی سے کہا اور میجر جیکال کو ہدایات دینے لگا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کا اسٹیمر فل رفتار سے سمندر کے سینے پر دوڑ رہا تھا۔ پراجیکٹ کے اسٹیمرز ان سے تقریباً دو دو سو گز کے فاصلے پر ان کے دائیں بائیں آگے بڑھ رہے تھے۔ عمران کا اندازہ تھا کہ جلد ہی انہیں سامنے سے روکنے کی کوششیں کی جائے گی اور وہ پھنس کر رہ جائیں گے۔ چنانچہ تعاقب کرنے والوں سے فوری طور پر پیچھا چھڑانا ضروری تھا اور اس مقصد کے لئے ان کے پسٹلز میں ابھی کافی راکٹ موجود تھے۔ اب تک وہ جزیرے سے تقریباً تیس کلو میٹر کا فاصلہ طے کر چکے تھے اور انہیں بالٹی مور کے قریب ماہی گیروں کی بستی تک پہنچنا تھا۔

"چوہان۔ تم اسٹیرنگ سنبھالو اور خاور تم نگرانی کرو۔ میں ایک کال کر کے آتا ہوں"...... عمران نے چوہان اور خاور سے کہا اور کنٹرول چوہان کے حوالے کر کے کیبن میں آ گیا۔ اندر آ کر اس نے اپنی ران کے ساتھ بندھا چھوٹا سا مگر لانگ رینج ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر ابرار عرف براؤن کی

فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

"ہیلو ابرار۔ عمران کالنگ۔ اوور"...... عمران نے شور کی وجہ سے بلند آواز میں کہا۔

"یس عمران صاحب۔ ابرار اٹینڈنگ یو۔ اوور"...... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ابرار کی آواز ابھری۔

"کیا تم نے بالٹی مور میں اپنے آدمی کو ہدایات دے دی تھیں۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ اسکارپین نے نصف گھنٹہ پہلے رپورٹ دی تھی کہ وہ ماہی گیروں کے ساحل کے قریب پہنچ چکا ہے اور اس نے اپنی کار ساحلی درختوں کی آڑ میں کھڑی کی ہے۔ اوور"...... ابرار نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"وہ جگہ ماہی گیروں کے ساحل سے کتنے فاصلے پر ہے۔ اوور"۔ عمران نے پوچھا۔

"جہاں ماہی گیر اپنے اسٹیمرز اور کشتیاں لنگر انداز کرتے ہیں، وہاں سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ایک کھاڑی ہے۔ اس کھاڑی کو آج کل استعمال نہیں کیا جاتا۔ کھاڑی کے قریب ہی درختوں کا طویل جھنڈ ہے۔ دن کے اوقات میں بستی کی عورتیں وہاں نہانے اور کپڑے دھونے کے لئے آتی ہیں لیکن شام کے بعد وہ جگہ مکمل طور پر ویران ہو جاتی ہے۔ اوور"......ابرار نے کہا۔

"او کے۔ اسکارپین تنہا ہے یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے۔

اوور"...... عمران نے کہا۔

"نو سر لیکن ضرورت پڑنے پر وہ شہر سے اپنے آدمیوں کو طلب کر سکتا ہے۔ اوور"...... ابرار نے جواب میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اسکارپین کو مطلع کر دو کہ ہم آ رہے ہیں اگر کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی تو ہم دو گھنٹے تک اس جگہ پہنچ جائیں گے۔ کیا گاڑی میں اسلحہ بھی ہے۔ اوور"...... عمران نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ چار مشین پسٹل، سائیلنسر ڈ ریوالورز، تین سوٹ یعنی نیوی کے یونیفارم وغیرہ گاڑی میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ چند ٹائم بم بھی اسکارپین کے پاس ہیں۔ اوور"...... ابرار کی آوار سنائی دی۔

"گڈ۔ ہم اس وقت اسٹیمر میں ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ ہمیں اسٹیمر دور چھوڑنا پڑ جائے اور ہم کسی اور انداز میں وہاں پہنچیں۔ بہرحال ہماری تعداد دیکھ کر اسکارپین شناخت کر لے گا۔ اوور اینڈ آل"...... عمران نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اس نے ٹرانسمیٹر دوبارہ پلاسٹک بیگ میں محفوظ کر کے اپنے لباس کے اندر چھپایا اور کیبن سے نکل کر چوہان اور خاور کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پراجیکٹ کے اسٹیمرز کا جائزہ لیا۔ دو اسٹیمر ان کے دائیں اور بائیں دوڑ رہے تھے جبکہ پانچواں عقب میں آ رہا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ پہلے کی نسبت کچھ قریب آ چکے تھے اور ان پر دو دو تین تین افراد سے زیادہ لوگ موجود نہ تھے۔ ان کے پاس مشین گنیں تھیں لیکن انہوں نے ابھی تک دوبارہ فائرنگ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

عمران نے خاور اور چوہان کو اپنے پروگرام سے مطلع کیا اور اسٹیمر کا کنٹرول سنبھال لیا۔ چوہان اور خاور کیبن میں داخل ہوئے۔ چند لمحوں بعد رینگتے ہوئے کیبن سے باہر آئے اور خاور فرش پر سینے کے بل رینگتا ہوا اسٹیمر کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان بھی اسی طرح رینگتا ہوا ریلنگ کے قریب دراز ہو گیا۔ خاور نے اسٹیمر کے عقب میں رسوں کے ڈھیر کی آڑ میں لیٹ کر عقب میں آنے والے اسٹیمر کا جائزہ لیا جو تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر آ رہا تھا اور اس پر صرف دو آدمی نظر آ رہے تھے۔ خاور نے راکٹ پسٹل سے اس اسٹیمر کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ راکٹ اپنے ہدف سے ٹکرایا اور ایک خوفناک دھماکے سے اسٹیمر کے پرخچے اڑ گئے۔

دھماکا ہوتے ہی سائیڈ پر دوڑنے والے اسٹیمرز پر موجود افراد کی توجہ تباہ ہونے والے اسٹیمر کی طرف مبذول ہوئی اور اسی لمحے چوہان نے یکے بعد دیگرے دونوں اسٹیمرز پر فائر کر دیئے۔ دونوں اسٹیمرز دھماکوں سے تباہ ہو گئے اور اسی لمحے دوسری جانب موجود دونوں اسٹیمرز سے ان کے اسٹیمر پر فائرنگ شروع کر دی گئی لیکن ان کا اسٹیمر گولیوں کی پہنچ سے دور تھا اس لئے مشین گنوں کی گولیاں چند گز دور ہی پانی کے چھینٹے اڑاتی رہیں۔ خاور نے فوراً رخ بدلا اور ان میں سے ایک پر راکٹ فائر کر دیا۔ اس اسٹیمر کے تباہ ہوتے ہی دوسرے اسٹیمر نے دور ہونے کے لئے تیزی سے رخ بدلا مگر یکدم مڑنے کے سبب اسٹیمر بائیں جانب جھک گیا اور اس میں ڈرائیور کے پاس کھڑا شخص اچھل کر اسٹیمر سے نیچے پانی میں گر

گیا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

عمران نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو فائرنگ روکنے کا حکم دیا اور اسٹیمر کا رخ فرار ہونے والے اسٹیمر کی طرف کرتے ہوئے رفتار میں اضافہ کر دیا۔ ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ مفرور اسٹیمر کی رفتار سست پڑ چکی تھی۔ شاید ڈرائیور کو اپنے ساتھی کی فکر لاحق ہو گئی تھی جو سنبھل کر اپنے اسٹیمر کی طرف تیرنے لگا تھا۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور فاصلہ کم ہوتے ہی تیرنے والے شخص پر فائر کر دیا۔ بے آواز ریوالور کی گولی اس آدمی کے سر میں لگی اور اس کا جسم بے جان ہو کر پانی کی لہروں میں گم ہوتا چلا گیا۔

چوہان اور خاور، عمران کا حکم سن کر جلدی سے اس کے قریب آ گئے اور مفرور اسٹیمر کی طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیمر ڈرائیور پر بوکھلاہٹ طاری تھی۔ اس نے عمران کے اسٹیمر کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو اپنے اسٹیمر کا کنٹرول چھوڑ کر اس نے مشین گن اٹھائی اور سائیڈ پر آ کر اس نے جیسے ہی عمران کی طرف گن سیدھی کی، عمران نے ریوالور سے فائر کر دیا۔ گولی ڈرائیور کے بازو میں لگی اور اس کے ہاتھ سے مشین گن نکل کر اسٹیمر سے نیچے آ گری۔ ڈرائیور اپنا بازو تھامے فرش پر گر گیا اور اس کے اسٹیمر کی رفتار سست پڑتی گئی۔ چند لمحوں میں وہ اس اسٹیمر کے پہلو میں پہنچے اور عمران کے اشارے پر چوہان نے ریلنگ پر چڑھ کر اس اسٹیمر پر چھلانگ لگا دی۔ وہ دوسرے اسٹیمر کے عقبی حصے میں جا گرا اور تیزی سے اٹھ کر ریوالور نکالتا ہوا اسٹیمر کے فرنٹ کی طرف بڑھا جہاں ڈرائیور بازو کے زخم

کو دبائے کراہ رہا تھا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا۔ ورنہ اس بار زندہ نہیں بچو گے“۔ چوہان نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو ڈرائیور نے گھبرا کر ایک ہاتھ بلند کر لیا۔

عمران نے اسٹیرنگ خاور کے حوالے کیا اور جمپ لگا کر دوسرے اسٹیمر پر پہنچ گیا۔ اس نے جلدی سے بڑھ کر اسٹیمر کا کنٹرول سنبھالا اور اسٹیمر روک دیا۔ خاور نے بھی اسٹیمر روک دیا۔ عمران نے ڈرائیور کے قریب آ کر اور اسے ریوالور سے کور کر کے چوہان کو اس کی تلاشی لینے کی ہدایت کی۔ چوہان نے ڈرائیور کو کھڑے ہونے کا حکم دیا اور وہ خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ چوہان نے اس کی تلاشی لی لیکن کوئی اسلحہ برآمد نہ ہوا تو عمران نے ڈرائیور کو ہاتھ گرانے کا حکم دیا۔

”سنو۔ تم اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ چکے ہو۔ اگر تمہیں زندہ رہنے کی خواہش ہے تو میرے چند سوالوں کے جواب دو۔ تم لوگ ہمارا کیوں پیچھا کر رہے تھے۔ جلدی بولو“...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔

”پپ۔ پراجیکٹ انچارج نے حکم دیا تھا کہ فی الحال تم لوگوں کو گھیرے میں لئے رکھیں“...... ڈرائیور نے کانپتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا تمہاری امداد کے لئے نفری بھیجی جا رہی ہے“...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بالٹی مور سے چند جنگی اسٹیمرز روانہ کر دیئے گئے ہیں جو تھوڑی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے اس لئے پراجیکٹ انچارج نے مجھے حکم دیا کہ تم لوگوں پر حملہ نہ کیا جائے اور تم سے دور رہا جائے۔ مگر تم لوگ کون ہو"...... ڈرائیور نے جواب میں کہا۔

"پراجیکٹ انچارج نے تمہیں یقیناً ٹرانسمیٹر پر حکم دیا ہو گا۔ ٹرانسمیٹر کہاں ہے"...... عمران نے جلدی سے پوچھا۔

"کیبن میں"...... ڈرائیور نے آہستہ سے کہا تو عمران نے جیب سے رومال نکال کر اس کے بازو کے زخم پر باندھا۔ پھر اس سے مزید چند سوالات کر کے اسے کیبن میں لے آیا۔

"ٹرانسمیٹر نکالو اور میری ہدایات کے مطابق پراجیکٹ انچارج کو کال کرو۔ صرف وہی بات کرنا جو میں بتاؤں اس کے علاوہ تم نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو میرے ریوالور کی گولی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر ڈالے گی"...... عمران نے ریوالور کو جنبش دیتے ہوئے کہا تو ڈرائیور نے ایک دراز کھول کر اس میں رکھا بڑا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور عمران اسے ہدایات دینے لگا کہ اسے ٹرانسمیٹر پر پراجیکٹ انچارج سے کیا کہنا ہے۔ عمران کے خاموش ہونے پر ڈرائیور نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور کال کرنے لگا۔

بالٹی مور کی بندرگاہ کے قریب واقع نیوی کے ہیلی پیڈ سے فضا میں بلند ہونے والے ہیلی کاپٹر میں چھ افراد سوار تھے۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے سوا باقی پانچوں افراد سول لباسوں میں تھے۔ ان میں سے ایک بلڈاگ چہرے والا شخص جو کہ پائلٹ کے برابر کی سیٹ پر موجود تھا، وہ وائٹ روز ایجنسی کے بالٹی مور آفس کا انچارج میجر ہنٹ تھا جبکہ پچھلے حصے میں بیٹھے افراد اس کے ماتحت ممبرز تھے۔ میجر ہنٹ کی گود میں ایک لانگ رینج ٹرانسمیٹر رکھا تھا۔ کافی بلندی پر پہنچ کر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر رخ بدلا اور پھر ہیلی کاپٹر سمندر کے اوپر پرواز کرنے لگا اس کا رخ نوبل آئی لینڈ کی طرف تھا۔

چونکہ ابھی شام کا اندھیرا نہیں پھیلا تھا، اس لئے نیچے سمندر کی سطح واضح نظر آ رہی تھی جس پر کئی اسٹیمرز اور ملکی و غیر ملکی بحری جہاز سفر کر رہے تھے۔ میجر ہنٹ اور اس کے ماتحت ہیلی کاپٹر سے نیچے جھانک

رہے تھے۔

"کیپٹن۔ بلندی کم کرو۔ ہمیں نوبل آئی لینڈ پراجیکٹ کے ایک مخصوص اسٹیمر کو ٹریس کرنا ہے۔ مگر اتنی بلندی سے اس پراجیکٹ کا مخصوص مونوگرام صاف نظر نہیں آئے گا"...... میجر ہنٹ نے پائلٹ سے کہا تو پائلٹ سمندر کی سطح سے ہیلی کاپٹر کی بلندی کم کرنے لگا۔ اب وہ سطح آب سے تقریباً پچاس فٹ کی بلندی پر تھے۔ دفعتاً میجر ہنٹ کی گود میں پڑے ٹرانسمیٹر سے کنگسٹن کی مخصوص سیٹی ابھرنے لگی تو میجر ہنٹ چونکا اور اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

"ہیلو میجر ہنٹ۔ کرنل ہوگن کالنگ۔ اوور"...... ٹرانسمیٹر سے کرنل ہوگن کی مخصوص آواز بلند ہوئی۔

"یس چیف۔ میجر ہنٹ رسیونگ یو۔ اوور"...... میجر ہنٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا تم روانہ ہو گئے ہو۔ اوور"...... کرنل ہوگن نے پوچھا۔

"یس چیف۔ ہم بالٹی مور سے پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں۔ اوور"...... میجر ہنٹ نے جواب میں کہا۔

"میں نے یہاں سے میجر جیکال کو بھی روانہ کر دیا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر میں چند ممبرز کے ساتھ ہے۔ تاکہ اگر اسٹیمر پر موجود دہشت گرد تمہارے ہاتھوں بچ جائیں یا تمہارے ہیلی کاپٹر کو راکٹ فائر کر کے نقصان پہنچائیں تو اتنی دیر میں میجر جیکال وہاں پہنچ کر دہشت گردوں کو نشانہ بنا ڈالے۔ اوور"...... کرنل ہوگن کی آواز سنائی دی۔

"رائٹ سر۔ میجر جیکال کتنی دیر میں یہاں پہنچے گا۔ اوور"...... میجر ہنٹ نے سر ہلا کر کہا۔

"ظاہر ہے ولنگٹن سے نوبل آئی لینڈ کا فاصلہ بالٹی مور کی نسبت دوگنا ہے تو میجر جیکال کو وہاں پہنچنے میں زیادہ وقت لگے گا۔ اوور"...... کرنل ہوگن نے جواب میں کہا۔

"جی ہاں۔ نصف گھنٹہ کا فرق تو رہے گا۔ بہرحال ہم دہشت گردوں کو فرار نہیں ہونے دیں گے۔ نیوی کے جنگی اسٹیمرز شاید وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ اوور"...... میجر ہنٹ نے کہا۔

"او کے۔ ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل"...... کرنل ہوگن نے آخر میں کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو میجر ہنٹ نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ تقریباً دس منٹ بعد ایک مرتبہ پھر ٹرانسمیٹر جاگ پڑا تو میجر ہنٹ نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو میجر ہنٹ۔ کرنل ہوگن کالنگ۔ اوور"...... ٹرانسمیٹر سے کرنل ہوگن کی آواز ابھری۔

"یس چیف۔ میجر ہنٹ رسیونگ یو۔ اوور"...... میجر ہنٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میں نے پراجیکٹ انچارج سے بات کی ہے۔ اسے پانچ منٹ پہلے دہشت گردوں کے تعاقب میں جانے والے اسٹیمرز میں سے ایک اسٹیمرز ڈرائیور نے ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دی تھی کہ دہشت گردوں نے دوبارہ تعاقب میں آنے والے اسٹیمرز پر حملہ کیا اور چار اسٹیمرز تباہ کر ڈالے تھے

لیکن ڈرائیور اور اس کے تین ساتھیوں نے مسلسل فائرنگ کر کے تینوں دہشت گردوں کو ہلاک کر دیا۔ اس مقابلہ میں ڈرائیور کے بازو میں گولی لگی ہے اور اسٹیمر میں اتنا تیل نہیں رہا کہ وہ واپس پراجیکٹ تک پہنچ سکے اس لئے وہ بالٹی مور کی بندرگاہ کی طرف جا رہا ہے کیونکہ پراجیکٹ کی نسبت بالٹی مور آدھے فاصلے پر ہے۔ وہاں سے وہ ایندھن لے کر واپس جزیرے پر جائے گا۔ چنانچہ پراجیکٹ انچارج نے نیوی کے جنگی اسٹیمرز کو صورت حال بتا کر واپس جانے کی ہدایت کر دی ہے اب تم سیدھے نوبل آئی لینڈ کی طرف پرواز کرو۔ راستے میں دہشت گردوں کا اسٹیمر ملے گا جس میں دہشت گردوں کی لاشیں موجود ہیں۔ تم وہ لاشیں لے کر واپس آ جاؤ تا کہ پتا چل سکے کہ وہ دہشت گرد کون ہیں اور ان کا تعلق کس ملک سے ہے۔ اوور‘‘...... کرنل ہوگن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’رائٹ سر۔ کیا آپ نے میجر جیکال کو واپس بلا لیا ہے۔ اوور‘‘۔ میجر ہنٹ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

’’نہیں۔ اب اسے کال کروں گا۔ میجر جیکال پراجیکٹ پر جا کر وہاں حالات کا جائزہ لے گا اور اس اسٹیمر کو تلاش کرے گا جس میں دہشت گرد ولنگٹن سے جزیرے کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ اوور‘‘...... کرنل ہوگن نے جواب میں کہا۔

’’رائٹ سر۔ کیا دہشت گردوں کی لاشیں ہیڈ کوارٹر لے آؤں۔ اوور‘‘...... میجر ہنٹ نے سر ہلا کر کہا۔

’’اور کیا گھر لے جاؤ گے میجر ہنٹ۔ ظاہر ہے یہاں ان کی شناخت کی جائے گی اور ان کا ڈی این اے ٹیسٹ بھی کرایا جائے گا۔ اس سے ہمیں ان کے باقی ساتھی دہشت گردوں تک پہنچنا آسان ہو جائے گا۔ جتنی جلدی ممکن ہو دہشت گردوں کی لاشیں یہاں لے آؤ تا کہ میں صدر مملکت کو خوشخبری دے سکوں۔ اوور اینڈ آل‘‘...... کرنل ہوگن نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میجر ہنٹ نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

’’باس۔ نیوی کے چند اسٹیمرز واپس آ رہے ہیں‘‘...... دفعتاً عقب سے ایک ممبر کی آواز ابھری تو میجر ہنٹ نے سامنے سمندر کی سطح کا جائزہ لیا۔ کچھ فاصلے پر آٹھ بڑے بڑے جنگی اسٹیمرز نظر آ رہے تھے اور ان کا رخ بالٹی مور کی جانب تھا۔

جلد ہی ہیلی کاپٹر ان اسٹیمرز کے اوپر سے گزر گیا۔ تھوڑی دیر بعد سامنے سے آتا ہوا ایک اور اسٹیمرز دکھائی دیا۔ میجر ہنٹ نے فوراً دوربین آنکھوں سے لگا کر اس اسٹیمر کا جائزہ لیا تو اس پر ڈرائیور اور دو گارڈز دکھائی دیئے۔ گارڈز نے پراجیکٹ سیکورٹی کے مخصوص یونیفارم پہنے ہوئے تھے اور اسٹیمر کے فرنٹ پر پراجیکٹ کا مخصوص مونوگرام دکھائی دے رہا تھا۔ میجر ہنٹ کے عقب میں بیٹھے ماتحت بھی دوربینوں سے اس اسٹیمر کا جائزہ لے رہے تھے۔

’’یقیناً یہ وہی اسٹیمر ہے جس کے سواروں نے دہشت گردوں کو ہلاک کیا ہے‘‘...... میجر ہنٹ نے پہلے سے کہا۔

”سر۔ ان لوگوں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اپنے سات اسٹیمرز تباہ ہو جانے کے باوجود بھی اس اسٹیمر کے عملہ نے حوصلہ نہیں ہارا اور آخرکار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے“...... پائلٹ نے کہا۔

”باس۔ ڈرائیور زخمی ہے۔ اس کے بازو کے زخم پر بینڈیج کی بجائے رومال بندھا ہے۔ شاید اسے ہماری ہیلپ کی ضرورت ہو“...... عقب میں بیٹھے ایک ممبر نے میجر ہنٹ سے کہا۔

”ہاں۔ پائلٹ نیچے چلو اور اسٹیمر کے اوپر ہیلی کاپٹر معلق کرو۔ ان لوگوں سے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ دہشت گردوں کا اسٹیمر کس سمت میں اور کتنے فاصلے پر موجود ہے“...... میجر ہنٹ نے پائلٹ سے کہا تو پائلٹ ہیلی کاپٹر رفتار کم کرتے ہوئے اسے نیچے لے جانے لگا لیکن ابھی ہیلی کاپٹر اسٹیمر سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر ہی پہنچا تھا کہ یکدم میجر ہنٹ نے ڈرائیور کے پاس کھڑے شخص کو ایک ہاتھ بلند کرتے دیکھا اور اس سے پہلے کہ میجر ہنٹ کچھ سمجھتا، کوئی چیز ہیلی کاپٹر کے اگلے حصے سے ٹکرائی اور خوفناک دھماکے سے ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔

اسٹیمر پر کھڑے عمران نے ہیلی کاپٹر کا ملبہ سمندر میں گرتے دیکھا اور ہاتھ میں موجود راکٹ پسٹل جیب میں رکھ لیا۔ ڈرائیور حیران نظر آ رہا تھا کیونکہ اس نے عمران کو فائر کرتے نہیں دیکھا تھا۔

”اوہ۔ یہ کیسے تباہ ہو گیا“...... ڈرائیور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جیسے تمہارے اسٹیمر تباہ ہوئے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو“...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو قریب کھڑا چوہان مسکرا دیا۔ خاور اسٹیمر کے پچھلے حصے میں عقب کی نگرانی کر رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے ڈرائیور نے عمران کی ہدایات کے مطابق پراجیکٹ انچارج کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی تھی کہ دہشت گردوں نے ان کے چار اور اسٹیمرز تباہ کر دیئے ہیں لیکن انہوں نے مسلسل فائرنگ کر کے دہشت گردوں کو ہلاک کر دیا ہے اور ان کا اسٹیمر لاشوں سمیت سمندر میں بے یارو مددگار کھڑا ہے جبکہ وہ اپنا اسٹیمر

لے کر بالٹی مور بندرگاہ کی طرف ایندھن لینے جا رہا ہے۔ جواب میں پراجیکٹ انچارج نے ڈرائیور کے کارنامے کی تعریف کی اور بتایا کہ اس کی مدد کے لئے بالٹی مور سے چند جنگی اسٹیمرز آ رہے ہیں جنہیں اب وہ واپس بھیج دے گا جبکہ دہشت گردو کے اسٹیمر اور ان کی لاشوں کو ایک خفیہ ایجنسی کا ہیلی کاپٹر چیک کرے گا لہٰذا وہ بندرگاہ سے ایندھن لینے کے بعد واپس جزیرے پر آ جائے۔

اس کے بعد عمران نے خاور کو بھی اس اسٹیمر پر بلا لیا تھا اور بالٹی مور کی طرف سفر کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کا انتظار کرنے لگا تھا لیکن جیسے ہی اس نے ہیلی کاپٹر کو نیچی پرواز کرتے اسٹیمر کے قریب آتے دیکھا تو خطرہ محسوس کر کے اسے نشانہ بنا ڈالا تھا۔

''ہم کتنی دیر میں بالٹی مور پہنچیں گے''...... عمران نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''ایک گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا''...... ڈرائیور نے جواب میں کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا ہیلی کاپٹر کی تباہی کی خبر بالٹی مور نیول بیس کو نہیں ملے گی''...... چوہان نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا تو عمران نے اپنی کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھا۔

''شاید۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر نیوی کا تھا اور ہو سکتا ہے وہ جنگی اسٹیمرز جو واپس مڑ گئے ہوں گے انہیں بھی خبر کر دی جائے۔ اس صورت میں وہ دوبارہ ہماری جانب آئیں گے۔ بہرحال اسرائیلی جہاز تباہ ہونے میں نصف گھنٹہ رہ گیا ہے پھر سب کی توجہ ادھر مبذول ہو جائے گی''۔ عمران

نے کہا۔

''تو کیا آپ جنگی اسٹیمرز کو بھی تباہ کر دیں گے''...... خاور نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔ ان سے الجھنے میں کافی وقت ضائع ہو گا جبکہ ہمارے پاس صرف ایک گھنٹہ ہے اپنے بچاؤ کے لئے کیونکہ نصف گھنٹہ بعد جب اسرائیلی بحری جہاز تباہ ہوں گے تو فوری طور پر ایکریمین ایئر فورس کے طیارے فضا میں پھیل جائیں گے''...... عمران نے جواب میں کہا۔

''سنو۔ اسٹیمر کو اس راستے سے مغرب کی طرف لے چلو اور پھر ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھو''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں ڈرائیور سے کہا تو اس نے اسٹیمر کا رخ مغرب کی جانب کر دیا اور تقریباً نصف گھنٹہ بعد اسٹیمر اصل راستے سے تقریباً بیس کلو میٹر دور پہنچ گیا۔ وہاں سے ساحلی علاقہ تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ اس طرف ساحل کے ساتھ ساتھ گھنے جنگلات پھیلے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے اسٹیمر کا رخ دوبارہ پہلی سمت میں کر دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فضا میں طیاروں کی گھن گرج گونجنے لگی تو انہوں نے عقب کی طرف دیکھا۔ بہت دور فضا میں چند جنگی طیارے نظر آ رہے تھے اور ان کا رخ نوبل آئی لینڈ کی جانب تھا۔ وہ طیارے جلد ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور اس کے چند لمحوں بعد بالٹی مور کی سمت سے بھی دو طیارے آتے دکھائی دیئے جو ان کے اسٹیمر سے کافی فاصلے پر سے گزر گئے۔ یقیناً اسرائیلی بحری جہاز تباہ ہو چکے تھے اور ان کی تباہی کی

خبر وٹنگٹن پہنچ چکی تھی۔ شاید بالٹی مور کی طرف سے آنے والے طیاروں کی منزل بھی نوبل لینڈ تھی۔ اس لئے انہوں نے کسی اور طرف توجہ نہیں دی تھی۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھا تو پراجیکٹ میں ڈالے گئے بم بلاسٹ ہونے میں چالیس منٹ رہ گئے تھے۔ اس لحاظ سے عمران کو امید تھی کہ وہ لوگ پراجیکٹ تباہ ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے ہی بالٹی مور کے قریب واقع ویران ساحل تک پہنچ جائیں گے جہاں ابرار عرف براؤن کا ماتحت اسکارپین ان کا انتظار کر رہا تھا۔

عمران کا اندازہ درست ثابت ہوا اور مزید تیس منٹ بعد انہیں مغرب کی جانب ساحل پر ماہی گیروں کی آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔ عمران نے ڈرائیور کو ساحل کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ مزید پانچ منٹ بعد وہ اسٹیمر ساحل پر واقع اس کھاڑی کے قریب جا پہنچا اور عمران کی ہدایت پر ڈرائیور نے کھاڑی سے چند گز پیچھے اسٹیمر کو روکا تو اسی لمحے ساحلی درختوں سے ایک سیاہ فام دراز قامت شخص نکل کر ساحل پر آ گیا۔ یقیناً وہی اسکارپین تھا۔ اسی وقت سورج مغرب میں ڈوب رہا تھا اور کھاڑی پر اسکارپین کے سوا کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا۔

''سنو۔ میں تمہیں اس شرط پر زندہ چھوڑ رہا ہوں کہ تم یہاں سے سیدھے کھلے سمندر میں جہازوں کے مفروضہ روٹ پر جاؤ۔ اس کے بعد تمہاری مرضی کہ واپسی جزیرے کی طرف جاؤ یا بالٹی مور کی بندرگاہ کی طرف۔ لیکن تم کسی کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے اور اسی بیان پر قائم رہو گے جو تم پراجیکٹ انچارج کو دے چکے ہو۔ یعنی ہم لوگ

مارے جا چکے ہیں۔ کیا سمجھے''...... عمران نے ڈرائیور سے سرد لہجے میں کہا اور مڑ کر کیبن میں آ گیا جہاں ٹرانسمیٹر پڑا تھا۔ اس نے بے آواز ریوالور سے ٹرانسمیٹر پر فائر کیا اور ٹرانسمیٹر کو بے کار کرنے کے بعد اپنی جیب سے ایک ٹائم بم نکال کر اس پر اتنا وقت ایڈجسٹ کیا جتنی دیر میں اسٹیمر کھلے سمندر میں پہنچ سکتا تھا۔ عمران نے ٹائم بم آہنی سیٹ کے نیچے چپکایا اور باہر آ گیا۔

''ہمارے اترتے ہی تم اسٹیمر موڑ کر روانہ ہو جانا''...... عمران نے ڈرائیور سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر خاور اور چوہان کے ساتھ اسٹیمر سے کھاڑی کے کنارے پر اتر کر ساحل پر پہنچ گیا۔ ڈرائیور نے اسٹیمر موڑا اور ان کی مخالف سمت میں روانہ ہو گیا۔

''ہیلو سر۔ میرا انام اسکارپین ہے''...... سیاہ فام ایکریمین نے مؤدبانہ لہجے میں عمران سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم کوبرا نہیں اسکارپین ہو مگر اب جلدی چلو۔ گاڑی کہاں ہے''...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

''میرے ساتھ آیئے''...... اسکارپین نے کہا اور مڑ کر درختوں کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ گھنے درختوں کی دوسری طرف کھڑی سیاہ رنگ کی کار کے پاس پہنچ گئے۔

''نیوی یونیفارم نکالو اور کار کے بونٹ پر نیوی فلیگ لگا دو''...... عمران نے اسکارپین سے کہا تو اسکارپین نے ڈگی سے ایک بنڈل نکال کر ان کے حوالے کیا جس میں ایکریمین نیوی کے تین یونیفارم تھے۔ عمران،

چوہان اور خاور نے پراجیکٹ گارڈز کی وردیاں اتاریں اور نیوی کی یونیفارم پہن لیں۔ گارڈز کی وردیاں اسی پلاسٹک بیگ میں بند کر کے گھنے درختوں میں واقع ایک جھاڑی میں چھپا دی گئیں۔ عمران کے حکم پر اسکارپین نے ڈگی سے تین مشین گنیں نکالیں اور ان کے حوالے کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ عمران اس کے برابر میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ خاور اور چوہان عقبی نشستوں پر بیٹھ گئے تو اسکارپین نے کار درختوں کی آڑ سے نکالی اور کچے راستے پر آ کر بندرگاہ کی سمت میں دوڑانے لگا۔

کار ماہی گیروں کی بستی کے پاس سے گزری تو بستی کے کئی افراد حیرت بھری نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دور جا کر اسکارپین نے کار دائیں جانب پھوٹنے والی سڑک پر موڑ دی۔ فضا میں وقفے وقفے سے ہیلی کاپٹر اور طیارے گزر رہے تھے۔ عمران کو یقین تھا کہ پراجیکٹ میں دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہوگا۔ تقریباً تین کلو میٹر کچے راستے پر دوڑنے کے بعد کار ایک پختہ سڑک پر پہنچی۔ یہ بالٹی مور شہر کی بیرونی آبادی تھی اور سڑک مضافات کی طرف جاتی تھی۔ اس سڑک پر تقریباً پانچ منٹ کے سفر کے بعد وہ مضافات میں پہنچ گئے۔ یہاں سڑک کے دونوں جانب دیہی علاقہ تھا اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر فارم ہاؤس دکھائی دے رہے تھے۔ اسکارپین نے تھوڑی دیر بعد بائیں جانب ایک کچے راستے پر کار موڑ دی۔ اس راستے کے اطراف میں کھیت تھے اور تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلے پر ایک وسیع و عریض فارم ہاؤس دکھائی

دے رہا تھا۔

’’ابھی کتنا سفر باقی ہے اسکارپین‘‘...... عمران نے ڈرائیور سے کہا۔

’’ہمیں اس فارم ہاؤس پر پہنچا ہے سر۔ یہ محفوظ جگہ ہے اور آپ لوگ یہاں کئی دن تک رہ سکتے ہیں‘‘...... اسکارپین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’تو کیا ہم گائے بھینسوں کے ساتھ رہیں گے‘‘...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

’’نو سر۔ اس میں رہائش کے لئے چند کمرے بھی ہیں۔ یہ کیٹل فارم آج کل ویران ہے۔ میں نے کاروبار کے لئے دو ماہ پہلے خریدا تھا لیکن ابھی تک مویشی نہیں لے سکا۔ اس میں صرف ایک چوکیدار رہتا ہے اور وہ میرا وفادار بھی ہے اور عزیز بھی۔ یعنی میرا چچا‘‘...... اسکارپین نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔

فارم ہاؤس کا گیٹ بند تھا لیکن جیسے ہی کار قریب پہنچی، اندر سے ایک بوڑھے سیاہ فام نے گیٹ کھول دیا اور اسکارپین نے اندر آ کر رہائشی کمروں کے سامنے کار روک دی۔ غالباً اسکارپین نے پہلے ہی چوکیدار انکل کو ہدایات دے دی تھیں کیونکہ وہاں کافی صفائی ستھرائی نظر آ رہی تھی۔ کار سے اتر کر وہ ایک کشادہ کمرے میں پہنچے تو کمرہ ڈرائنگ روم کی طرز پر سجا ہوا تھا۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اور صوفوں پر خوبصورت کشن موجود تھے۔ ٹی وی ٹرالی پر ٹیلی ویژن رکھا تھا البتہ ٹیلی فون نظر نہیں آ رہا تھا۔

انہیں وہاں چھوڑ کر اسکارپین باہر گیا اور کار سے عمران کی مطلوبہ اشیاء

لے آیا۔ عمران کی ہدایت پر سب سے پہلے چوہان اور خاور نے نیوی یونیفارم سے نجات حاصل کی اور غسل کر کے اسکارپین کے لائے ہوئے عام لباس پہن لئے۔ عمران نے بھی لباس تبدیل کیا اور اس دوران چوکیدار نے میز پر ان کے لئے کھانا سجا دیا۔ اسکارپین نیوی یونیفارم کو ٹھکانے لگانے چلا گیا تھا۔ کار اس نے گیراج میں بند کر دی تھی اور چوکیدار کو ہدایت کی تھی کہ وہ فارم ہاؤس کی بیرونی لائٹس نہ جلائے۔

کھانے کے بعد عمران اور اس کے ساتھیوں نے چائے پی اور عمران کے حکم پر اسکارپین نگرانی کے لئے باہر چلا گیا تو عمران نے لانگ رینج ٹرانسمیٹر سنبھالا اور میز پر رکھ کر آن کر دیا۔

''ہیلو ابرار۔ عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران ایکسٹو کے ایجنٹ ابرار عرف براؤن کو کال کرنے لگا۔

''یس سر۔ ابرار اٹینڈنگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ابرار کی آواز بلند ہوئی۔

''ہم اسکارپین کے ساتھ اس کے فارم ہاؤس پہنچ چکے ہیں۔ تم سناؤ۔ ونگٹن کے کیا حالات ہیں۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''سر۔ شہر میں سناٹا سا پھیل چکا ہے۔ ٹی وی پر نوبل آئی لینڈ کے میزائل پراجیکٹ کی تباہی کی خبر آ رہی ہے۔ اس خبر سے نصف گھنٹہ پہلے نوبل آئی لینڈ میں موجود اسرائیل کے دو بحری جہازوں کی خبر آئی تو عوام پر اتنا اثر نہیں ہوا تھا لیکن پراجیکٹ کے علاوہ نیوی کے آٹھ اسٹیمرز اور ایک ہیلی کاپٹر جس میں وائٹ روز ایجنسی کے چار ممبرز بھی تھے، کی تباہی

کی خبر نیوز بلیٹن میں آنے پر شہر پر سوگواری کی کیفیت طاری ہے۔ پراجیکٹ کی تباہی میں ایکریمیا اور اسرائیل کے چوٹی کے سائنسدان، انجینئرز ہلاک ہوئے ہیں اور صرف وہی سیکورٹی گارڈز زندہ بچے ہیں جو پراجیکٹ کے باہر اور ساحل پر موجود تھے۔

پراجیکٹ شعلوں میں گھرا ہوا ہے۔ آرمی اور ائیر فورس کے علاوہ نیوی کے ہیلی کاپٹرز اور جہاز نوبل آئی لینڈ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں جبکہ اس سے پہلے بھی طیاروں کے ذریعے وہاں کافی تعداد میں چھاتہ بردار پہنچ چکے ہیں۔ اوور''...... دوسری طرف سے ابرار نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ان حالات میں ہمیں کم از کم دو دن اسکارپین کا مہمان رہنا پڑے گا۔ تم اس دوران ہمارے لئے چند فلپائنی پاسپورٹوں اور دیگر کاغذات کا انتظام کر لو۔ ہم ونگٹن سے ڈائریکٹ منیلا جائیں گے اور وہاں سے اپنے وطن۔ اوور اینڈ آل''...... عمران نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا مگر پھر اسے صفدر اور جولیا کا خیال آیا تو اس نے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور صفدر کو کال کرنے لگا۔

''ہیلو برخوردار ابن سعید۔ ابن عبدالرحمٰن کالنگ۔ اوور''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس عمران صاحب۔ صفدر اٹینڈنگ یو۔ آپ لوگ خیریت سے تو ہیں نا۔ اوور''...... چند لمحوں بعد صفدر کی پریشان سی آواز سنائی دی۔

''لا حول ولا قوۃ۔ کیا میں تکلیف کی شدت سے چیخ رہا ہوں یا

ایڑیاں رگڑ رہا ہوں۔ اوور“...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا تو چوہان اور خاور بے اختیار مسکرانے لگے۔

”میرا مطلب ہے کہ ہم ٹی وی پر نیوز بلیٹن دیکھ رہے ہیں جس میں نوبل آئی لینڈ کے پراجیکٹ اور اسرائیلی بحری جہازوں کی تباہی کے علاوہ یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ پراجیکٹ سے فرار ہونے والے دہشت گرد جنہوں نے پراجیکٹ کے آٹھ اسٹیمرز کو تباہ کیا تھا، انہیں ہلاک کر دیا گیا تھا لیکن جب نیوی کا ایک ہیلی کاپٹر ان دہشت گردوں کی لاشیں لینے گیا تو حادثے کا شکار ہو کر سمندر میں گر گیا تھا۔ اوور“...... صفدر کی آواز سنائی دی۔

”او عقل بند۔ نہیں عقل مند بھائی۔ میری آواز سن کر بھی تمہیں اطمینان نہیں ہوا تھا کہ ابھی ہم زندہ ہیں لیکن جولیا سے شرمندہ ہیں کہ ہماری وجہ سے اسے بھی پریشان ہونا پڑا۔ اوور“...... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”بکومت۔ میں کیوں پریشان ہوتی۔ مجھے معلوم تھا کہ تم اتنی آسانی سے مرنے والے نہیں ہو اور شیطان کی طرح تمہاری عمر بھی طویل ہے۔ اوور“...... ٹرانسمیٹر سے جولیا کی غراہٹ بھری آواز ابھری۔

”لیکن شیطان کی طرح میں ہمیشہ کنوارا نہیں رہ سکتا۔ اس لئے میرے آنے تک کوئی حتمی فیصلہ کر لو۔ اوور“...... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

”کیسا فیصلہ۔ اوور“...... جولیا نے جلدی سے کہا۔

”ہنی مون کس ملک میں منایا جائے گا۔ ہم دو دن بعد انشاء اللہ تمہارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔ باقی پروگرام صبح بتاؤں گا۔ فی الحال مجھے واش روم پکار رہا ہے۔ اوور اینڈ آل“...... عمران نے تیزی سے بات ختم کی اور ٹرانسمیٹر آف کیا تو چوہان اور خاور بے اختیار ہنسنے لگے۔

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ناقابل فراموش ایڈونچر ناول

ریڈ واٹر

مکمل ناول

مصنف
صفدر شاہین

☆ ریڈ واٹر، دنیا کی سب سے ظالم، سنگدل، سفاک اور خفیہ تنظیم جس کے بارے میں کسی ملک اور خفیہ ادارے کو علم نہ تھا۔

☆ ریڈ واٹر کا ایک ممبر تنظیم سے غداری کا مرتکب ہوا اور پاکیشیا میں آ چھپا تو موت کے ہرکارے پاکیشیا پہنچ گئے۔

☆ ریڈ واٹر کا افریقی سیاہ فام ممبر کھعبہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی نگاہوں میں آیا تو اس کی گرفتاری پر ریڈ واٹر کا سیکورٹی چیف جولیا کو اغوا کر کے پاکیشیا سے فرار ہو گیا۔

☆ والٹن نے عمران کو چیلنج کیا کہ عمران کبھی اس تک نہ پہنچ سکے گا لیکن عمران نے والٹن کو وارننگ دے دی کہ اگر جولیا کو آزاد نہ کیا گیا تو وہ دنیا سے ریڈ واٹر کا نام ونشان تک مٹا ڈالے گا۔

☆ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان تاریک جنگلات میں پہنچے تو ناگ دیوتا کے پجاریوں کے ہتھے چڑھ گئے اور ناگی قبیلے کے سردار نے انہیں ناگ دیوتا کی بھینٹ چڑھانے کا حکم دے دیا۔

☆ چمپالو قبیلے کے سردار ہنگوٹ کا بھتیجا، جس کے بدروح ساتھیوں نے انسانی گوشت کھانے کی خواہش ظاہر کی۔

☆ وچ ڈاکٹر مقدس دھاوا نے ساحر اعظم رشی مقدس ڈھمپو سے خوفزدہ ہو کر اپنے غلام ڈھانچے چکاوک کو پکارا اور اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کو فنا کرنے کا حکم دے دیا۔

☆ مقدس ڈھمپو نے مقدس دھاوا کے سینے میں نیزہ مارا اور اسے نیزے میں پرو کر نیزہ زمین میں گاڑا تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان ڈھمپو کی سفاکی اور درندگی پر کانپ اٹھے۔

☆ ریڈ واٹر کے چیف نے عمران اور جولیا کو پانچ کروڑ ڈالرز کے عوض اسرائیل کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا تو جولیا اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی۔

☆ عمران نے خنجر کے وار کر کے کرنل رابن کے جسم کو چھلنی کر دیا اور پھر اس کی آنکھیں نکال کر پھینک دیں تو اس کی وحشت و درندگی دیکھ کر جولیا پر دہشت طاری ہو گئی اور وہ لرزنے لگی۔

☆ کیا عمران جولیا کو ریڈ واٹر کے چنگل سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو سکا۔ کیا یہودی، عمران اور جولیا کو خرید سکے۔ کیا عمران ریڈ واٹر کے جرائم سے باخبر ہو سکا۔

عمران سیریز میں سسپنس، ایکشن اور مزاح سے بھرپور
ایک دلچسپ اور ناقابل فراموش ایڈونچر

ارسلان پبلی کیشنز
اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ
ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com